رسائلِ قادریہ

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی



مکتبہ اہلِ سُنّت امین پور بازار فیصل آباد

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں فری
حاصل کرنے کے لیئے
ٹیلیگرام چینل لنک
https://t.me/tehqiqat
آرکاریو لنک
https://archive.org/details
/@zohaibhasanattari
بلوگسپوٹ لنک
https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

رسائلِ قادریہ

سیرت ابوبکر صدیق	عشقِ رسول ﷺ	اللہ کی عطائیں
شریعت و طریقت	تصورِ شیخ	قولِ امامِ اعظم
تقلید پر سوالات	میلادِ مصطفیٰ ﷺ	علمِ غیب
اللہ پاک ہے	جادو	قتلِ ناحق
	طلاق کے آسان مسائل	

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی



مکتبہ اہلِ سُنّت

امین پور بازار فیصل آباد
041-2002111
0321-6639552

ہماری کتابیں
روشن کتابیں

رسائلِ قادریہ

تصنیف ———— مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی

کمپوزنگ ———— محمد شکیل طلعت

سن اشاعت ———— مئی 2008ء

ناشر ———— جاوید اختر



220 روپے

ملنے کا پتہ



مکتبہ اہلِ سنّت

امین پور بازار فیصل آباد

041-2002111

0321-6639552

○ زاویہ پبلشرز دربار مارکیٹ، لاہور
○ شبیر برادرز اُردو بازار لاہور
○ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد، کراچی
○ صدیقی پبلشرز محلہ سوداگراں، کراچی
○ اسلامی بک کارپوریشن فضل داد پلازہ، راولپنڈی
○ احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک، راولپنڈی

انتساب

میں اپنے اس مجموعے کو
شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت
مجدد دین ملت الشاہ امام احمد رضا خاں رضی عنہ الرحمان
کی طرف منسوب کرتا ہوں

محمد قاسم قادری

فہرست مضامین

الحمدلله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدالمرسلين

امابعد فاعوذبالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

نام ونسب

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مبارک عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب مرہ بن کعب پر پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے

(تاریخ الخلفاء: ص42، شبیر برادرز لاہور)

لقب

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے القاب صدیق وعتیق ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مبارک لقب (صدیق) کی وجہ علمائے کرام نے مختلف بیان فرمائی ہے:

☆...... زمانہ جاہلیت میں ہی آپ کو یہ لقب مل گیا تھا کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔

☆...... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اس لیے کہا گیا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر خبر پر تصدیق کرنے میں سبقت لے جاتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ص46)

☆...... عن عائشة رضى الله عنها قالت: لما أسرى بالنبى صلى الله عليه وسلم إلى المسجد الأقصى أصبح يتحدث الناس بذلك، فارتد ناس فمن كان آمنوا به وصدقوه، وسمعوا بذلك إلى أبى بكر

رضي الله عنه ، فقالوا: هل لك إلى صاحبك يزعم أنه أسرى به الليلة إلى بيت المقدس ، قال :أو قال ذلك ؟ قالوا :نعم ، قال: لئن كان قال ذلك لقد صدق ، قالوا :أو تصدقه أنه ذهب الليلة إلى بيت المقدس وجاء قبل أن يصبح قال :نعم ، إني لأصدقه فيما هو أبعد من ذلك أصدقه بخبر السماء في غدوة أو روحة، فلذلك سمي أبو بكر الصديق

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مشرکین عرب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کیا آپ کو کچھ خبر ہے آپ کے دوست محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ رات بیت المقدس پہنچائے گئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا واقعی وہ ایسا فرماتے ہیں؟ انہوں نے کہا وہ یہی کہتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا بیشک وہ سچ فرماتے ہیں اگر میرے آقا و مولا ، حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام اس سے بڑی خبر دیتے تو میں فوراً اس کی تصدیق کرتا اس بنا پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب صدیق پڑ گیا۔

(المستدرک: باب ابو بکر بن ابی قحافہ، حدیث نمبر 4381 بیروت)

☆...... عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لجبريل ليلة أسري به :إن قومي لا يصدقوني ، فقال له جبريل : يصدقك أبو بكر، وهو الصديق" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے فرمایا: اس واقعہ معراج کی تصدیق میری ملت نہیں کرے گی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی آپ کی تصدیق ابو بکر کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہیں۔"

(معجم کبیر للطبرانی، باب قطعۃ من مفقود، حدیث نمبر 900 بیروت)

اسی بنا پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق بلکہ صدیق اکبر کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

صدیق کا لقب زبان محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صعد أحدا وأبو بكر وعمر وعثمان فرجف بهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اثبت أحد فإنما عليك نبي وصديق وشهيدان

ایک مرتبہ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پر جلوہ گر ہوئے اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ساتھ تھے احد پہاڑ لرزنے لگا رحمت عالمیاں، مالک دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پاؤں مبارک کی ٹھوکر مار کر فرمایا:

اثبت احد فانما عليك نبي و صديق و شهيدان اے احد ٹھہر جا! بیشک تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔ (ترمذی: باب فی مناقب عثمان، حدیث نمبر 3630 بیروت)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کتنا عظیم مقام ہے کہ ان کے صدیق ہونے کی گواہی خود حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دے رہے ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لقب (عتیق) کے بارے میں بھی چند اقوال ہیں:

☆...... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن و جمال کی وجہ سے آپ کا یہ لقب ہے نیز پاک وصاف کردار اور اعلیٰ نسب ہونے کی وجہ سے آپ کو یہ لقب ملا۔ (تاریخ الخلفاء: ص 44)

☆...... عن عائشة أن أبا بكر دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال أنت عتيق الله من النار فيومئذ سمي عتيقا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک دن والد گرامی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انت عتیق الله من النار ترجمہ: اے ابو بکر تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ سے آزاد کردہ ہو۔ پس اسی دن آپ کا نام عتیق پڑ گیا۔

(ترمذی: باب فی مناقب ابی بکر و عمر، حدیث نمبر 3612 بیروت)

ولادت با سعادت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت با سعادت نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت سے دو سال دو ماہ بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی اور تریسٹھ سال کی عمر مبارک میں وصال شریف ہوا اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش رحمت میں محبوب کے پہلو مبارک میں دفن ہوئے۔

بتوں سے نفرت

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول اسلام سے قبل بھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا چار سال کی عمر میں آپ کے والد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بت خانے میں لے گئے اور کہا اے بیٹا! یہ تمھارے بلند و بالا خدا ہیں انہیں سجدہ کرو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان بتوں سے فرمایا اگر تم خدا ہو تو میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دو میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دو پھر آپ نے ایک پتھر اٹھایا اور فرمایا اگر تم خدا ہو تو میری مار سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ چنانچہ آپ نے پتھر مارا اور وہ بت گر پڑا آپ کے والد نے تھپڑ مارا اور آپ کی والدہ کو تمام قصہ سنایا تو انہوں نے جواب دیا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ جب یہ پیدا ہوا تھا تو غیب سے ایک آواز آئی تھی:

یاامۃ اللہ بالتحقیق ابشری بالولد العتیق اسمہ فی السماء صدیق لمحمد صاحب ورفیق ترجمہ: اے اللہ کی سچی بندی تجھے بشارت ہو یہ بچہ عتیق ہے اسکا نام آسمانوں میں صدیق ہے اور یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا صاحب اور رفیق ہے۔

زمانہ جاہلیت میں پاکیزہ کردار:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت کے عیوب سے قبل از اسلام بھی محفوظ تھے نہ تو کبھی شراب پی اور نہ ہی کبھی چوری وزنا کے قریب گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدائشی طور پر سلیم الفطرت، نیک سیرت اور نیک صورت بنایا اور کردار کی پاکیزگی، اخلاقی بلندی، خوش اخلاقی ،نرم روی ، رحمدلی اور عالی ہمتی جیسے اوصاف سے متصف فرمایا۔ اور فصیح و بلیغ ،لغت عرب کے ماہر ہونے کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب وعورت اور عصبیت کی تعریف پر مشتمل شاعری سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاکیزہ کردار اور فہم و دانش کی وجہ ہی سے دیت اور تاوان جیسے مقدمات کا فیصلہ آپ کے سپرد تھا۔ اور آپ کے حکم کو قوم کے لوگ قبول کرتے اور اہم معاملات میں آپ کی رائے کو مقدم رکھتے۔ (ملخص از تاریخ الخلفاء: ص48)

قبول اسلام

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغرض تجارت ملک شام جایا کرتے تھے۔ وہاں ایک بار خواب دیکھا تو اس کی تعریف پوچھنے کے لیے بحیرا راہب کے پاس گئے اس نے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ فرمایا، مکہ کا رہائشی ہوں۔ پوچھا کس خاندان سے؟ فرمایا، قریش سے۔ پوچھا کیا پیشہ ہے؟ فرمایا ،تجارت، بحیرا نے یہ سن کر کہا اللہ تعالیٰ نے تمھیں سچا خواب دکھایا ہے عنقریب ایک عظیم

الشان رسول تمھاری قوم میں پیدا ہوگا تم ان کی زندگی میں ان کے وزیر اور انکی وفات کے بعد خلیفہ بنو گے۔

(ابن عساکر)

☆..... روض الانف میں ہے ''رأی القمر ینزل إلی مکة ، ثم رآه قد تفرق علی جمیع منازل مکة وبیوتها ، فدخل فی کل بیت منه شعبة ، ثم کأنه جمع فی حجره فقصها علی بعض الکتابیین فعبرها له بأن النبی المنتظر الذی قد أظل زمانه تتبعه''

ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا کہ ایک چاند ہے جو مکہ پر نازل ہوکر مختلف اجزاء میں تقسیم ہوگیا اور اسکا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک گھر میں داخل ہوگیا اور پھر وہ تمام اجزاء مل کر پورا چاند بن کر ان کی گود میں آگیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اہل کتاب عالم سے اسکی تعبیر پوچھی اس نے کہا تم نبی آخر الزماں کی پیروی کرو گے جس کا انتظار کیا جارہا ہے۔

(الروض الانف: باب اسلام ابی بکر، ص 431)

وہ چاند ماہ نبوت مہر رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے جن کو اعلانِ نبوت سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا اور اس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی طرف راغب ہوئے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جونہی اعلان نبوت فرمایا تو بغیر کسی رکاوٹ اور ہچکچاہٹ کے اسلام قبول کرلیا۔

قبول اسلام میں اولیت

عن أبی سعید الخدری ، قال:قال أبو بکر الصدیق : ألست أحق الناس بهذا الأمر ؟ ألست أول من أسلم ؟ ألست صاحب کذا ؟ ألست صاحب کذا ؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (اے لوگو) کیا میں لوگوں میں سب سے زیادہ خلافت کا حقدار نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوا؟ کیا میرے اندر فلاں فلاں اوصاف نہیں ہیں۔

(صحیح ابن حبان: باب ذکر البیان بان ابا بکر حدیث نمبر 6989، بیروت)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ بعض روایت کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی، حضرت بلال، حضرت زید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں اولیت اسلام کا ذکر آتا ہے ان سب میں مطابقت یوں ہے کہ آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بچوں میں حضرت علی، غلاموں میں حضرت بلال اور آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

قرآن مجید اور شان صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آیت نمبر ا:

☆...... اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ **ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا فانزل الله سکینته علیه** (پارہ 10، سورۃ التوبہ، آیت نمبر 40)

ترجمہ: دو میں سے دوسرے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا۔ (کنز الایمان)

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ لہٰذا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ برگزیدہ صحابی ہیں کہ جن کی صحابیت کی گواہی قرآن مجید دیتا ہے۔

آیت نمبر۲:

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم
اجرھم عندربہ ھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون

(پارہ3،سورۃ البقرہ، آیت274)

ترجمہ: وہ اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کیلئے ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس انکو نہ کچھ اندیشہ اور نہ کچھ غم۔ (کنزالایمان)

یہ آیت مبارکہ بھی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی آپ کے پاس چالیس ہزار اشرفیاں تھیں۔ آپ نے انہیں چار طرح سے خرچ فرمایا۔ دس ہزار دن میں، دس ہزار رات میں، اتنی ہی چھپا کر اور اتنی ہی علانیہ، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجر عظیم کے مستحق ہیں، ان کے اعمال بارگاہ خداوندی میں مقبول اور لائق تعریف ہیں۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا و آخرت کے رنج و غم سے آزاد اور رضائے الٰہی کے حامل ہیں۔ (نورالعرفان: ص56 نعیمی کتب خانہ گجرات)

آیت نمبر۳:

ھوالذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من
الظلمٰت الی النور (پارہ22،سورۃ احزاب، آیت43)

ترجمہ: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے تاکہ تمھیں اندھیرے سے اجالے کی طرف نکالے۔ (کنزالایمان)

یہ آیت مبارکہ بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہے۔ جب آیت کریمہ "ان اللہ وملائکتہ" نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ہم نیاز

مندوں کوحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل رب نے کس عزت سے نوازا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

هو الذی یصلی علیکم وملا ئکته لیخرجکم من الظلمٰت الیٰ النور (پارہ 22، سورۃ احزاب، آیت 43)

ترجمہ: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے تاکہ تمھیں اندھیرے سے اجالے کی طرف نکالے۔

(خزائن العرفان: ص 549، قدرت اللہ کمپنی لاہور)

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب خاص کی التجاء پر اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

آیت نمبر۴:

والذی جاء بالصدق وصدق به اولئك هم المتقون ،لهم مایشاؤون عند ربهم ذالك جزاء المحسنین۔

(پارہ 24، سورۃ الزمر، آیت 33 تا 34)

ترجمہ: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور جنہوں نے انکی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔ان کیلئے ہے جو وہ چاہیں ان کے رب کے پاس، نیکیوں کا یہی صلہ ہے۔ (کنز الایمان)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سچ لانے والے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اسکی تصدیق کرنے والے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔امام رازی، علامہ اسمٰعیل حقی اور امام سہیل نے بھی تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیا ہے۔ (حاشیہ جلالین، صفحہ 388)

آیت نمبر۵:

ونزعنامافی صدورھم من غل تجری من تحتهم الانھٰر

(پارہ8،سورۃ الاعراف،آیت نمبر43)

ترجمہ: اور ہم نے انکے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے ان کیلئے نیچے نہریں بہیں گی۔ (کنزالایمان)

یہ آیت مبارکہ بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ بغض وکینہ سے پاک کردیا۔اور رافت ورحمت،محبت وشفقت،خوف وامیداور نرمی وآسانی سے معمور فرمایا۔نیز اس آیت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے جنت کی بشارت عظمیٰ بھی ہے نیز اس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن عمل،اعلیٰ اخلاق،بلند حوصلگی ،خاتمہ بالخیراور مقبولیت ومحبوبیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

آیت نمبر۶:

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئك الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجرعظیم

(پارہ26،سورۃ الحجرات،آیت3)

ترجمہ: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (کنزالایمان)

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں آواز بلند کرنے سے روک دیا گیا تو حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی آوازوں کو نہایت پست کردیا۔ان کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ،ان کے دلوں کے تقویٰ کی گواہی دی اور مغفرۃ واجرعظیم کا وعدہ فرمایا۔

آیت نمبر ۷:

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقتلوا

(پارہ 27، سورۃ الحدید، آیت 10)

ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ (کنزالایمان)

یہ آیت مبارکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بالعموم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بالخصوص نازل ہوئی۔ کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، سب سے پہلے راہ خدا میں خرچ کیا، اور سب سے پہلے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی۔ (نورالعرفان: ص 861 نعیمی کتب خانہ گجرات)

آیت نمبر ۸، ۹، ۱۰:

فامامن اعطیٰ واتقیٰ، وصدق بالحسنیٰ، فسنیسره للیسریٰ

(پارہ 30، سورۃ واللیل، آیت 5 تا 7)

ترجمہ: تو جس نے (راہ خدا میں مال) دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھا سچ مانا تو بہت جلد ہم اس کو آسانی مہیا کردیں گے۔ (کنزالایمان)

یہ آیاتِ مبارکہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل وکمالات کے بارے میں نازل ہوئیں۔ یعنی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنہوں نے بہترین مال

اللہ کی راہ میں دیا اور روز ازل سے متقی ہوئے کہ دنیا میں آکر بھی گناہ نہ کیا اور جنھوں نے ہر اچھی بات یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر قول و فعل کو قولاً عملاً اعتقاداً سچ مانا ہم ان کے لیے دنیا، نزع، قبر و حشر میں ہر طرح کی آسانیاں مہیا کریں گے بلکہ عالم کی مشکلیں انہی کے طفیل حل ہوئیں۔

(نورالعرفان: ص890 نعیمی کتب خانہ گجرات)

آیت نمبر ۱۱، ۱۲:

وسیجنبھا الاتقیٰ ۔الذی یوتی مالہ یتزکیٰ

(پارہ 30، سورۃ واللیل، آیت 17 تا 18)

ترجمہ: اور اس (جہنم) سے بہت دور رکھا جائے گا اسے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔

(کنزالایمان)

ان آیتوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت مناقب بیان کئے گئے ہیں:

۱) وہ دوزخ سے بہت دور رکھے جائیں گے یا اس طرح کہ دنیا میں نہ کوئی گناہ سرزد ہوا نہ ہوگا۔ قبر و حشر میں دوزخ سے اتنا فاصلہ کہ وہاں کی گرمی تو کیا آواز بھی نہ آئے یا اس طرح کہ انکی اولاد بلکہ تا قیامت ماننے والوں کی دوزخ سے نجات ہوگی۔

۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری امت میں سب سے افضل ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد از انبیاء تمام لوگوں میں سب سے بڑے متقی ہیں اور سب سے بڑا متقی قرآن کی رو سے سب سے افضل ہے لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہوئے۔

۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقات و خیرات مقبول ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کا مال ایسے خرچ فرماتے جیسے باپ سعادت مند بیٹے کا مال بلا تامل خرچ کرتا ہے۔ مسجد نبوی کی زمین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقف کی۔

(نورالعرفان: ص891 نعیمی کتب خانہ گجرات)

ان آیات کے تحت تفسیر کبیر، معالم التنزیل، روح البیان، روح المعانی، طبری وغیرہ میں بڑی تفصیل سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بیان کئے گئے ہیں۔

آیت نمبر ۱۳، ۱۴، ۱۵:

وما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ ٥ الا ابتغاء وجه ربه الاعلیٰ ٥ ولسوف یرضیٰ

(پارہ 30، سورۃ واللیل، آیت 19 تا 21)

ترجمہ: اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک ہے وہ راضی ہوگا۔ (کنزالایمان)

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت بلال یا امیہ بن خلف کا ان پر کوئی احسان ہوگا جس کے بدلہ میں انہوں نے اتنی گراں قیمت میں حضرت بلال کو خرید کر آزاد کیا ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کسی کا فر کا یا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی احسان نہیں۔ اس آیت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاص کی گواہی خود رب العلمین نے دی ہے یہ آپ کے کمال ایمان کی نشانی ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی رضا و خوشنودی کا مژدہ سنایا ہے۔ (عامہ تفاسیر)

آیت نمبر ۱۶:

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یوتوا اولی القربیٰ والمسکین والمهاجرین فی سبیل الله ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم

(پارہ 18، سورۃ النور، آیت 22)

ترجمہ: اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم پر فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے۔

(کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کان ینفق علی مسطح لقرابته منه واللہ لا أنفق على مسطح شيئا أبدا بعد الذى قال لعائشة فأنزل الله(ولا يأتل أولوا الفضل منكم والسعة أن يؤتوا أولى القربى)الآية قال أبو بكر بلى والله إنى لأحب أن يغفر الله لى فرجع إلى مسطح النفقة التى كان ينفق عليه وقال والله لا أنزعها عنه أبدا

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسطح نامی شخص کو خرچ وغیرہ دیا کرتے تھے۔جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگی تو وہ بھی اس میں شریک تھا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ آپ اس پر آئندہ خرچ نہ کریں گے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔کہ ابوبکر جیسے عظیم وصاحبِ فضیلت کے لائق نہیں کہ وہ حسن سلوک نہ کرے بلکہ معاف کرنا انکی شایان شان ہے۔جب یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی تو جواب دیا کیوں نہیں؟میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے چنانچہ آپ نے مسطح کا وظیفہ جاری کردیا۔

(بخاری:باب،الیمین لایملک،حدیث نمبر 6185 بیروت)

اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت معلوم ہوتی ہے جس کی گواہی خود اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

نگاہِ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں

مقامِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آں امن الناس برمولائے ما

عن ابی سعید الخدری قال رسول الله صلی الله علیه وسلم إن أمن الناس علی فی ماله وصحبته أبو بكر ولو كنت متخذا خليلا لاتخذت أبا بكر خليلا ولكن أخوة الإسلام لا تبقين فی المسجد خوخة إلا خوخة أبی بكر"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بیشک اپنے مال اور صحبت میں لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر جانی و مالی ایثار کرنے والے ابوبکر ہیں اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیل بناتا البتہ اسلامی اخوت ومحبت ہم میں ہے اور مسجد میں کوئی کھڑکی باقی نہ رکھی جائے سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔

(مسلم: باب فضائل ابی بکر، حدیث نمبر 4390 بیروت)

مرجع عالم

عن جبیر بن مطعم أن امرأة سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم شیئا فأمرها أن ترجع إلیه فقالت یا رسول الله أرأیت إن جئت فلم أجدك قال أبی كأنها تعنی الموت قال فإن لم تجدینی فأتی أبا بكر

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی شے کے بارے میں کلام کیا۔ آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے دوبارہ آنے کے لیے کہا، اس نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو نہ پاؤں تو پھر کیا کروں۔ فرمایا اگر مجھے نہ پائے تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آجانا۔

(مسلم: باب فضائل ابی بکر، حدیث نمبر 4398 بیروت)

محبوب محبوب خدا

عمرو بن العاص رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم بعثه على جيش ذات السلاسل فأتيته فقلت أي الناس أحب إليك قال عائشة فقلت من الرجال فقال أبوها قلت ثم من قال ثم عمر بن الخطاب

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں ذات السلاسل کے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا فرماتے ہیں جب میں واپس آیا تو میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم "اى الناس احب اليك" لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب آپ کے نزدیک کون ہے؟ فرمایا، عائشہ۔ عرض کی مردوں میں؟ فرمایا، ان کے باپ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(بخاری: باب قول النبی ﷺ لو کنت ارلخ، حدیث نمبر 3389 بیروت)

سب سے زیادہ نفع بخش

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لأحد عندنا يد إلا وقد كافيناه ما خلا أبا بكر فإن له عندنا يدا يكافيه الله بها يوم القيامة وما نفعني مال أحد قط ما نفعني مال أبي بكر ولو

كنت متخذا خليلا لاتخذت أبا بكر خليلا ألا وإن صاحبكم خليل الله

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم پر کسی کا بھی جانی و مالی ایثار نہیں مگر ہم نے اسکا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر کے، ان کی ہمارے لیے اتنی قربانیاں ہیں کہ انکا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا ،اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا ابوبکر کے مال نے دیا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا سنو تمھارے صاحب (آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے خلیل ہیں۔

(ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث نمبر 3594 بیروت)

ساقی کوثر

عـن عبـد الـلـه بن عمرأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لأبى بكر أنت صاحبى فى الغارو صاحبى على الحوض

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

انـت صاحبى في الغار وصاحبى على الحوض ''تم میرے غار میں بھی ساتھی ہو اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی ہوگے''۔

(ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث نمبر 3603 بیروت)

رفیق قبرو حشر

عـن ابـن عـمـر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا أول مـن تـنشـق عـنـه الأرض ثـم أبـو بـكـر ثـم عـمر ثم آتى أهل البقيع فيحشرون معى ثم أنتظر أهل مكة حتى أحشر بين الحرمين

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میری قبر انور کھولی جائے گی۔ پھر ابو بکر کی، پھر عمر کی پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا۔ پس وہ میرے ساتھ جمع کئے جائیں گے پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ بروز قیامت میں اہل حرمین کے درمیان ہوں گا۔

(ترمذی: باب مناقب عمر ابن الخطاب، حدیث نمبر 3625 بیروت)

سب سے پہلے جنت میں

عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی الله علیه وسلم أتانی جبریل فأخذ بیدی فأرانی باب الجنة الذی تدخل منه أمتی فقال أبو بکر یا رسول الله وددت أنی کنت معك حتی أنظر إلیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم أما إنك یا أبا بکر أول من یدخل الجنة من امتی"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جہاں سے میری امت جنت میں داخل ہوگی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ کیساتھ ہوں تا کہ آپ کی زیارت سے لطف اٹھاؤں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یااابابکر اماانك اول من یدخل الجنة من امتی
"اے ابو بکر تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے"۔

(ابوداؤد: باب فی الخلفاء، حدیث نمبر 4033 بیروت)

حمایت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کپڑے کے ایک کنارے کو پکڑے ہوئے آئے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا! تمہارے صاحب غضبناک ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر سلام عرض کیا اور کہا میرے اور عمر فاروق کے درمیان کچھ جھگڑا تھا میں نے ان سے کچھ سخت کلامی کی پھر مجھے ندامت ہوئی میں نے ان سے معافی مانگی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یغفر اللہ لک یا ابابکر

''ابوبکر اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش کرے''۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ یہ فرمایا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نادم ہو کر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گئے۔ مگر نہ پایا تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھ کر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈر گئے گھٹنوں کے بل جھک کر دو مرتبہ عرض کی حضور! خدا کی قسم میری ہی زیادتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تو تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر نے تصدیق کی اور اپنا جان و مال میرے اوپر خرچ کیا۔ تو کیا تم میری خاطر میرے ساتھی کو نہیں چھوڑ سکتے؟ پھر اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی تکلیف نہ پہنچائی گئی۔

(بخاری: باب لو کنت متخذا الخ، حدیث نمبر 3388 بیروت)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی فضیلت کا ذکر ہے:

۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے بار بار مغفرت کی دعا مانگتے ہیں۔

۲) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ سے شدید محبت تھی کہ آپ کی وجہ سے غضب فرماتے ہیں۔

۳) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام میں اول ہونے کی خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گواہی دیتے ہیں۔

۴) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانی و مالی قربانی بارگاہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نہایت مقبول ہے۔

۵) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دل آزاری سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے۔

۶) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو خصوصی تعلق حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔

۷) صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذیت پہنچانے سے ہمیشہ ڈرتے رہے۔

بھر پور اعتماد

قال أبو بريرة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بينا راع في غنمه عدا عليه الذئب فأخذ منها شاة فطلبه الراعي حتى استنقذها منه فالتفت إليه الذئب فقال له من لها يوم السبع يوم ليس لها راع غيري " ورجل يسوق بقرة له قد حمل عليها التفتت إليه البقرة فقالت إني لم أخلق لهذا ولكني إنما خلقت للحرث فقال الناس سبحان الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فإني أومن بذلك أنا وأبو بكر وعمر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ایک چرواہا اپنی بکریوں کے پاس تھا کہ ایک بھیڑیا آ کر اس

کی بکری لے گیا۔ چرواہے نے پیچھے بھاگ کر بکری چھین لی بھیڑیا بولا جب درندوں کا ہی دن ہوگا اس وقت کون انکی حفاظت کرے گا۔ اور ایک آدمی بیل پر سامان لادے جارہا تھا تو اس بیل نے مڑ کر آدمی سے کہا میں اسلئے پیدا نہیں کیا گیا میں تو کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں لوگوں نے یہ عجیب خبریں سن کر سبحان اللہ کہا نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی اس پر ایمان لایا اور ابوبکر وعمر بن الخطاب بھی۔

(مسلم: باب فضائل ابوبکر، حدیث نمبر 4401 بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ان خدام پر کتنا بھرپور اعتماد تھا نیز اس میں ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صدق ایمان اور قوۃ یقین کی طرف بھی اشارہ ہے۔

دل کا تقویٰ

عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالی عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حين ذكر في الإزار ما ذكر قال أبو بكر يا رسول الله إن إزاري يسقط من أحد شقيه قال إنك لست منهم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنا تہبند تکبر سے گھسیٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، بیشک میرے کپڑے کی ایک طرف لٹکتی ہے مگر یہ کہ میں اسے درست رکھوں گا نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر تم تو یہ تکبر سے نہیں کرتے۔

(بخاری: باب من اثنی علی اخیہ الخ حدیث نمبر 5602 بیروت)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سلامت روی، طہارت قلب، عاجزی و انکساری اور دلی پاکیزگی پر کیسی شاندار دلیل ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گواہی دیتے ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ مبارک تکبر وغرور سے پاک ہے۔

جنت کی پکار

عن ابی هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من أنفق زوجين من شيء من الأشياء في سبيل الله دعي من أبواب يعني الجنة يا عبد الله هذا خير.فمن كان من أهل الصلاة دعي من باب الصلاة ومن كان من أهل الجهاد دعي من باب الجهاد ومن كان من أهل الصدقة دعي من باب الصدقة ومن كان من أهل الصيام دعي من باب الصيام وباب الريان فقال أبو بكر ما على هذا الذي يدعى من تلك الأبواب من ضرورة وقال هل يدعى منها كلها أحد يا رسول الله قال نعم وأرجو أن تكون منهم يا أبا بكر"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی شے کا جوڑا خرچ کیا اسے جنت کے دروازوں سے ندا کی جائے گی کہ اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے پس جو نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو مجاہد ہوگا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والا ہوگا اسے باب الصدقہ سے بلایا جائے گا جو روزہ دار ہوگا اسے باب الریان سے بلایا جائے گا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :نعم وارجوان تکون منھم یااابابکر "ہاں اے ابوبکر مجھے امید ہے کہ تم انہی میں سے ہو"۔ (جسے جنت کے تمام دروازوں سے پکارا جائے گا) (بخاری: باب لوکنت متخذا الخ، حدیث نمبر 3393 بیروت)

سبب نزول برکات

ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہوگیا۔ اس کی تلاش میں قافلے

والے ٹھہر گئے، پانی ختم ہو گیا اور وضو کی ضرورت پڑی تو آیت تیمّم نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قدر آسانی دیکھ کر کہا:

ماھی باول برکتکم یاآل ابی بکر ''اے ابوبکر کے گھر والو! یہ تمھاری پہلی برکت نہیں''۔

(بخاری: باب قول اللہ تعالیٰ فلم تجدوا ماء، حدیث نمبر 322 بیروت)

یعنی اس گھرانے کی وجہ سے مسلمانوں پر رحمتوں، برکتوں اور آسانیوں کا نزول ہوتا ہی رہتا ہے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک گھر برکتوں اور رحمتوں کا سرچشمہ ہے اور خیر کا مرکز ہے۔

قرب حبیب خدا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جب شہادت ہوئی تو آپ کو چارپائی پر لٹایا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، میں بھی قوم میں کھڑا ہوا تھا اور لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے دعا کر رہے تھے۔ اچانک ایک آدمی پیچھے سے میرے کندھے پر اپنی کہنی رکھ کر کہنے لگا، اے عمر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ عطا فرمائے گا۔ اس لیے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بکثرت یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

کنت وابو بکر وعمر وفعلت وابو بکر و عمر وانطلقت وابو بکر و عمر

''میں اور ابوبکر اور عمر تھے۔ میں نے اور ابوبکر وعمر نے یہ کہا اور میں اور ابوبکر وعمر چلے''۔

(یعنی اکثر کاموں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقام کے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام ضرور لیتے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ کہنے والے حضرت علی تھے۔

(بخاری: باب لوکنت متخذا الخ، حدیث نمبر 3401 بیروت)

نکات:

۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شدید محبت تھی، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنے ساتھ ان کا تذکرہ بھی فرماتے۔

۲) جو محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان مقربین کو برا کہے وہ گمراہ ہے۔

۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان سے محبت کرتے ان کی عظمت وشان بیان کرتے اور انکے لیے دعا کرتے تھے۔لہٰذا جو انہیں برا کہے وہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن اور مخالف ہے۔

جنت کی بشارت

بخاری ومسلم وترمذی وابن ماجہ نیز دیگر کتب احادیث میں بکثرت ایسی حدیثیں ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کی بشارت دی۔ان میں سے ایک پیش خدمت ہے۔

عن أبي موسى رضى الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل حائطا وأمرني بحفظ باب الحائط فجاء رجل يستأذن فقال ائذن له وبشره بالجنة فإذا أبو بكر

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں ایک کنویں کے پاس تشریف فرما تھے اور میں بطور دربان دروازے پر تھا۔اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا ابوبکر، میں نے انہیں وہیں کھڑا کرکے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ائذن له وبشره بالجنة ''انہیں اندر آنے کی اجازت بھی دو اور ساتھ ہی جنت کی بشارت بھی دو''۔

(اسکے بعد حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی ایسا ہی واقعہ ہے۔)

(بخاری: باب مناقب عثمان، حدیث نمبر 3419 بیروت)

نکات:

۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مالک جنت ہیں جسے چاہیں جنت عطا فرمائیں۔

۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطعی جنتی ہیں آپ کے جنتی ہونے میں شک کرنے والا گمراہ ہے۔

محافظ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شدید ترین تکلیف کے بارے میں پوچھا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کی طرف سے پہنچی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اس نے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک میں چادر ڈال کر گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور اس کو دفع کیا اور کہا:

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاء کم بالبینات من ربکم ''کیا تم ایک مرد کو مارتے ہو اس پر کہ وہ فرماتے ہیں میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں لائے''۔

(بخاری: باب لو کنت متخذا الخ، حدیث نمبر 3402 بیروت)

یہ شروع اسلام کا واقعہ ہے جب مسلمان کمزور اور کفار کا غلبہ تھا۔ ایسے وقت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بچانے کے لیے وہی آگے بڑھ سکتا تھا جسے اپنی جان سے زیادہ

محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جان پیاری ہو اور جو اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار ہو۔ اور یہ وصف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔

جامع الصفات

عن أبی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من أصبح منکم الیوم صائما قال أبو بکر رضی اللہ عنہ أنا قال فمن تبع منکم الیوم جنازۃ قال أبو بکر رضی اللہ عنہ أنا قال فمن أطعم منکم الیوم مسکینا قال أبو بکر رضی اللہ عنہ أنا قال فمن عاد منکم الیوم مریضا قال أبو بکر رضی اللہ عنہ أنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امرء إلا دخل الجنۃ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اے صحابہ) تم میں سے آج روزہ دار کون ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "میں" نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے آج جنازے کے ساتھ کون چلا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "میں" فرمایا! تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "میں نے" (مسکین کو کھانا کھلایا) فرمایا! تم میں سے آج کس نے بیمار کی تیمارداری کی؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "میں نے" نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما اجتمعن فی امرء الا دخل الجنۃ "کسی آدمی میں یہ خوبیاں جمع نہیں ہوں گی مگر یہ کہ وہ جنت میں جائے گا"۔

(مسلم: باب من جمع الصدقۃ والمال، حدیث نمبر 1707 بیروت)

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اسکا معنی ہے کہ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائے گا۔ (نووی شرح مسلم)

چمکتے ستارے

عن أبي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن أہل الدرجات العلى ليراہم من تحتہم كما ترون النجم الطالع في أفق السماء وإن أبا بكر وعمر منہم

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک جنت میں نچلے درجے والے بلند درجوں کے مکینوں کو اسطرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کناروں میں چمکتے ستاروں کو دیکھتے ہو۔

وان ابا بکر وعمر منھم "اور بیشک ابوبکر وعمر بھی ان بلند درجے والوں میں سے ہیں"۔

(ترمذی: باب مناقب عمر، حدیث 3591 بیروت)

جنت کے سردار

عن علي بن أبي طالب قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ طلع أبو بكر وعمر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ہذان سيدا كہول أہل الجنة من الأولين والآخرين إلا النبيين والمرسلين يا علي لا تخبرہما"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ اچانک حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر خدمت ہوئے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر وعمر جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء ومرسلین کے، اے علی ان کو اس بات کی خبر نہ دینا۔

(ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث 3598 بیروت)

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جنت میں تو سب جوان ہوں گے تو بوڑھوں کا سردار ہونے کا کیا مطلب ہے محدثین فرماتے ہیں۔اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا میں

بڑھاپے کی حالت میں رخصت ہوئے اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یکے بعد دیگرے تمام امت مسلمہ میں افضل ہیں بعض لوگ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو افضل قرار دیتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ بحکم حدیث وہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی جنت میں نوجوان ہوں گے لہٰذا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے بھی سردار ہوئے، یہ غلط ہے۔ جنتی نوجوان والی حدیث سے بھی یہی مراد ہے کہ وہ لوگ جو دنیا سے جوانی کی حالت میں رخصت ہوئے۔ امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے سردار ہیں اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تو بڑھاپے کی حالت میں دنیا سے پردہ فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دینے سے اس لئے روکا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس ان کو خبر دے کر خوش کرنا چاہتے تھے۔

منظورِ نظر

عن أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج على أصحابه من المهاجرين والأنصار وهم جلوس فيهم أبو بكر وعمر فلا يرفع إليه أحد منهم بصره إلا أبو بكر وعمر فإنهما كانا ينظران إليه وينظر إليهما ويتبسمان إليه ويتبسم إليهما

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین وانصار کے پاس تشریف لاتے جب وہ بیٹھے ہوتے اور ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ان میں ہوتے تو کوئی بھی حضور انور، ساقی کوثر، مالک بحر وبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا سوائے ابو بکر وعمر کے۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے اور یہ دونوں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ کر مسکراتے۔

(ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث 3601 بیروت)

اس حدیث مبارک کا ایک ایک لفظ عظمت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اور محبت کے اس انداز کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اس کی چاشنی سے آگاہ ہیں۔کسی کو دیکھ کر مسکرا دینا اس سے انتہائی قلبی محبت و وارفتگی کی نشانی ہوتی ہے۔جسے محبت کا اعلیٰ درجہ شمار کیا جاتا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس سے محبت فرمائیں اس سے بغض رکھنا شدید ترین گمراہی ہے۔

رفیق قبر وحشر

عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج ذات يوم فدخل المسجد وأبو بكر وعمر أحدهما عن يمينه والآخر عن شماله وهو آخذ بأيديهما وقال هكذا نبعث يوم القيامة

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔کہ ایک دن حبیب خدا،امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ابو بکر وعمر آپ کے دائیں بائیں تھے نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انکے ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا،فرمایا:

هكذا نبعث يوم القيمة ”ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے“۔

(ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث 3602 بیروت)

نکات:

۱) حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اکثر حضور اکرم، تاجدار عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے۔

۲) یہ دونوں عظیم المرتبت صحابہ کرام علیہم الرضوان دنیا، قبر وحشر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں۔

۳) آپ دونوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما نار جہنم سے محفوظ اور جنت میں پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گے کیوں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن کا ہاتھ پکڑ لیں پھر ان کو جھٹکتے نہیں۔

دین کے ستون

عن عبد اللہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی أبا بکر وعمر فقال ہذان السمع والبصر

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا تو فرمایا یہ دونوں کان اور آنکھیں ہیں۔

(ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث 3604 بیروت)

اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح کان اور آنکھیں پورے بدن میں سب سے زیادہ شرافت ونفاست کی حامل ہیں اسی طرح یہ دونوں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل و اشرف اور نفیس ہیں یا دین میں ان کی اہمیت ایسی ہی ہے جیسے آنکھ اور کان کی بدن میں یا جس طرح آنکھوں سے دیکھی اور اپنے کانوں سے سنی ہوئی بات پر کامل یقین ہوتا ہے اس طرح مجھے ان پر کامل یقین ہے۔ یا جس طرح آدمی کو اپنے کان اور آنکھیں محبوب ہوتی ہیں یہ دونوں مجھے اس طرح محبوب ہیں۔ یا بکثرت حق سننے اور دیکھ کر ماننے کی وجہ سے یہ گویا کان اور آنکھیں بن چکے ہیں اس میں ان دونوں بزرگوں کی کامل اطاعت واتباع کی طرف اشارہ ہے یا جس طرح آنکھ اور کان کے بغیر جسم نامکمل ہوتا ہے اسی طرح ان دونوں کی محبت کے بغیر آدمی کا ایمان نامکمل ہے۔

مقتدا

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی لقوم فیہم أبو بکر أن یؤمہم غیرہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لاینبغی لقوم فیھم ابو بکر ان یومھم غیرہ ''کسی قوم کے لیے جائز نہیں کہ ان کی امامت کوئی اور شخص کرائے جبکہ ابو بکر ان میں موجود ہوں''۔

(ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث 3606 بیروت)

کیونکہ امامت کا زیادہ مستحق وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں سے افضل ہو اور صحابہ کرام تمام امت سے افضل ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ میں افضل ہیں۔ لہٰذا امامت و قیادت کے مستحق بھی آپ ہی ہیں۔

وزیر سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی کے دو وزیر آسمانوں میں ہوتے ہیں، اور دو وزیر زمینوں میں۔

فاما وزیرای من اھل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر ''پس میرے دو وزیر آسمان والوں میں جبرائیل ومیکائیل ہیں، اور زمین والوں میں میرے دو وزیر ابوبکر وعمر ہیں''۔

(ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث 3613 بیروت)

نکات:

۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہنشاہ ارض وسماء ہیں۔ آپ کی حکومت زمین پر بھی ہے اور آسمانوں پر بھی۔

۲) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات کے رسول ہیں۔

۳) سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعظیم درحقیقت حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے کیونکہ وزیر کی تعظیم بادشاہ کی وجہ سے کی جاتی ہے اور بادشاہ کیساتھ خصوصی تعلق کی وجہ ہی سے اس کے وزیر سے محبت کی جاتی ہے۔

۴) جسے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی چاہئے اسے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے غلامی کا تعلق قائم کرنا پڑے گا کیونکہ بادشاہ تک پہنچنے کیلئے وزیر کا وسیلہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

قطعی جنتی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا:

يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فاطلع ابوبكر

''ابھی ایک جنتی مرد آئے گا چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہو گئے۔

پھر فرمایا ابھی ایک جنتی نوجوان آئے گا تو اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمودار ہوئے۔ (ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث 3627 بیروت)

نکات:

۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عالم ما کان وما یکون ہیں۔

۲) حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قطعی جنتی ہیں۔

۳) جوان کے جنتی ہونے میں شک یا انکار کرے وہ گمراہ ہے، بددین اور جاہل ہے۔ بل عند الفقهاء كافر

صحابہ کا وظیفہ

عن ابن عمر قال كنا نقول ورسول الله صلى الله عليه وسلم حي أبو بكر وعمر وعثمان''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہم یوں کہتے ہیں ابوبکر وعمر وعثمان (ترمذی: باب مناقب عثمان بن عفان، حدیث 3640 بیروت) یعنی ان تینوں کا بکثرت ذکر کرتے۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں جو قرب ان کو حاصل تھا وہ کسی اور کو نہ تھا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جس قدر نظر شفقت ان پر تھی وہ کسی اور پر نہ تھی۔

رحمتوں کی برسات

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ابوبکر جنت میں ہیں اور عمر جنت میں ہیں اور عثمان جنت میں ہیں اور علی جنت میں ہیں اور طلحہ جنت میں ہیں اور زبیر جنت میں ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں اور سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں اور سعید بن زید جنتی ہیں۔

(ابن ماجہ: باب فضائل عشرہ، حدیث 130 بیروت)

مالکِ جنت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دس صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایک ہی نشست میں جنت کی بشارت عطا فرمائی اور حکمت والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکمت کے تقاضے کے مطابق ان کو فضیلت کی ترتیب کے اعتبار سے ذکر فرمایا۔

آئینہ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کامل وابستگی اور عشق کی وجہ سے انوار نبوت کی شعاعیں اسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود میں داخل ہو چکی تھیں کہ اوصاف نبوت کی جھلک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود اقدس میں نظر آتیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمالات ظاہریہ و باطنیہ میں آئینہ حبیب خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نظر آتے تھے۔

فنا اتنا تو ہو جاؤں میں تیری ذات عالی میں

جو مجھ کو دیکھ لے اسے تیرا دیدار ہو جائے

چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی اور پیام الٰہی کی ہیبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہوئے اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

والله مایخزیك الله ابدا انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق "خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ہرگز آپ کو رسوا نہ کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور ناداروں کی مدد کرتے ہیں اور مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد فرماتے ہیں"۔

(بخاری: باب بدء الوحی، حدیث 3 بیروت)

یہ تو اوصاف تھے سرکارِ ابد قرار، بے کسوں کے غمگسار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان دیکھئے۔

ایک مرتبہ کفار کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کرنے لگے۔ تو ابن الدغنۃ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا راستہ روک لیا اور کہا:

ان مثلك لایخرج ولایخرج فانك تكسب المعدوم وتصل الرحم وتحمل الكل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق "بیشک آپ جیسا شخص مکہ مکرمہ سے نہیں جاسکتا اور نہ ہی آپ کو نکالا جائے گا کیونکہ آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں اور صلہ رحمی کرتے ہیں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کی امداد فرماتے ہیں"۔

(بخاری: باب جوار ابی بکر الخ، حدیث 2134 بیروت)

ادنیٰ توجہ فرمائیں تو واضح ہو جائے گا کہ جو اوصاف حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بیان فرمائے وہی اوصاف ایک کافر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی سخت سے سخت شرائط کو قبول فرمالیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مضطربانہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی! کیا آپ نبی برحق نہیں؟ فرمایا! کیوں نہیں، عرض کی! کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا! کیوں نہیں، عرض کی، پھر ہم دب کر شرائط کیوں مانیں؟ فرمایا! میں اللہ کا رسول ہوں اسکی نافرمانی نہیں کرتا وہ میری مدد فرمائے گا۔ عرض کی، کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ فرمایا! ہاں، لیکن کیا میں نے اسی سال طواف کرنے کے لیے کہا تھا؟ پھر فرمایا! میری خبر سچی ہوگی اور میں ضرور کسی سال بیت اللہ جا کر طواف کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آئے۔ اور کہا اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں؟ فرمایا! کیوں نہیں، حضرت عمر نے کہا، کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا! کیوں نہیں۔ حضرت عمر نے کہا پھر اس طرح دب کر ہم کیوں شرائط مانیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا وہ اللہ کے رسول ہیں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائیگا۔ حضرت عمر نے کہا، کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کیا انہوں نے اسی سال طواف کرنے کا فرمایا تھا؟ عرض کی نہیں، فرمایا! پھر یقیناً ان کی خبر سچی ہے وہ عنقریب ضرور بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ (بخاری: باب الشروط فی الجہاد، حدیث 2529 بیروت)

اللہ اکبر محب و محبوب میں کیسی کامل مناسبت اور وابستگی ہے۔ سوچ اور نظر تک میں جدائی نہیں اور یہ جدائی ہو بھی کیسے۔ جب غار میں، مزار میں، سفر میں، حضر میں، دنیا و آخرت میں ہر جگہ دونوں اکٹھے ہیں تو نظر و فکر، اقوال وافعال میں کس طرح جدا ہو سکتے ہیں۔ بلکہ حدیث مبارکہ میں ہے: الارواح جنود مجندة ''ارواح اکٹھے کیے ہوئے لشکر ہیں''۔ جو عالم ارواح میں کسی سے مانوس ہوا وہ دنیا میں بھی مانوس ہو گیا اور جو وہاں مختلف رہا وہ دنیا میں بھی مختلف رہے گا تو یقیناً عالم ارواح میں بھی محبوب خدا، امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ رکھا، تبھی دنیا میں بھی مانوس فرمایا۔

ہر میدان میں اول

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار (پارہ 11، سورۃ توبہ، آیت نمبر 100) نیز فرمایا: السابقون السابقون۔اولئك المقربون ترجمہ: سبقت لے جانے والے سبقت لے جانے والے ہیں یہی اللہ تعالیٰ کے مقربین ہیں۔

(پارہ 28، سورۃ واقعہ، آیت 10 تا 11)

ان دونوں آیات کے اولین مصداق حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کیونکہ تصدیق رسالت، ایمان، حسنات، راہ خدا میں خیرات، تبلیغ دین، اشاعت اسلام، نصرت دین، فضائل وکمالات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے سبقت لے گئے۔ نیز حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد امامت، قیادت، روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں مدفون ہونے، قبر انور سے نکالے جانے اور دخول جنت میں تمام امت سے سبقت لے جانے والے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔

مرکز توجہات

نبی کریم رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مرتبہ بنوعمر بن عوف میں صلح کرانے چلے گئے۔اور عصر کی نماز کا وقت آ گیا مگر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف نہ لائے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا آپ امامت کروائیں۔ (بخاری: باب الامام یأتی القوم الخ،حدیث 6653بیروت)

یونہی جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایام وصال تھے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مروا ابابکر ان یصلی بالناس ''ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بار بار عرض کرتیں سرکار کسی اور کو حکم فرمادیں لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر بار حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی نام لیا۔

(بخاری: باب حد المریض ان یشہد، حدیث 624بیروت)

گویا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے گروہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضائل و کمالات کے ایسے آفتاب تھے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نگاہیں ہر اہم کام میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہی اٹھتیں اور محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی خصوصی نظر شفقت سے آپ کو ہی نوازتے تھے۔

مظہر کمالات

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ابوبکر منی وانا منہ ''ابوبکر مجھ سے ہیں اور میں ابوبکر سے ہوں''۔

(کنز العمال: حدیث 32550بیروت)

اس کے دو مفہوم ہیں: (۱) ایک تو یہ کہ ابوبکر میرے کامل مطیع وفرمانبردار ہیں۔ (۲) ابوبکر کے کمالات کا حصول میری ذات سے ہے اور میرے کمالات کا ظہور ابوبکر کی ذات سے ہے۔ نیز یہ جملہ شدت ومحبت کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔

اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حکم دیں

عن عبد الله بن الزبير، قال :لما نزلت (وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ) قال أبو بكر :يا رسول الله، والله لو أمرتني أن أقتل نفسي لفعلت، قال صدقت يا أبا بكر

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:

ولو انا كتبنا عليهم ان اقتلوا انفسكم او اخرجوا من ديار كم مافعلوه الا قليل منهم (سورہ نساء، آیت نمبر 66)

ترجمہ: اور اگر ہم ان پر فرض کردیتے ہیں کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اس حکم پر عمل نہ کرتے مگر تھوڑے۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ مجھے حکم دیتے کہ میں اپنے آپ کو قتل کردوں تو میں اپنے آپ کو قتل کردیتا۔ حضور پرنور شافع یوم النشور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: صدقت ''اے ابوبکر تم نے سچ کہا''۔

(تفسیر ابن کثیر: سورۂ نساء، آیت 66)

سکون قلب

سفر معراج میں جب سدرۃ المنتھیٰ پر حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا تو آگے جا کر محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو

تنہائی سے وحشت ہوئی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز میں ایک کلام سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سنا:

قف یا محمد فان ربك یصلی

''اے محمد ٹھہر جایئے آپ کا رب صلوٰۃ پڑھتا ہے''۔

یہ آواز سن کر سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دل مبارک کو اطمینان ہوا۔

(مدارج النبوۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سے راحت اور سکون ملتا تھا تبھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز ہی سنائی۔

آنا جانا نور کا

عن عائشة رضی اللہ تعالی عنہاقالت لم أعقل أبوی إلا وبما یدینان الدین ولم یمر علیہما یوم إلا یأتینا فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم طرفی النہار بکرة وعشیة

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو دین کا پیرو کار ہی پایا اور ہم پر کوئی ایسا دن نہ گزرا مگر اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صبح شام ہمارے گھر تشریف لاتے تھے۔

(بخاری: باب ہل یزور صاحبہ کل یوم، حدیث 5615 بیروت)

دن میں دو مرتبہ تو حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور باقی دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

نور کی چمک

ایام وصال میں جب نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان مسجد کی طرف کھلنے والے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا لیکن فرمایا ابوبکر کا دروازہ

کھلا رکھا جائے اس پر بعض صحابہ علیہم الرضوان نے کہا ہمارے دروازے تو بند کر دیئے گئے مگر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دروازہ کھلا رہنے دیا۔ (یعنی اسکا سبب کیا ہے) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بلغني الذی قلتم فی ابی ابکر وانی اری فی باب ابی بکر نورا ''ابوبکر کے بارے میں تم نے جو بات کہی وہ مجھ تک پہنچ گئی، یاد رکھو بیشک میں ابوبکر کے دروازے پر نور دیکھتا ہوں''۔ (سیرت حلبیہ)

شکر خدا

عن ابی اروی الدوسی کنت جالسا عند النبی صلی الله علیه وسلم فأطلع أبو بكر وعمر رضی الله عنهما، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الحمد لله الذي أيدني بكما

حضرت ابواروی دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا:

الحمدالله الذی اید نی بکما ''اللہ کا شکر ہے جس نے تم دونوں کے ذریعے میری تائید فرمائی''۔

(المستدرک: باب اماحدیث ضمرۃ، حدیث 4421 بیروت)

تجلیء خاص

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا یا أبا بكر! أعطاك الله الرضوان الاكبر، اے ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تجھے بہت بڑی خوشنودی عطا فرمائی ہے قال: ما رضوانه ؟ عرض کی، حضور وہ کیا ہے؟ فرمایا:

ان اللہ یتجلی للخلق عامۃ ویتجلی لك خاصۃ ''اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے لیے عام تجلی فرمائے گا اور تمھارے لیے خاص تجلی فرمائے گا''۔

(کنز العمال: حدیث 32630 بیروت)

سبب فضیلت

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابو بکر کو تم پر محض نماز، روزوں کی وجہ سے فضیلت نہیں۔ بلکہ ایک عظیم شے کی وجہ سے فضیلت ہے جو ان کے سینے میں ہے۔

(الریاض النضرہ)

وہ خاص شے یا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کامل محبت ہے یا کامل اطاعت وایمان ہے یا سکینہ واطمینان ہے یا نور ربانی ہے یا معرفت رحمانی یا ان تمام چیزوں کا مجموعہ۔

اشجع الناس

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے پوچھا سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ سے لڑتا تھا، پھر میں سب سے کیسے بہادر ہوا؟ تم یہ بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے فرمایا ہمیں معلوم نہیں آپ ہی فرمائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! سب سے زیادہ بہادر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنگ بدر میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک سائبان بنایا۔ اور کہا کہ کون اس سائبان کے نیچے رہ کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرے گا تا کہ کوئی مشرک آپ کو تکلیف نہ پہنچا سکے لہٰذا ہم میں سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا تھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار لیے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے پھر کسی

مشرک کو قریب آنے کی جرأت نہ ہوئی اور اگر کوئی ایسی جرأت کرتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اس پر ٹوٹ پڑتے اس لیے آپ ہی سب سے زیادہ بہادر تھے۔

(تاریخ الخلفاء: ص55 شبیر برادرز لاہور)

اس منظر کا تصور ذہن میں لائیں کہ جب کفار اپنی ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے درپے تھے۔ اس وقت ان کی پوری توجہ اور زور یقیناً سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی تھا ایسے کٹھن حالات میں تمام تر پیش آنے والے حالات کو سامنے رکھ کر اور واضح انجام یعنی موت کو پس پشت ڈال کر آگے بڑھنا سوائے ایسے شخص کے کسی اور سے ممکن نہیں جس کا عقیدہ و وظیفہ یہ ہو۔

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
تیرے نام پر سب کو وارہ کروں میں

ثنائے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم نے ابوبکر کی شان میں بھی کچھ کہا ہے۔ عرض کی، جی ہاں۔ فرمایا: سناؤ۔ اس پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

وثانی اثنین فی الغار المنیف لقد طاف عدو به اذ سعد الجبلا
وکان حب رسول الله قد علموا من البریة لم یعدل به رد بلا

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار ہیں۔ جب آپ پہاڑ پر چڑھے تو دشمن آپ کے اردگرد چکر لگاتا ہے تمام لوگ جانتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں۔ تمام کائنات میں کوئی بھی آپ کے برابر نہیں ہے۔

(تاریخ الخلفاء: ص68 شبیر برادرز لاہور)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھیں تو بکثرت سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں اور سرکار ابد قرار، دو عالم کے مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہٖ وسلم کو دیکھیں تو ابوبکر کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی عظمت و شان سنتے بھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوب حبیبِ خدا ہیں نیز صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرنا اور سننا نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت محبوب ہے۔

منتہائے فضائل

عن عمار بن ياسر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " أتاني جبريل آنفاً فقلت يا جبريل حدثني بفضائل عمر بن الخطاب فقال لو حدثتك بفضائل عمر منذ ما لبث نوح في قومه ما نفدت فضائل عمر وإن عمر حسنة من حسنات أبي بكر "

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ایک بار میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے تو میں نے کہا اے جبرئیل! عمر کے فضائل بیان کرو،، انہوں نے عرض کی اگر میں عمر نوح علیہ السلام تک بھی عمر بن خطاب کے فضائل بیان کروں تب بھی پورے نہیں ہو سکتے حالانکہ حضرت عمر کے فضائل ابوبکر کے فضائل و مناقب کا ایک جزو ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ص76 شبیر برادرز لاہور)

مشیرِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

عن عبد الرحمن أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لأبي بكر وعمر "لو اجتمعتما في مشورة ما خالفتكما "

امام احمد نے عبد الرحمٰن سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا اگر تم دونوں کسی امر پر متفق ہو جاؤ تو میں ہرگز تمھاری رائے سے اختلاف نہ کروں گا۔

(تاریخ الخلفاء: ص76 شبیر برادرز لاہور)

کیونکہ ان دونوں کے سینے مشکوٰۃ نبوت کے نور سے روشن تھے۔اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی قرب کی وجہ سے ان کی رائے درست اور قابل عمل ہوتی تھی۔ بلکہ ان کی رائے عموماً وہی ہوتی جو حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رائے مبارک ہوتی۔

معیارِ ایمان

أخرج ابن عساكر عن أنس مرفوعاً حب أبي بكر وعمر إيمان وبغضهما كفر

ابن عساکر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔

(تاریخ الخلفاء: ص78 شبیر برادرز لاہور)

برا نہ کہو

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کچھ سخت الفاظ فرمائے ۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نادم ہوئے اور مجھ سے فرمایا، اے ربیعہ تم بھی مجھے ویسے ہی نا مناسب الفاظ کہہ دو تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہا میں ہر گز نہیں کہوں گا۔انہوں نے مجھے بار بار فرمایا کہ یہ الفاظ کہہ دو وگرنہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم پر ناراضگی کا اظہار فرمائیں گے۔ میں نے کہا اے ابوبکر میں ہرگز ایسے الفاظ نہ کہوں گا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے انکار کو سن کر چلے گئے۔ میرے قبیلے کے لوگ میرے پاس آئے اور کہا، اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم سے کیوں کر ناراض ہونگے حالانکہ سخت الفاظ تو خود ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استعمال کیے ہیں۔ میں نے ان سے کہا، کیا تم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان سے واقف نہیں ہو۔ یہی ثانی اثنین ہیں۔ یہ مسلمانوں میں

بڑے اور بزرگ ہیں۔ تم اپنی فکر کرو وہ دیکھ رہے ہیں کہ تم میری حمایت کر رہے ہو اس سے ان کو ضرور ناگواری ہوگی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصے میں دیکھیں گے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی جلال فرمائیں گے۔ اور دونوں کے غصے سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوگا۔ اور اس طرح ربیعہ ہلاک ہو جائے گا۔ بہر حال حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہو گئے اور میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا، اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا ماجرا عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے ربیعہ تمھارا کیا معاملہ تھا میں نے عرض کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے سخت الفاظ کہے پھر نادم ہو کر کہا کہ مجھے بھی ایسے سخت الفاظ کہو، میں نے انکار کیا اور یہ اصرار کرتے رہے مگر میں نے کوئی لفظ ان کو نہ کہا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ربیعہ! تم ابو بکر کو کوئی برا کلمہ نہ کہنا، بلکہ یوں کہو اے ابو بکر اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ (تاریخ الخلفاء: ص82 شبیر برادرز لاہور)

نکات:

۱) صحابہ کرام علیہم الرضوان جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہنا ناپسند کرتے ہیں۔

۲) ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ اور اسکے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا دینا حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بہت محبوب ہے۔

نگاہ اسلاف علیہم الرحمۃ میں مقام صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نیک

کام میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ نیز اگر تمام روئے زمین کے لوگوں کے ایمان کو تولا جائے تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان سب پر غالب رہے گا۔ نیز فرمایا اے کاش! کہ میں ابوبکر کے سینے کا ایک بال ہوتا۔ نیز فرمایا میری خواہش ہے کہ جیسی جنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے ویسی ہی جنت مجھے بھی مل جائے، نیز فرمایا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن کی خوشبو مشک سے بھی اچھی ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ص 87 شبیر برادرز لاہور)

۞ ...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس نیک کام میں آگے بڑھنے کا ارادہ میں نے کیا، ابوبکر اس کام میں مجھ سے سبقت لے گئے۔ نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب سے بہتر ہیں کسی کے دل میں میری محبت اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بغض یکجا نہیں ہو سکتے۔ (ایضاً)

۞ ...... ربیع بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کتاب اول میں لکھا ہے کہ ابوبکر کی مثال بارش کے قطرے کی طرح ہے جہاں بھی گرتا ہے نفع دیتا ہے۔ نیز فرمایا ہم نے انبیائے سابقین کے صحابہ کے بارے میں غور و حوض کیا ہمیں کوئی ایسا نبی نہ ملا جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا دوست ملا۔ (ایضا)

۞ ...... حضرت ابن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انبیاء و مرسلین کے بعد اولادِ آدم علیہ السلام میں کوئی شخص بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفاتِ مبارکہ کے بعد فتنہ ارتداد کے خلاف آپ کے کردار نے ایک نبی کی یاد تازہ کردی۔ (تاریخ الخلفاء: ص 88 شبیر برادرز لاہور)

۞ ...... ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، لوگوں کو کیا ہوا تھا کہ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کیلئے آگے کر دیا حالانکہ

آپ کی شان ان سے زیادہ ہے اور آپ ان سے پہلے اسلام لائے اور ہر میدان میں ان سے سبقت لے گئے۔ فرمایا، اگر مومن اللہ کی پناہ مانگنے والا نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو امامت، ہجرت، غار اور اسلام کو پھیلانے میں سبقت لے گئے۔ تجھ پر افسوس ہے کیا تجھے معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی مذمت کی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح فرمائی چنانچہ فرمایا:

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ (سورۃ توبہ، آیت 40) ترجمہ: اگر تم اس نبی کی مدد نہ کرو گے تو بیشک اللہ نے اس کی مدد فرمائی۔

یعنی بوقت ہجرت جب لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہ کی تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات تھی جس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا تھا۔ (حیاۃ الصحابہ)

...... ابن داؤد نے کتاب المصاحف میں ابو جعفر کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر چہ حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں دیکھتے تھے مگر ان کی باتیں ضرور سنتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ص 89 شبیر برادرز لاہور)

ائمہ دین کے اقوال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کے بارے میں حد شمار سے باہر ہیں لہٰذا اختصاراً چند ایک پر اکتفا کیا ہے۔

فضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دلیل نمبر (۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

و سیجنبھا الاتقیٰ (پارہ 30، سورۃ واللیل) ترجمہ: اور جہنم سے دور رکھا جائیگا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے۔

تمام مفسرین ومحدثین اور تمام علماء اسلام کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (پارہ 26، سورۃ الحجرات) ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو بڑا پرہیز گار ہے۔

اب دونوں آیتوں کو ملائیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے اور سب سے بڑے پرہیز گار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

دلیل نمبر (۲)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کنا نخیر بین الناس فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر أبا بکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں ہی سب سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شمار کرتے تھے۔

(بخاری: باب فضل ابی بکر بعد النبی، حدیث 3382 بیروت)

طبرانی میں اس روایت کے بعد یہ الفاظ ہیں: فیسمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ولا یکرہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے سنتے اور ناپسند نہ فرماتے۔

دلیل نمبر (۳)

عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثہ علی جیش ذات السلاسل فأتیتہ فقلت أی الناس أحب

إليك قال عائشة فقلت من الرجال فقال أبوها قلت ثم من قال ثم عمر بن الخطاب فعد رجالا"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ذات السلاسل کے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا۔ میں نے واپسی پر پوچھا: ای الناس احب الیك آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ۔ عرض کی مردوں میں؟ فرمایا: ان کے باپ ابوبکر۔ میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا، عمر بن الخطاب، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چند مرد اور گنائے۔

(بخاری: باب لو کنت متخذا الخ، حدیث 3389 بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبعی محبت تھی۔ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے کثرت فضائل اور وفور کمالات کی وجہ سے۔

دلیل نمبر (۴)

عن محمد بن الحنفية قال قلت لأبي أي الناس خير بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أبو بكر قلت ثم من قال ثم عمر وخشيت أن يقول عثمان قلت ثم أنت قال ما أنا إلا رجل من المسلمين

حضرت محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا: عمر بن الخطاب۔ مجھے خوف ہوا کہ اب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیں گے، میں نے کہا پھر آپ؟ فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔

(بخاری: باب لو کنت متخذا الخ، حدیث 3395 بیروت)

معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان بالترتیب تمام امت میں افضل ہیں لہٰذا جو ان کو افضل نہ جانے وہ گمراہ اور دشمن علی المرتضٰی ہے۔

دلیل نمبر (۵)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد جب خلافت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے صحابہ کرام عمر یا ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کسی کی بیعت کرلو۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

بل نبایعك انت فانت سیدنا وخیر نا واحبنا الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم بلکہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں، کیونکہ آپ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی پھر تمام لوگوں نے بیعت کر کے آپ کو خلیفہ بنالیا۔

(بخاری: باب لو کنت متخذا الخ، حدیث 3395 بیروت)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کو سب سے بہتر سمجھنا اور کہنا اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بغیر کسی اعتراض کے اس کو قبول کرنا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کی اعلیٰ ترین دلیل ہے۔

دلیل نمبر (۶)

عن حذیفة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقتدوا باللذین من بعدی أبی بکر وعمر

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر ''میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء و پیروی کرنا''۔

ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث 3595)

ادنیٰ سمجھ رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ دینی معاملات میں مقتدا و پیشوا اسے بنایا جاتا ہے جو سب سے افضل ہو، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں مقتدا اور پیشوا قرار دینا ان کے افضل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

دلیل نمبر (۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ خلافت کے چناؤ کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: الست احق الناس بہا ''کیا میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس خلافت کا مستحق نہیں ہوں''۔

(مسند بزاز: حدیث 35)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوقت ضرورت یہ فرمانا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اسے برقرار رکھنا آپ کی افضیلت کی دلیل ہے کیونکہ اس وقت خلیفہ بنانے کا معیار یہی تھا کہ وہ شخص سب سے افضل ہو اور اسی بنیاد پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

دلیل نمبر (۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یومھم غیرہ
''جس قوم میں ابوبکر ہوں اس کے لیئے جائز نہیں کہ اس قوم کی امامت ابوبکر کے علاوہ کوئی اور کرائے''۔

(ترمذی: باب مناقب ابی بکر، حدیث 3606 بیروت)

ابوداؤد ونسائی کی حدیث ہے: یؤمکم خیارکم ''تمھاری امامت وہ کرائیں جوتم میں بہترین ہوں''۔ اسی اصول کے پیش نظر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرمان مبارک کا عملی نمونہ پیش فرماتے ہوئے امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوامامت کا منصب سپرد فرمایا۔

دلیل نمبر(۹)

احادیث میں فہم ودانش کیساتھ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اپنے نام کے بعد حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مثلاً سوال ہوا سرکار! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوسب سے زیادہ محبوب کون؟ فرمایا ابوبکر پھر عمر، فرمایا میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتدا کرنا، فرمایا ابوبکر وعمر جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں۔ فرمایا، ابوبکر وعمر دین کی آنکھیں اور کان ہیں، فرمایا میرے زمینی وزیر ابوبکر وعمر ہیں۔ فرمایا، (گائے بھیڑیے کے کلام پر) میں ایمان لایا اور ابوبکر وعمر بھی، فرمایا ابھی ایک جنتی مرد آئے گا چنانچہ ابوبکر آئے پھر فرمایا ایک جنتی مرد آئیگا چنانچہ حضرت عمر آئے۔ فرمایا سب سے پہلے مجھے قبر سے نکالا جائے گا پھر ابوبکر پھر عمر کو، فرمایا ہم قیامت کے دن اس طرح اکٹھے اٹھائے جائیں گے یعنی ابوبکر وعمر میرے ساتھ ہوں گے۔ فرمایا، احد پہاڑ ٹھہر جا بیشک تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں، کئی جگہ فرمایا میں تھا اور ابوبکر وعمر تھے، میں نے اور ابوبکر وعمر نے یہ کیا ، میں اور ابوبکر وعمر گئے۔ یہ تمام احادیث بخاری ومسلم وترمذی کی احادیث ہیں۔

اسلوب کلام ہی بتاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (بعد از انبیاء) تمام لوگوں میں افضل ترین ابوبکر پھر عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دلیل نمبر(۱۰)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم "اے وہ ذات جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں افضل ترین ہے"۔ (ترمذی: باب مناقب عمر، حدیث 3617 بیروت)

دلیل نمبر (۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کان فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لانعدل بابی بکر احداثم عمر ثم عثمان ثم شرک اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لانفاضل بینھم "ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر کسی کو نہ جانتے تھے پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان کے برابر کسی کو نہ جانتے اور اس کے بعد صحابہ کرام میں کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دیتے"۔ (بخاری: مناقب عثمان، حدیث 3421 بیروت)

دلیل نمبر (۱۲)

ہم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارک میں یہ کہا کرتے تھے: افضل امۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بعدہ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم "نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان۔

(ابوداؤد: باب فی التفضیل، حدیث 4012 بیروت)

دلیل نمبر (۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اما یا ابا بکر اول من ید خل الجنۃ من امتی "اے ابوبکر تم تو میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں جاؤ گے"۔

(ابوداؤد: باب فی الخلفاء، حدیث 4033 بیروت)

ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

وفیه دلیل علی انه افضل الا مة والا لما سبقهم فی دخول الجنة ''اس حدیث میں دلیل ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امت میں سب سے افضل ہیں وگرنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دخول جنت میں سب سے سبقت نہ لے جاتے''۔

(مرقاۃ: باب مناقب عمر)

اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیا علیہم السلام سے افضل ہیں اس لیے سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امت میں افضل ہیں، اس لئے تمام امت سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

دلیل نمبر (۱۴)

عن أبی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من نبی إلا له وزیران من أهل السماء ووزیران من أهل الأرض فأما وزیرای من أهل السماء فجبریل ومیکائیل وأما وزیرای من أهل الأرض فأبو بکر وعمر

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں سے ہوتے ہیں بہرحال، میرے آسمانی وزیر جبرائیل ومیکائیل ہیں اور میرے زمینی وزیر ابوبکر وعمر ہیں۔ (ترمذی: باب مناقب عمر، حدیث 3613 بیروت)

اس حدیث کی شرح میں ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: فیه دلالة ظاهرة علی فضلهما علی غیرهما من الصحابة وهم افضل الامة وعلی ان ابابکر افضل من عمر لان الواو وان کان لمطلق الجمع ولکن ترتیبه

فی لفظ الحکیم لا بد له من اثر عظیم (مرقاۃ)''اس حدیث میں واضح دلیل ہے اس بات پر کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دیگر صحابہ سے افضل ہیں اور صحابہ کرام تمام امت میں افضل ہیں (تو یہ دونوں تمام امت سے افضل ہوئے) اور اس حدیث میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں کیونکہ واؤ اگرچہ مطلق جمع کے لیے آتا ہے لیکن کسی حکمت والے کے کلام میں ایک خاص ترتیب سے ذکر آنا اس کی کوئی بہت بڑی خاص وجہ ضروری ہے۔

دلیل نمبر (۱۵)

عن أبی بکرة أن النبی صلی الله علیه وسلم قال ذات یوم من رأی منکم رؤیا فقال رجل أنا رأیت کأن میزانا نزل من السماء فوزنت أنت وأبو بکر فرجحت أنت بأبی بکر ووزن أبو بکر وعمر فرجح أبو بکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اترا ہے اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ راجح ہو گئے پھر ابوبکر وعمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر راجح ہوئے پھر عمر و عثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر کا پلہ بھاری رہا۔ (ترمذی: باب ماجاء فی رؤیا النبی، حدیث 2211 بیروت)

چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر سے افضل ہیں اس لئے سرکار کا پلہ بھاری رہا اس طرح بالترتیب حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پلہ بھاری رہا کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں۔

دلیل نمبر (۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک چاندرات میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سراقدس میری گود میں تھا میں نے عرض کی یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا آسمان کے ستاروں کے برابر بھی کسی شخص کی نیکیاں ہیں؟ فرمایا: ہاں عمر کی۔ میں نے عرض کی پھر ابوبکر کی نیکیاں کہاں ہیں؟ فرمایا:

''بے شک عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہیں''۔ رواہ رزین (مشکوٰۃ)

یہ حدیث مبارک افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاندار دلیل ہے یقیناً حضرت عمر کے ساتھ ساتھ پوری امت کی نیکیاں بھی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیوں کے برابر نہیں ہوسکتیں کیونکہ نیکیوں کی قدر و قیمت حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرب اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ رحمت وشفقت سے بڑھتی ہے اور جس قدر قرب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کسی اور کو نہیں، یونہی جس قدر شفقت محبت اور نظر رحمت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہے کسی اور پر نہیں۔

دلیل نمبر (۱۷)

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خیر ہذہ الأمۃ بعد نبیہا أبو بکر وعمر'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما امت میں سب سے بہتر ہے۔

(تاریخ الخلفاء: ص66 شبیر برادرز لاہور)

دلیل نمبر (۱۸)

ابن عساکر نے بروایت ابن ابی یعلی لکھا ہے کہ "أن عـمـر صعد المنبر ثم قال: الا ان افضل ہذہ الأمة بعد نبیہا أبو بكر فمن قال غیر ہذا فهو مفتر علیه ما علی المفتری"

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ اس امت میں رسو ل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف کہے تو وہ مفتری ہے اسکو وہی سزا دی جائے گی جو افترا کرنے والے کو دی جاتی ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ص66 شبیر برادرز لاہور)

دلیل نمبر (۱۹)

عن ابی درداء ان رسول الله صلى الله علیه وسلم قال: ماطلعت الشمس ولا غربت على احد افضل من ابی بكر الا ان یكون نبی

ابو داؤد کہتے کہ نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی کے علاوہ اور کوئی شخص ایسا نہیں جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوا ہو اور وہ ابو بکر سے افضل سے ہو"۔ (تاریخ الخلفاء: ص66 شبیر برادرز لاہور)

دلیل نمبر (۲۰)

عن سلمة بن الأكوع قال: قال رسول الله صلى الله علیه وسلم أبو بكر الصدیق خیر الناس إلا أن یكون نبی

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابو بکر خیر الناس ہیں مگر یہ کہ وہ نبی نہیں۔

(تاریخ الخلفاء: ص67 شبیر برادرز لاہور)

دلیل نمبر (۲۱)

عن عمار بن یاسر قال: من فضل علی أبی بکر، وعمر أحدا من أصحاب رسول الله فقد أزری علی المهاجرین، والأنصار

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے اصحاب میں سے کسی کو ابوبکر وعمر پر فضیلت دی اس نے مہاجرین وانصار پر زیادتی کی۔ (طبرانی اوسط: باب من اسمہ احمد، حدیث 844)

دلیل نمبر (۲۲)

قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه: لو وزن إیمان أبی بکر بإیمان أهل الأرض لرجح بهم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر روئے زمین کے تمام لوگوں اور حضرت ابوبکر کے ایمان کا وزن کیا جائے تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پلہ بھاری رہے گا۔

(شعب الایمان للبیہقی: باب لو وزن ایمان ابی بکر، حدیث 35)

دلیل نمبر (۲۳)

عن عبد الله قال لما قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت الأنصار منا أمیر ومنکم أمیر فأتاهم عمر فقال ألستم تعلمون أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قد أمر أبا بکر أن یصلی بالناس فأیکم تطیب نفسه أن یتقدم أبا بکر قالوا نعوذ بالله أن نتقدم أبا بکر"

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے، اسی اثنا میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور فرمایا، کیا تمھیں علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو امام بنایا تھا۔ تو تم میں کون پسند کرتا ہے کہ وہ ابوبکر کے آگے کھڑا ہوکر

نماز ادا کرے۔ سب نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم ابوبکر سے آگے ہوں۔

(نسائی: باب ذکر الامامة والجماعة، حدیث 769 بیروت)

دلیل نمبر (۲۴)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضیلت کی اعلیٰ ترین دلیل امت مسلمہ کا اجماع ہے چنانچہ شرح عقائد، نبراس، الحدیقة الندیہ، تکمیل الایمان، شرح مواقف کتب تفاسیر، کتب احادیث، کتب شروح احادیث میں بکثرت ایسے اقوال ملتے ہیں جو صراحتا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضیلت مطلقہ پر دلالت کرتے ہیں اور اجماع امت قطعی دلیل ہے جس انکار گمراہی سے کم نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر (۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ تو انبیاء سابقین کے صحابہ میں کوئی ابوبکر سے بڑھ کر تھا اور نہ ہی کوئی میرے صحابہ میں ابوبکر سے افضل ہے''۔ (الصواعق المحرقة)

یہ دو درجن سے زائد دلائل ہیں جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نسبت سے (۲۵) تک پہنچائے گئے ہیں، اگر مزید معمولی تتبع کیا جائے تو دلائل کی تعداد اس سے کئی گناہ زیادہ ہوسکتی ہے۔ اس مسئلہ میں اقوالِ ائمہ کی تعداد تو حدِ شمار سے باہر ہے۔ اس مسئلہ کی شاندار تحقیق دیکھنی ہو۔ تو سیدی اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمان کی تصنیف لطیف'' مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین '' کا مطالعہ فرمائیں۔ بحمد اللہ اس مسئلہ کی ایسی تحقیق پائیں گے کہ آنکھیں روشن اور دل ٹھنڈا ہو۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

''واقعہ بیعت خلافت''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مجھے خبر ملی کہ انصار لوگ خلافت کے بارے میں ایک جگہ سقیفہ بن ساعدہ میں

جمع ہیں چنانچہ میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے۔ہم مجمع میں بیٹھ گئے ایک مقرر اٹھا اور اس نے حمد وثنا کے بعد انصار کے فضائل،قربانیوں،اور اپنے مستحق خلافت ہونے کے بارے میں تقریر کی۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،میں نے ذہن میں تقریر تیار کر رکھی تھی مگر جب باری آئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے منع کر کے خود تقریر فرمائی اور جو کچھ میرے ذہن میں تھا سب بیان کر دیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمد وثنا کے بعد انصار کے فضائل بیان کیے اور آخر میں فرمایا تمہارے یہ فضائل تسلیم شدہ ہیں مگر خلافت قریش کا حق ہے۔پھر حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ان میں سے جسکی چاہو بیعت کرلو۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ابوبکر پر حکمران بننا مجھے اپنی موت سے بھی زیادہ ناپسند تھا ایک انصاری نے مشورہ دیا کہ انصار ومہاجرین میں سے ایک ایک امیر چن لیا جائے اس بات پر شور مچ گیا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فوراً بیعت کر لی پھر مہاجرین نے بیعت کی پھر انصار نے۔ (یہ بخاری ومسلم کی تفصیلی حدیث کا خلاصہ ہے)

اس کے بعد بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد بار فرمایا کہ اگر تمھیں میری جگہ مہاجرین میں کوئی اور شخص خلافت کے لیے زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے تو اس کی بیعت کرلو مگر سب نے بالاتفاق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی خلیفہ تسلیم کیا۔نیز آپ نے یہ خطبہ بھی ارشاد فرمایا: خدا کی قسم مجھے دن رات میں کبھی بھی امیر بننے کا شوق نہ ہوا اور نہ ہی کبھی اس کی حرص میں دن رات دعا مانگی۔اب صرف فتنے ختم کرنے کیلئے خلافت قبول کی ہے،میرے لیے خلافت راحت وسکون نہیں بلکہ میرے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ ہے،انشاءاللہ مدد خداوندی سے اس امر مشکل کو انجام دینے کی کوشش کروں گا،مجھے اللہ تعالیٰ کی طاقت وقوت پر بھروسہ ہے۔ (تاریخ الخلفاء:ص100،شبیر برادرز لاہور)

خلیفہ بننے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ممبر مبارک کی اس جگہ پر نہ بیٹھے جہاں خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے تھے۔

(تاریخ الخلفاء:ص106،شبیر برادرز لاہور)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی حقانیت

دلیل نمبر (۱)

یٰایھاالذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یات اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ (پارہ 6، سورۃ مائدہ، آیت 54) ترجمہ: اے ایمان والوتم میں جوکوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائیگا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔ (کنزالایمان)

حضرت علی وحسن وقتادہ نے فرمایا یہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد ہونے اور زکوٰۃ سے منکر ہونے والوں پر جہاد کیا۔ (خزائن العرفان: ص 151 قدرت اللہ اینڈ کمپنی)

دلیل نمبر (۲)

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الیٰ قوم اولی باس شدید تقاتلونھم اویسلمون۔ (پارہ 26، سورۃ فتح، آیت 15) ترجمہ: ان پیچھے رہ گئے ہوؤں سے فرماؤ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہوجائیں۔ (کنزالایمان)

اس سخت لڑائی والی قوم سے مراد بنی حنیفہ یمامہ کے رہنے والے مسیلمہ کذاب کی قوم کے لوگ ہیں جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ فرمائی لہٰذا یہ آیت خلافت صدیقی کی حقانیت پر واضح دلیل ہے۔

دلیل نمبر(۳)

وعداللہ الذین امنو منکم وعملوا الصلحت
لیستخلفنھم فی الارض (پارہ 18، سورۃ النصر، آیت 55)

ترجمہ: اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام
کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا۔ (کنز الایمان)

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر یہ آیت پورے طور پر منطبق ہوتی ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ص 97، شبیر برادرز لاہور)

دلیل نمبر(۴)

عن جبير بن مطعم أن امرأة سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا فأمرها أن ترجع إليه فقالت يا رسول الله أرأيت إن جئت فلم أجدك قال أبي كأنها تعني الموت قال فإن لم تجديني فأتي أبا بكر

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کسی شے کے بارے میں کلام کیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پھر کسی وقت آنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا اگر میں آپ کو نہ پاؤں (یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو جائے) فرمایا پھر ابوبکر کے پاس آجانا۔

(مسلم: باب فضائل ابی بکر، حدیث نمبر 4398 بیروت)

دلیل نمبر(۵)

عن عائشة قالت قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه ادعي لي أبا بكر أباك وأخاك حتى أكتب كتابا فإني أخاف أن يتمنى متمن ويقول قائل أنا أولى ويأبى الله والمؤمنون إلا أبا بكر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے

مرض وصال میں فرمایا: اپنے باپ ابوبکر اور بھائی کو بلالو تاکہ میں (خلافت) لکھ دوں مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا میں زیادہ حقدار ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کرتے ہیں ابوبکر کے علاوہ کسی اور (کی خلافت) کا۔

(مسلم: باب فضائل ابوبکر، حدیث 4399)

دلیل نمبر (٦)

عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقتدوا باللذين من بعدى أبى بكر وعمر

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتداء کرنا۔ (ترمذی: باب مناقب عمر، حدیث 3595)

دلیل نمبر (٧)

عن أنس رضى الله عنه قال :بعثنى بنو المصطلق إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن سله إلى من ندفع صدقاتنا بعدك فأتيته فسألته فقال إلى أبى بكر

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بنی مصطلق نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دریافت کرنے کیلئے بھیجا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم صدقات کسی کے پاس بھیجیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کے پاس بھیجنا۔ (المستدرک: باب اماحدیث ضمرۃ الخ، حدیث 4434 بیروت)

دلیل نمبر (٨)

عن عائشة سئلت من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مستخلفا لو استخلفه قالت أبو بكر فقيل لها ثم من بعد أبى بكر

قالت عمر ثم قيل لها من بعد عمر قالت أبو عبيدة بن الجراح

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا گیا، اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو کسے بناتے فرمایا: ابوبکر کو۔ پوچھا ان کے بعد؟ فرمایا: عمر کو۔ پوچھا ان کے بعد؟ فرمایا: ابوعبیدہ بن الجراح۔ (مسلم: باب فضائل ابوبکر، حدیث 4397)

دلیل نمبر (۹)

جب انصار نے خلافت کا مطالبہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "أيكم تطيب نفسه أن يتقدم أبا بكر قالوا نعوذ بالله أن نتقدم أبا بكر" "تم میں کون ابوبکر کے آگے کھڑا ہوگا؟ سب نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ابوبکر سے آگے ہوں۔ (نسائی: باب ذکر الامامۃ والجماعۃ، حدیث 769 بیروت)

دلیل نمبر (۱۰)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے تشریف لے گئے۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امام بنایا۔ (بخاری: باب من دخل لیؤم الناس، حدیث 643 بیروت)

دلیل نمبر (۱۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع تھا، اور اجماع قولی اور عملی تھا محض سکوتی نہ تھا اور اجماع حجت قطعی ہے۔ کیونکہ تمام مسلمان کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے اور جو مسلمانوں کے راستے سے جدا ہو وہ جہنمی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدى ويتبع غيرسبيل المومنين نوله ماتولى ونصله جهنم وسآءت مصيرا** ترجمہ: اور جو ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستہ کے علاوہ اور راستہ تلاش کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔ (پارہ 5، سورۃ النساء)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو عام مسلمانوں کا راستہ ہو اسی کو اختیار کرنا چاہئے اس کے علاوہ جداگانہ راستہ کو اختیار کرنا گمراہی ہے۔لہٰذا چونکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اجماع ثابت ہے اس لئے اس کا انکار یقیناً جہنم میں لے جانے والا ہے۔

نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرض وصال مبارک کے ایام میں کئی دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کرواتے رہے اگر یہ بارگاہ خداوندی میں پسند نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور وحی نازل ہوجاتی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصلیٰ امامت سے ہٹادیا جاتا کیونکہ کسی نبی کا غلطی پر ڈٹے رہنا اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہونا محال ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت و نیابت اور خلافت تمام مسلمانوں کو بھی پسند تھی اور اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں بھی پسندیدہ ہے۔اسی لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دین (یعنی امامت) میں ہمارا پیشوا بنایا تو ہم نے دنیوی معاملات میں بھی ان کو اپنا پیشوا بنالیا۔

(تاریخ الخلفاء: ص93 شبیر برادرز لاہور)

''سیرت صدیقی کے زریں واقعات''

ہجرت حبشہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے والد کو دین کا پیروکار ہی پایا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہ گزرا جس میں اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صبح و شام ہمارے گھر تشریف نہ لاتے ہوں۔جب مسلمانوں کو کفار کی طرف سے شدید تکلیفیں دی گئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہجرت کے ارادہ سے ملک شام کی

طرف چل پڑے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقامِ برک الغماد جگہ پہنچے تو آپ کو قبیلہ قارہ کا سردار ''ابن الدغنہ'' ملا اس نے پوچھا اے ابو بکر کدھر کا ارادہ ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے لہٰذا اب میں زمین میں چل پھر کر اپنے رب کی عبادت کروں گا۔ ابن الدغنہ نے کہا تمھارے جیسے شخص کو تو ہرگز نہیں نکالنا چاہیے اور نہ ہی آپ جیسے شخص کو نکالا جاسکتا ہے۔ کیونکہ آپ ناداروں کی خاطر داری کرتے ہیں رشتے داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن الدغنہ کے کہنے پر کفار نے آپ کو امان دے دی اور انہوں نے ابن الدغنہ سے کہا کہ تم ابو بکر سے کہہ دو کہ وہ اپنے رب کی عبادت کرے نماز پڑھے اور جو چاہے پڑھے مگر اس کے ساتھ ہمیں تکلیف نہ دے اور اپنی آواز بلند نہ کرے کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ ہماری اولاد اور بیویاں فتنے میں پڑ جائیں گے ابن الدغنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہہ دیا۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر میں عبادت کرنے لگے اور نماز و قراءت میں اپنی آواز بلند نہ کرتے پھر آپ کو مناسب معلوم ہوا تو گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اس میں نماز اور قرآن پڑھتے مشرکین کی عورتیں اور لڑکے ان کو جھانک کر دیکھتے اور پسند کرتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت رونے والے شخص تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں کو ضبط نہ کرسکتے تھے رؤسائے قریش اس سے گھبرا گئے اور ابن الدغنہ کو بلا کر کہا۔ ہم نے تمہارے کہنے پر ابو بکر کو اس بات کی امان دی تھی کہ اپنے گھر میں نماز اور قرآن پڑھے اپنے رب کی عبادت کرے لیکن آواز بلند نہ کرے، اب ابو بکر نے تجاوز کرتے ہوئے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور بلند آواز سے قرآن اور نماز پڑھتا ہے ہمیں خوف ہے کہ ہماری بیوی بچے فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ پس تم جاکر ابو بکر سے کہہ دو اگر وہ چاہتا ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرے تو کرے مگر آواز بلند نہ کرے اور اگر وہ انکار کرے تو

پھر اس سے اپنی ذمہ داری واپس لے لو کہیں ایسا نہ کہ ہم اس کی وجہ سے تمہیں بھی رسوا نہ کریں ہم آواز بلند کرنے کی اجازت ہر گز نہیں دے سکتے۔ابن الدغنہ نے جب آپ سے یہ بات کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انـــی اردالیك جـــوارك وارضـــی بـجـوار الـلـه ورسـولـه ''میں تمھاری پناہ واپس کرتا ہوں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حمایت و پناہ کو پسند کرتا ہوں'' اسکے بعد پھر ہجرت مدینہ کا سلسلہ شروع ہوا۔

(بخاری، باب جوار ابی بکر الخ، حدیث 2134 بیروت) ۔

ھجرتِ مدینہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اشارہ فرمایا: اے صحابہ مجھے تمہاری ہجرت کی جگہ دکھادی گئی وہ کالے پہاڑوں کے درمیان کھجوروں والی زمین ہے یعنی مدینہ منورہ۔لوگوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت شروع کردی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تم ٹھہرو مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دے دی جائے گی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کی امید ہے؟ فرمایا: ہاں، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اپنے آپ کو روک لیا۔تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہجرت کریں اور دو سواریوں کو تیار کرلیا۔

(بخاری: باب التقنع، حدیث 5360 بیروت)

پھر ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت تشریف لائے اور چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تشریف نہ لاتے تھے اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ضرور کسی خاص وجہ سے تشریف لائے ہیں

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں بیٹھ گئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی تمھارے پاس ہے ان کو دور کردو عرض کی حضور میری بیٹیاں ہی ہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا بات ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت دے دی ہے عرض کی حضور کیا آپ مجھے اپنی صحبت سے نوازیں گے؟ فرمایا: ہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں خدا کی قسم مجھے اس سے پہلے نہیں معلوم تھا کہ کوئی شخص خوشی کی وجہ سے روتا ہے میں نے اپنے ماں باپ کو شدت مسرت کی وجہ سے روتے ہوئے دیکھا۔ پھر عرض کی، میں نے حضور کے لیے اور اپنے لیے دو سواریاں تیار کر رکھی ہیں ایک سواری قبول فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تو قیمتاً لوں گا، چنانچہ قیمتاً لی اور رخت سفر باندھا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے توشہ سفر اختیار کیا، لیکن باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ ملی تو اپنا ازار بند دو حصوں میں کر کے ایک سے سامان باندھ دیا۔

(المختصر من بخاری: باب التقنع، حدیث 5360 بیروت)

پھر بنی الدائل قبیلے کے ایک آدمی عبداللہ بن ارقط کو بطور راہبر ساتھ لیا۔ اس نے کچھ راستے تک راہبری کی جب دونوں راستے پر چل پڑے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی آگے ہوتے تو کبھی پیچھے کبھی دائیں کبھی بائیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ابو بکر کیا بات ہے؟ کبھی آگے چلتے ہو اور کبھی پیچھے، عرض کی حضور! دشمن کے پیچھے سے آنے کا خوف ہوتا ہے تو پیچھے چلتا ہوں آگے سے آنے کا خوف ہوتا ہے تو آگے ہو جاتا ہوں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اس لیے جو تکلیف آئے وہ میری بجائے تمھیں پہنچے؟ عرض کی، خدا کی قسم! اسی لیے۔ اس کے بعد دونوں غار تک پہنچ گئے۔ اور وہاں تین راتیں گزاریں۔ انہی راتوں کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، ابو بکر کی ایک رات عمر کی ساری زندگی سے افضل ہے۔

(المستدرک: حدیث 4268)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم مکہ مکرمہ سے نکلے اور رات دن چلتے رہے حتیٰ کے دوپہر کا وقت آ گیا۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ کوئی سایہ نظر آئے تو اس سایہ میں بیٹھ جائیں۔ ایک چٹان نظر آئی پس میں نے اس کے سایہ والی جگہ کی صفائی کی اور چادر بچھا کر محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لیٹ جایئے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لیٹ گئے اور میں اردگرد پہرہ دینے لگا کہ کوئی ہماری طلب میں تو نہیں آ رہا۔ پھر اچانک میں نے ایک چرواہا بکریاں چراتے ہوئے دیکھا میں نے اس سے پوچھا تو کس کا غلام ہے؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا، میں اس آدمی کو پہچانتا تھا۔ میں نے کہا، کیا بکریوں میں کوئی دودھ دینے والی بکری بھی ہے؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ میں نے اس سے کہا کیا تو ہمارے لیے دودھ دوہے گا؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ میں نے اس بکری کا تھن اور ہاتھ صاف کرنے کے لیے کہا اس نے دودھ دھو کر پیالہ بھر کر مجھے دے دیا۔ میں وہ لیکر محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پیش کیا نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سیراب دیکھ کر میں بہت خوش ہوا پھر میں نے عرض کی، حضور: چلنے کا وقت ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم چل پڑے اور قوم ہماری تلاش میں تھی۔ ہمیں سراقہ بن مالک بن جعشم کے علاوہ کسی نے نہ پایا وہ گھوڑے پر تھا۔ میں نے عرض کی، حضور تلاش کرنے والوں نے ہمیں پا لیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا ''غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔ (بخاری: باب علامات النبوۃ، حدیث 3346)

مسند احمد کے الفاظ آگے اس طرح ہیں، جب سراقہ بن مالک بن جعشم ایک یا دو نیزے کی بقدر قریب ہو گیا میں نے عرض کی حضور! دشمن بالکل قریب آ گیا ہے۔ یہ کہہ کر میں رونے لگا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ... ''کیوں روتے

ہو؟" میں نے عرض کی اما واللہ ما علی نفسی ابکی ولکن ابکی علیک "خدا کی قسم میں اپنی جان کے ڈر سے نہیں روتا مجھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جان کی فکر ہے"۔ (مسند امام احمد: باب مسند ابوبکر صدیق، حدیث 3 بیروت)

پھر جب وہ اور قریب ہوا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے لئے دعائے ضرر (نقصان) فرمائی اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں جانتا ہوں یہ آپ نے کیا ہے۔ آپ مجھے چھٹکارا عطا فرمائیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جو بھی آپ کے پیچھے آئے گا میں اسے واپس پھیر دوں گا اور آپ میرا یہ تیر لے لیں۔ فلاں جگہ جب آپ میرے اونٹوں کے پاس سے گزریں گے تو (وہاں کے لوگوں کو یہ تیر دکھا کر) اپنی حاجت پوری فرما لینا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے تمھارے اونٹوں کی کچھ حاجت نہیں۔

(مسلم: باب فی حدیث الہجرۃ الخ، حدیث 5329 بیروت)

غار ثور میں جلوہ گری

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رو پڑے اور کہا وددت ان عملی کلہ مثل عملہ یوما واحدا من ایامہ ولیلۃ واحدۃ من لیالیہ "میں چاہتا ہوں کے میری زندگی کے سارے اعمال ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن کے عمل کے برابر ہو جائیں"۔ پھر فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار ثور شریف کی طرف چلے جب غار کے قریب پہنچے تو عرض کی، خدا کی قسم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں جب تک میں اس میں پہلے داخل نہ ہو جاؤں تا کہ اگر کوئی شے ہو تو مجھے تکلیف دے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محفوظ رہیں۔ پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر

جا کر صفائی کی اور اس کے ایک طرف میں کافی تعداد میں سوراخ پائے آپ نے اپنی چادر مبارک کو پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا صرف دو سوراخ باقی رہ گئے ۔عرض کی سرکار! اندر تشریف لے آئیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اندر تشریف لے آئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود مبارک میں سرِ انور رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ غار کے دو سوراخ جو باقی رہ گئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر اپنا پاؤں رکھ لیا ان سوراخوں میں ایک سانپ تھا سانپ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں مبارک کو ڈسا، لیکن نبی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آرام مبارک میں خلل کے خوف سے حرکت نہ کی، مگر شدت تکلیف کی وجہ سے آنسو نکل کر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے رخسارِ پرانوار پر ٹپکنے لگے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی چشمِ کرم کو کھول کر فرمایا: ابو بکر کیا بات ہے؟ عرض کی ،میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے لعاب دھن لگایا تو زہر کا اثر جاتا رہا۔(مشکوۃ: باب فضائل ابو بکر، ج2،ص564)

اسی اثنا میں کفار مکہ بھی تلاش کرتے ہوئے غار تک پہنچ گئے ۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں غار میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھا، میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، اگر ان میں کوئی بھی اپنے قدموں کی طرف نظر کرلے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ماظنك یاابابکر باثنین اللہ ثالثهما ''اے ابو بکر تیرا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے'' غم نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

(بخاری: باب مناقب المہاجرین، حدیث 3380 بیروت)

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو غار کے بالمقابل پیشاب کرتے ہوئے دیکھا۔ عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ شخص ہمیں ضرور دیکھ

رہا ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان الملائکۃ تسترنا باجنحتھا "بیشک فرشتے اپنے پروں کے ساتھ ہمیں چھپائے ہوئے ہیں"۔ اگر یہ ہمیں دیکھتا تو یوں نہ کرتا۔

(معجم کبیر للطبرانی: حدیث 19766 بیروت)

نیز جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم دیا اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے ہو کر آپ کو چھپا لیا پھر اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا اس نے غار کے آگے جالا تن دیا اور اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا وہ غار کے منہ پر آکر بیٹھ گئے۔ تعاقب میں آنے والے کفار میں سے ایک غار کے قریب آیا اور واپس چلا گیا۔ ساتھیوں نے کہا تم نے غار میں کیوں نہیں دیکھا؟ میں نے غار کے منہ پر دو کبوتروں کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ غار میں کوئی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات سنی تو ان کبوتروں کے لیے دعا فرمائی اور ان پر علامت لگائی وہ کبوتر حرم میں چلے گئے اور وہاں بچے دیئے۔ (خصائص کبریٰ)

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیاس محسوس ہوئی، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صدر غار کی طرف چلے جاؤ اور پانی پی لو۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار کی طرف چلے گئے اور اس سے پانی پیا وہ پانی شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو فرشتہ جنت کی نہروں پر موکل ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت الفردوس کی نہر غار ثور میں لے جاؤ تا کہ تم (ابو بکر) اس سے پانی پیو۔

(سیرت حلبیہ و خصائص کبریٰ وسندہ واہ)

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ام معبد کے قریب سے گزرے پھر قبا شریف سے ہوتے ہوئے مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہوئے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ کی ہر شے روشن ہوگئی۔ (خصائص کبریٰ)

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ آپس میں جھگڑنے لگے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس کے ہاں تشریف فرما ہوں گے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں بنی النجار کے ہاں اتروں گا اور انہیں مشرف کروں گا۔

وصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطرق ينادون يامحمد يارسول الله يامحمد يارسول الله ''مدینہ منورہ کے مرد اور عورتیں چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام گلیوں میں بکھر کر نعرے لگانے لگے یامحمد یارسول اللہ یامحمد یارسول اللہ''۔

(مسلم شریف، جلد2، صفحہ 419)

(ہجرت کے واقعات میں سے متعدد واقعات اختصار کے پیش نظر ترک کردیے یا اختصار کے ساتھ لکھے ہیں زیادہ تر انہی واقعات کو لکھا جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ تھا)

اس پورے ایمان افروز واقعہ کو بار بار پڑھیں اور غور کریں تو بیشمار دلنواز، محبت آمیز واقعات نظر آئیں گے۔

☆...... نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑنا۔

☆...... مال قربان کرنا۔

☆...... ماں باپ اور اولاد کے پاس رہنے سے زیادہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کو ترجیح دینا۔

☆...... ہر تکلیف میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اپنے آپ کو ڈھال بنالینا۔

☆...... اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف میں دیکھ کر رونا۔

☆...... محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی راحت اور سیرابی دیکھ کر خوش ہونا۔

☆...... کھانے پینے کی ہر چیز پہلے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا پھر بچا ہوا خود بطور تبرک استعمال کرنا۔

☆...... محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آرام پر اپنی جان قربان کر دینا۔ اسی پر اعلحضرت، امام اہلسنت عاشق ماہ نبوت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

صدیق بلکہ غار میں جاں ان پہ دے چکے اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں اصل الاصول بندگی اسی پاک در کی ہے

☆...... نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ان کی مشکل کشائی، حاجت روائی فرمانا۔

☆...... جنت الفردوس کی نہر سے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیراب کرنا۔ وغیرہ وغیرہ

اگر کوئی صاحب علم غور کرے تو محبت کی اس لازوال داستان میں بے شمار موتی پائے گا۔

فیض کی بارش

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خاموش بیٹھ گئے۔ انصار کے جن لوگوں نے پہلے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی سمجھ کر ان کی طرف آنے لگے یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چادر لیکر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر مبارک پر سایہ کرنے کیلئے کھڑے ہو گئے تب لوگوں نے پہچانا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ ہیں جو تشریف فرما ہیں۔

(بخاری)

لوگوں کے اشتباہ کا ایک سبب تو یہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر میں اگر چہ چھوٹے تھے لیکن آپ پر بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ اتنے طویل سفر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تنہا رہے خصوصاً غار ثور کی تنہائیوں میں محبوب مکرم، سراپا جودوکرم، فیض مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انوار وتجلیات کی برسات میں نہاتے رہے اور بحر نور میں غوطہ زنی کرتے رہے، وہی فیض نبوت کی جھلک ابوبکر کے سراپا میں جھلک رہی تھی اور نور نبوت کی ضیا پاشیوں سے چہرہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جگمگا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اشتباہ ہو گیا کسی شاعر نے اس کا نقشہ کیا خوب کھینچا ہے:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

فنا اتنا تو ہو جاؤں میں تیری ذات عالی میں
جو مجھ کو دیکھ لے اس کو تیرا دیدار ہو جائے

قرب ہی قرب

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک انگوٹھی عطا فرمائی اور کہا اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھوا لاؤ۔ مزاج صدیق نے پسند نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کا نام تو ہو مگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اسکے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھوا لائے۔ جب انگوٹھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو اس پر تین نام لکھے ہوئے تھے اللہ، محمد، ابوبکر۔ فرمایا! ابوبکر تمہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کا نام لکھوانے کیلئے بھیجا تھا، عرض کی حضور! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام تو میں نے ہی لکھوایا ہے۔ کیونکہ مجھے پسند نہ آیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

نام کو خدا کے نام سے جدا رکھوں البتہ اپنا نام میں نے نہیں لکھوایا، اسی وقت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے نازل ہو کر عرض کی، ابوبکر کو ہمارے نام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی جدائی پسند نہ آئی اور ہمیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے ابوبکر کا نام جدا کرنا پسند نہ آیا۔

(تفسیر کبیر)

یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام ابوبکر نے لکھوایا اور ابوبکر کا نام ہم نے لکھوایا۔

اسی طرح حدیث مبارک میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میں جس آسمان پر بھی گیا اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا تھا۔

(ابویعلیٰ، طبرانی فی الاوسط، ابن عساکر، بحوالہ خصائص کبریٰ)

صدیق کا سرمایہ ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اور اتفاقاً ان دنوں میرے پاس کافی مال تھا۔ میں نے کہا آج میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا پس میں اپنا نصف مال لے آیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کی اتنا ہی گھر والوں کے لیے، اس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کا سارا سامان لے آئے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ابا بکر ماابقیت لاھلك ''اے ابوبکر گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کی ابقیت لھم اللہ و رسولہ ''ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑا ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا واللہ لااسبقہ الی شی ابداً ''خدا کی قسم میں کسی کام میں بھی ان سے سبقت نہیں لے جا سکتا''۔

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

ہجرت کی رات بھی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اپنے گھر کا سارا سامان مال ساتھ لیکر چلے تھے۔

لشکر اسامہ کی روانگی

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کیلئے ایک لشکر حضرت اسامہ کی قیادت میں روانہ کیا تھا۔ لشکر کے جانے سے پہلے ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا اور بہت سے قبائل مرتد ہوگئے ہر طرف فتنے کی آگ بھڑک اٹھی بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے مشورہ دیا کہ ان حالات میں لشکر کو ملک سے باہر بھیجنا مصلحت کے خلاف ہے، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا والذی نفسی بیدہ لو ظننت ان السباع تا کلنی بالمدینة لا نفذت ھذا البعث ''خدا کی قسم اگر مجھے گمان ہو کہ درندے مدینہ منورہ میں آکر مجھے کھا جائیں گے تب بھی میں یہ لشکر ضرور بھیجوں گا''، یعنی مجھے اپنی شہادت تو پسند ہے مگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک کو ترک کرنا ہرگز پسند نہیں۔

(ابن عساکر تاریخ الخلفاء: ص108 شبیر برادرز لاہور)

ایثار و محبت

جب حضرت عثمان (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد) ایمان لانے لگے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے سبب دریافت کرنے پر عرض کی، یا

رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اگر میرے باپ کی بجائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب ایمان لاتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں تو یہ مجھے زیادہ محبوب تھا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے سچ کہا۔

(ابن عساکر بحوالہ حیاۃ الصحابہ)

نسبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا احترام

✿...... نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف فرما ہوتے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف، عمر فاروق بائیں طرف اور عثمان غنی سامنے بیٹھتے ایک مرتبہ حضرت عباس (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا) آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں بیٹھ گئے۔ (ایضا)

✿...... حضرت ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے زمانہ حکومت میں اگر حضرت عباس کو ملتے اگر یہ دونوں بزرگ سوار ہوتے تو نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کرتے ہوئے سواری سے اتر جاتے اور حضرت عباس کے ساتھ چلتے ہوئے ان کی مجلس تک پہنچاتے، پھر ان سے جدا ہوتے۔

(ایضا)

✿...... حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا وہ فرما رہے ہیں، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر مسکرا رہے ہیں۔

(بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کرام میں بڑی محبت تھی ان کی محبت کا انکار کرنے والا جاہل ہے۔

اگر میں تجھے پالیتا

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر کے موقع پر مسلمان نہ تھے اور نہ ہی غزوہ احد کے موقع پر۔ایک دن اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے رایتك یوم احد فصدفت عنك ''میں نے یوم احد آپ کو دیکھا مگر میں نے آپ سے درگزر کیا'' (یعنی میں آپ کو قتل کرسکتا تھا مگر باپ سمجھ کر چھوڑ دیا) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لکنی لو رایتك ماصدفت عنك ''لیکن اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو ہر گز زندہ نہ چھوڑتا''۔(مصنف ابن ابی شیبہ) (کیونکہ تم میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بن کر آئے تھے)۔

نماز میں تعظیمِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

...... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ زیادہ ناساز ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی اطلاع دینے کیلئے حاضر خدمت ہوئے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مروا ابابکر ان یصلی بالناس ''ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔میں نے عرض کی ابوبکر نرم دل آدمی ہیں، جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوں گے تو شدت غم سے لوگوں تک آواز نہ پہنچا سکیں گے۔بہتر ہے کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمائیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا، ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ تم بھی کہو کہ ابوبکر نرم دل ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں تک آواز نہ پہنچا سکیں گے لہٰذا عمر کو حکم دیں۔لیکن نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا، چنانچہ جب نماز شروع ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی

طبیعت مبارکہ میں کچھ افاقہ محسوس کیا تو دو آدمیوں کے کندھوں پر سہارا لیکر مسجد میں تشریف لائے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمد کی ہلکی سی آواز سنی تو پیچھے ہٹ گئے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ فرمایا پھر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے اور حضرت ابوبکر کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوکر نماز ادا کررہے تھے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر، حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کررہے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت ابوبکر صدیق کی۔ (بخاری)

✿...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مسلمان نماز فجر میں تھے کہ اچانک رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف دیکھا وہ صفوں میں تھے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ دیکھ کر مسکرائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا خیال کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے تاکہ صفوں میں آکھڑے ہوں اور مسلمانوں کی حالت وکیفیت یوں تھی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ یوں تھا جیسے قرآن کا روشن ورق ہو، اور وهم المسلمون ان یفتتنوا فی صلاتهم ''اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی نماز کوتوڑ دیں'' نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نمازیں مکمل کرو یہ فرما کر پردہ ڈال دیا۔

(بخاری)

✿...... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے درمیان صلح کروانے کے لیے تشریف لے گئے اتنے میں نماز عصر کا وقت آگیا۔ موذن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، کیا

آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ میں اذان دیتا ہوں، فرمایا: جی ہاں، پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے لگے اتنے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے لوگ نماز کی حالت میں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے صف میں تشریف لے آئے۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متنبہ کرنے کیلئے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں ادھر ادھر توجہ نہ فرماتے تھے مگر جب لوگوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو دیکھا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کا اشارہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پیچھے ہٹ گئے اور حبیب خدا، امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ گئے نماز مکمل فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: اے ابوبکر جب میں نے تمہیں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا تو تجھے کس چیز نے اس پر عمل کرنے سے روکا؟ عرض کی، ما کان لابن ابی قحافة ان یصلی بین یدی رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ''ابن ابی قحافہ کے لئے درست نہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھے''۔

(بخاری)

ان تینوں احادیث مبارکہ میں غور فرمائیں تو عقیدت ومحبت کے بے شمار پھول ملیں گے۔

☆...... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کا امام بنایا۔

☆...... سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کراتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوئے۔

☆...... صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارکہ کو دیکھ کر خوشی میں نمازیں توڑنے کا قصد کیا۔

☆...... صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نماز کی حالت میں نہ صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

طرف مبذول کی۔

☆...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہوئے مصلیٰ امامت سے پیچھے ہٹ گئے۔

☆...... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی میں صحابۂ کرام کی نگاہیں امامت وقیادت کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہی اٹھتی تھیں۔

رضائے خداوندی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایسا لباس پہنا ہوا تھا جس میں بٹنوں کی بجائے کانٹے لگے ہوئے تھے۔ اچانک حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور سلام عرض کیا۔ پھر عرض کی: سرکار! ابوبکر کو کیا ہے کہ انہوں نے کانٹے لگائے ہوئے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے فتح سے پہلے اپنا تمام مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی، انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہیے اور کہیے کہ آپ کا رب آپ سے کہتا ہے اے ابوبکر تم اپنے اس فقر میں ہم سے راضی ہو؟ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف توجہ فرما کر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا پیغام پہنچایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور عرض کی: اعلیٰ ربی اغضب؟ ''کیا میں اپنے رب سے ناراض ہوں گا''، میں اس سے راضی ہوں میں اس سے راضی ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء)

مانعین زکوٰۃ و مرتدین سے جنگ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو عرب کے بعض لوگ مرتد ہو گئے اور کہنے لگے ہم نماز تو پڑھیں گے مگر

زکوٰۃ نہیں دیں گے ۔پس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہا کہ ان لوگوں سے نرمی کیجئے اور تالیف قلوب کریں یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے تو تم سے بھر پور تعاون کی امید تھی اور تم مجھے ہی پست کر رہے ہو عہد جاہلیت میں تو تم بڑے بہادر تھے ۔اسلام میں اس قدر کمزور کیوں پڑ گئے ہو خدا کی قسم میرے ہاتھ میں جب تک تلوار رہے میں ان سے جہاد کروں گا حتیٰ کہ یہ زکوٰۃ ادا کریں ۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس معاملہ میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے اپنے سے بھی زیادہ سخت اور مستعد پایا۔

(نسائی باختصار)

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر یہ لوگ ایک رسی یا ایک بکری کا بچہ بھی دینے سے انکار کر دیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے قتال کروں گا ۔چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا اور مرتدین کا قلع قمع کیا۔

اسی طرح مرتدین کے خلاف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد لشکر بھیجے مسیلمہ کذاب کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین کی طرف حضرت علاء بن الحضرمی کو اور ایک لشکر کو حضرت زید بن عبید انصاری کی قیادت میں بھیجا اور اسلام کے خلاف اٹھنے والے ان شدید ترین فتنوں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔

(تاریخ الخلفاء: ص 110، شبیر برادرز لاہور)

جمع قرآن

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا، میں حاضر ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پاس بیٹھے تھے ۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے عمر میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنگ

یمامہ میں بہت سے حفاظ شہید ہو گئے۔ اگر قتل کا یہ سلسلہ جاری رہا تو خوف ہے کہ بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا۔ ہاں اگر تم اسے جمع کر دو، حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے عمر سے کہا وہ کام میں کیسے کروں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر نے مجھ سے کہا بخدا یہ کام اچھا ہے اور یہ مجھے پر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں بھی وہ سمجھنے لگا جو عمر نے سمجھا حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا بے شک تم جواں مرد سمجھدار ہو۔ ہم تم پر کوئی تہمت نہیں لگاتے تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے وحی لکھتے تھے لہٰذا قرآن مجید کو تلاش کر کے جمع کرو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں واللہ، اگر ابوبکر مجھے ایک پہاڑ کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ قرآن پاک جمع کرنے سے زیادہ میرے لیے آسان تھا۔ میں نے کہا وہ کام آپ کیسے کرتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بخدا یہ کام اچھا ہے پھر وہ مسلسل اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ میرا سینہ بھی کھل گیا۔ چنانچہ میں نے چمڑوں، پتوں، کندھے کی ہڈیوں شاخوں اور لوگوں کے سینوں میں محفوظ قرآن پاک کو جمع کیا۔ حتیٰ کہ سورۃ توبہ کی آخری آیت میں نے حضرت خدیجہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پائی۔

(بخاری)

قرآن پاک جمع کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امت پر ایسا احسان ہے کہ جس کا بدلہ قیامت تک نہیں چکایا جا سکتا انہی کی توجہ اور ہمت کی بدولت آج قرآن ہم تک محفوظ طریقے سے موجود ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا جو ذمہ لیا تھا اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے پورا کیا۔

علمِ مبارک

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا ان اللہ سبحانہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ماعندہ فاختار ماعند اللہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ دنیا کو اختیار کر لے یا جو کچھ خدا کے پاس ہے اسے یعنی آخرت کو تو اس بندے نے خدا کے ہاں جو چیز ہے اسے اختیار کر لیا''۔ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے، میں نے اپنے دل میں کہا اس بزرگ کو کس چیز نے رلا دیا، بعد میں معلوم ہوا وہ بندہ خاص، حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے جنہوں نے وصال مبارک کو قبول فرما لیا تھا۔ وکان ابوبکر اعلمنا'' اور ابو بکر ہم میں سب سے بڑے عالم تھے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتا دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر نہ رو بیشک اپنی صحبت اور مال میں مجھ پر سب سے زیادہ جانی و مالی قربانی پیش کرنے والے ابوبکر ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا، (یہاں سے کچھ عبارت لگتا ہے چھوٹ گئی ہے۔ قاسم) لیکن ہم میں اسلامی اخوت ومحبت ہے مسجد کی طرف کھلنے والے ہر دروازہ کو بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

(بخاری)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو سب سے زیادہ سمجھتے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے زیادہ علم والے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بڑا کوئی عالم نہ تھا (یعنی یہی دونوں فتویٰ دیا کرتے تھے)۔

(تاریخ الخلفاء: ص60)

نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کا امام بنایا (بخاری) اور ابوداؤد میں حدیث ہے کہ امام اسے بناؤ جو قرآن کا بڑا عالم ہو اس سے معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قریش میں انساب کے سب سے بڑے عالم تھے فرماتے ہیں، میں نے علم الانساب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھا جو عرب کے نسبوں کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ص62)

راہ خدا میں مال خرچ کرنا

☆...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الذی یوءتی ماله یتزکیٰ (سورۃ واللیل) ترجمہ: ''وہ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ پاکیزہ ہو''۔

☆...... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر کے مال نے جتنا مجھے نفع دیا کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔ (ترمذی)

☆...... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس کسی نے ہماری خدمت کی ہم نے اسکا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر کے اس کی خدمت کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا۔ (ترمذی)

☆...... جب عمر فاروق گھر کا آدھا مال حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کا سارا مال راہ خدا میں پیش کر دیا۔ (ابوداؤد۔ترمذی)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، اسلام قبول کرتے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم موجود تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تمام مال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر خرچ کر دیا ان میں اکثر مال مسلمان غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرانے میں خرچ ہوا۔ (تاریخ الخلفاء: ص57)

☆...... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ایک دن جبرئیل امین علیہ السلام کانٹوں والا جبہ پہن کر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے جبرئیل یہ کیا حالت ہے؟ عرض کی، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے وہ ایسا ہی لباس پہنیں جیسا ابوبکر نے پہنا ہے۔ (تاریخ الخلفاء:58)

رائے کی درستی

...... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل امین میرے پاس آئے اور کہا، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ ابوبکر سے مشورہ لیجئے۔

(تاریخ الخلفاء:63)

...... جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا جانے لگا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مشاورتی کمیٹی میں سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔

(تاریخ الخلفاء:64)

...... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ گوارہ نہیں کہ ابوبکر غلطی کریں۔

(تاریخ الخلفاء:64)

خوف خدا

...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں درخت کے سایہ میں ایک چھوٹی چڑیا دیکھی آپ نے یہ دیکھ کر سرد آہ بھری اور فرمایا: اے چڑیا تو بڑی خوش نصیب ہے تو درختوں سے اپنی غذا حاصل کرتی ہے اور ان کے سایہ میں آرام کرتی ہے اور جہاں چاہتی ہے اڑتی پھرتی ہے، کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ (تاریخ الخلفاء: ص152)

✿ ...... امام احمد روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''مجھے یہ پسند ہے کہ میں بندہ مومن کے سینے کا ایک بال ہوتا'' نیز فرماتے: اے کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کھالیا جاتا، کبھی فرماتے کاش میں سبزہ کی طرح کا ہوتا مجھے چوپائے چر جاتے۔

✿ ...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جس کی مزدوری میں سے آپ نے کچھ مقرر کر رکھا تھا اور اس میں سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ کھا لیتے تھے۔ ایک روز وہ چیز لایا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سے کچھ کھالیا۔ غلام نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے یہ کہاں سے آئی ہے؟ فرمایا تم ہی بتاؤ، اس نے کہا میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو کہانت سے پیش گوئی دی تھی۔ آج وہ مجھ سے ملا تو اس نے اس کے بدلہ میں یہ چیز دی تھی جو آپ نے تناول فرمائی یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔

(بخاری باب ایام الجاہلیۃ)

✿ ...... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا۔ ایک رات وہ آپ کے پاس کھانا لایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے ایک لقمہ کھالیا۔ خادم نے عرض کی آپ کو کیا ہوا؟ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہلے ہر رات مجھ سے پوچھتے تھے، آج رات کیوں نہیں پوچھا؟ فرمایا شدید بھوک کی وجہ سے، اب بتاؤ تم یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے جواب دیا، زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی پر میں نے منتر پڑھا انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ آج میں ان کے پاس سے گزرا تو ان کے ہاں شادی تھی انہوں نے مجھے یہ کھانا دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! تو نے مجھے ہلاک ہی کر دیا، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور قے کرنے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ لقمہ نہ نکلا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا یہ پانی پی کر نکلے گا

، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی کا برتن منگوایا اور پی کر قے کرنا شروع کی حتیٰ کہ وہ لقمہ بھی نکل آیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، کیا یہ سب کچھ محض ایک لقمے کی خاطر ہے۔ فرمایا، اگر مجھے یہ لقمہ نکالنے کی خاطر جان بھی نکالنا پڑتی تو نکال دیتا کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ہر بدن جو حرام سے پلا ہو تو آگ اس کے زیادہ لائق ہے۔ مجھے خوف تھا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس سے نہ ملے۔

(حلیۃ الاولیاء)

محاسبہ نفس

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو کھینچ رکھے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، اے خلیفہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ یہ کیا رہے ہیں؟ فرمایا: بیشک اس نے مجھے بہت سی مشکلات میں مبتلا کیا۔ بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بدن میں کوئی حصہ اور نہیں مگر وہ زبان کی تیزی کی شکایت کرتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اس کے ضمن میں پہلے متعدد واقعات گزر چکے یہاں صرف محبت آمیز قول ذکر کیا جاتا ہے فرمایا مجھے دنیا میں تین چیزیں سب سے زیادہ محبوب ہیں:

۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھتے رہنا۔

۲) رسول اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا مال خرچ کرتے رہنے۔

۳) میری بیٹی کا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہونا۔

(منبہات ابن حجر)

صبر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار ہوگیا۔ میں دونوں کے پاس گئی اور کہا کیا حال ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار ہوتا تو وہ ہمیشہ یہ شعر پڑھتے:

کل امری مصبح فی اهله
والموت ادنی من شراك نعله

ترجمہ: ''ہر کوئی اپنے گھر میں صبح کرتا ہے اس حال میں کہ موت اسکے جوتے کے تسمے کے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے''۔

اور جب حضرت بلال کو بخار ہوتا تو وہ کہتے:

ترجمہ اشعار: ''کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ کیا میں رات مکہ میں گزاروں گا اس حال میں کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل گھاس ہو اور کیا لوگوں نے مجنۃ (مکہ کی جگہ کا نام) کے پانیوں کا ارادہ کیا۔ اور کیا مکہ مکرمہ کے شامہ اور طفیل پہاڑ میرے سامنے دوبارہ ہوں گے۔

(بخاری)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمات کی طرف دیکھیں کہ شدید بخار میں فکر آخرت میں مشغول ہیں اور صبر و استقامت کا مظاہرہ فرما رہے ہیں۔

خدمت خلق اور تواضع

✿...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بننے سے پہلے محلے کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر بیعت لی گئی تو ایک لڑکی کہنے لگی، اب تو ابوبکر ہماری بکریوں کا دودھ نہیں دوہیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

یہ بات سن لی، فرمایا کیوں نہیں؟ میں ضرور تمھاری بکریوں کا دودھ دوہا کروں گا اور مجھے امید ہے کہ خلافت میرے ان اوصاف کو نہیں بدلے گی جو خلافت ملنے سے پہلے تھے چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر بھی ان پڑوسیوں کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔

(حیاۃ الصحابہ)

۞...... مدینہ منورہ میں ایک بڑھیا تھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ اسکا کام کاج کر آتے پانی بھر دیتے پھر ایسا ہونے لگا ان کے آنے سے پہلے ہی کوئی یہ کام کر دیتا۔ کچھ عرصہ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے حیران ہوئے کہ آخر وہ کون ایسا شخص ہے جو منہ اندھیرے اس بڑھیا کے کام کر جاتا ہے ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح سویرے چھپ گئے تاکہ دیکھیں وہ مرد کون ہے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں وہ خلیفہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو باوجود اپنی جلالت شان، عظمت و بزرگی اور خلافت کے اس بڑھیا کی خدمت کر رہے ہیں۔

(فضائل الشیخین)

زور بیان

اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زور بیان کا ملکہ بھی عطا فرمایا۔ فی البدیہہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہترین خطاب فرماتے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جب مہاجرین وانصار جمع ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرماتے ہیں، میں اپنی تقریر کی باری کا انتظار کرنے لگا اور اپنے ذہن میں آیات واحادیث کو جمع کیا تاکہ اپنی باری پر بیان کروں لیکن جب میں بولنے لگا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فی البدیہہ وہ سب کچھ بیان کر دیا بلکہ اس سے بھی بہتر بیان کیا۔

(بخاری)

شاندار خطبہ

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اسی کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں اور موت کے بعد اسی سے عزت کی التجا کرتا ہوں، میری اور تمہاری موت قریب ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسکے خاص بندے اور رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا تا کہ زندہ آدمیوں کو ڈرائیں اور کافروں پر حجت قائم کریں۔ جس نے اللہ ورسول کی بات مانی اس نے ہدایت پائی اور جنہوں نے نافرمانی کی وہ صریح گمراہی میں جا پڑے۔ میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ہدایت دی ہے اس پر ثابت قدم ہو جاؤ۔

ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے امیر کی سنو اور اطاعت کرو کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ اور اپنے امیر کی حق بات کی پیروی کی اس نے نجات پائی اور حق ادا کر دیا۔ اور اپنے آپ کو نفس کی خواہشات سے بچاؤ، جو شخص نفس کی بری خواہشات، لالچ اور غصہ سے بچ گیا وہ نجات پا گیا۔ نیز فخر نہ کرو کیا ایسا شخص بھی فخر کر سکتا ہے جو مٹی سے پیدا ہوا اور مٹی میں جائے گا اور اس کو چیونٹیاں کھا جائیں گی، وہ آج اگرچہ زندہ ہے مگر کل اس کو موت ضرور آئے گی۔ ہر روز بلکہ ہر گھڑی نیک عمل میں کوشش کرو، مظلوم کی بددعا سے بچو، اپنے آپ کو مردہ شمار کرو، صبر کرو، کیونکہ صبر نیکی کرواتا ہے، پرہیزگاری اختیار کرو کیونکہ بہت نفع دیتی ہے، عمل کرو کیونکہ عمل قبول کیا جاتا ہے۔ جو چیز تمہیں اللہ کے عذاب کی طرف لے جائے اس سے پرہیز کرو، جس چیز پر اللہ تعالیٰ نے رحمت کا وعدہ کیا ہے اس میں جلدی کرو، سمجھو اور

سمجھاؤ، ڈرواور ڈراؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتایا دیا ہے کہ تم سے پہلے لوگ کس وجہ سے ہلاک ہوئے۔

اس نے اپنی کتاب میں حلال وحرام، محبوب، مکروہ چیزیں بیان کردی ہیں۔ میں تمھیں اور اپنے نفس کو نصیحت کرنے میں دیر نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔ اللہ کی عبادت کرو اور اپنے حصے کی حفاظت کرو، دین کی آرزو کرو اور دین کو ضائع نہ کرو۔

(تاریخ الخلفاء: ص146 شبیر برادرز لاہور)

نیکی کی دعوت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے اور اپنا اسلام ظاہر کیا تو اسکی دعوت بھی پھیلانا شروع کردی آپ اپنی قوم میں جانے پہچانے اور محبوب آدمی تھے۔ قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور انکی خیروشر کو بھی سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اچھے اخلاق اور پسندیدہ خصائل والے تاجر تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم، تجارت اور حسن صحبت کی وجہ سے لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آتے تو جو بھی قابل اعتماد آدمی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آتا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے اسلام کی دعوت دیتے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ اور دعوت اسلام پر حضرت زبیر بن العوام، عثمان بن عفان، طلحہ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے جلیل القدر لوگ مسلمان ہوئے۔ (البدایہ والنھایہ بحوالہ حیاۃ الصحابہ)

نیکی کی راہ میں تکلیف

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، جب اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ۳۸ تک پہنچ گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاعلان تبلیغ کرنے کیلئے نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اصرار کیا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! ابھی ہم تھوڑے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل گزارش کرتے رہے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت عطا فرمادی۔

چنانچہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان مسجد حرام میں بیٹھے تھے اور مشرکین بھی موجود تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کیا، اور اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت دینے لگے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے پہلے خطیب ہیں۔ کفار نے جب یہ سنا تو مسلمانوں کو اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارنے لگے خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید مارا اور زمین پر گھسیٹا اور روندا۔ ان میں عتبہ بن ربیعہ اس خباثت میں پیش پیش تھا۔ اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ اور چہرے پر شدید ضربیں لگائیں حتیٰ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہچانے نہ جاتے تھے۔ پھر آپ کے قبیلہ بنو تمیم کے لوگ آئے اور مشرکین کو دفع کیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور انہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے بارے میں کوئی شک نہ تھا کیونکہ شدید چوٹیں آئیں تھی۔ پھر بنو تمیم مسجد میں آئے اور کہا اگر ابو بکر فوت ہو گئے تو ہم اسکے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے۔

پھر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلسل کلام کی کوشش کرتے رہے حتیٰ کے شام کے وقت ہوش آیا تو آپ نے جواب دیا، اور سب سے پہلے زبان سے یہی الفاظ نکلے ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس حال میں ہیں''۔ لوگ برا بھلا کہتے ہوئے اٹھ گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ سے کہا اس سے کھانے پینے کے بارے میں دریافت کرو۔ والدہ بعد میں مسلسل کھانے کے بارے میں پوچھتی رہیں مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل یہی جواب دیتے رہے مجھے بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس حال میں ہیں؟

والدہ نے کہا مجھے تو معلوم نہیں، فرمایا جاؤ ام جمیل بنت خطاب سے جا کر پوچھو وہ گئیں اور پوچھا تو ام جمیل نے اپنے اسلام کو چھپاتے ہوئے کہا میں تو نہ محمد کو جانتی ہوں اور نہ ہی ابوبکر کو البتہ کہتی ہو تو مجھے اپنے بیٹے کے پاس لے چلو۔ چنانچہ ام جمیل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچی جب شدید زخمی حالت دیکھی تو زور زور سے رونے لگی اور کہا خدا کی قسم کافروں فاسقوں نے ان سے یہ سلوک کیا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ضرور بدلہ لے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ تو بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا آپ کی والدہ سن رہی ہیں (یعنی وہ میرا اسلام مشہور نہ کردیں)، فرمایا کچھ خوف نہ کرو۔ ام جمیل نے جواب دیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سلامتی سے ہیں پوچھا کہاں ہیں؟ جواب ملا، دارارقم میں۔

فرمایا خدا کی قسم اس وقت تک نہ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا حتیٰ کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری نہ دے لوں۔ چنانچہ جب رات کو لوگوں کی آمد ورفت ختم ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سہارا لیکر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں نے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو آپ کی طرف جھک گئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوسہ دیا اور شدید گریہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے اسکے جو میرے چہرے کو پہنچی ہے اور یہ میری ماں ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مبارک ہیں انکو اسلام کی دعوت دیں اور ان کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے انہیں آگ سے بچائے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں دعوتِ اسلام دی اور دعا کی چنانچہ وہ مسلمان ہوگئیں۔

یہ واقعہ بھی خدمت اسلام اور عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بہترین نمونہ ہے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام تمام لوگوں تک پہنچ جائے۔

☆ خود ہی اس کے بارے میں اصرار فرمایا۔

☆ راہ تبلیغ میں تکالیف برداشت کرنا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔

☆ ...... ہر رکاوٹ کے باوجود جذبہ تبلیغ کم نہ ہوا۔

☆ ...... شدید زخمی حالت میں بھی اپنی والدہ کے اسلام اور نیکی کی راہ پر چلنے کی خواہش ہے۔

☆ ...... اپنی تکلیف کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہوش میں آتے ہی محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خیریت دریافت کی۔

☆ ...... جب تک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خیریت دریافت نہ ہوئی اس وقت تک کھانے پینے کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔

تبلیغ کی اہمیت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے لوگو! تمھیں یہ آیت دھوکے میں نہ ڈالے: **یاایھاالذین امنوا لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم** ترجمہ: ''اے ایمان والوں تمھیں نقصان نہ دے گا وہ جو گمراہ ہوا جب کہ تم ہدایت پر ہو''۔

کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لوگ اگر برائی دیکھیں پھر نہ بدلیں تو عنقریب ایسا عذاب آئیگا جو سب کو گھیر لے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا:

''اے عمر اللہ سے ڈرنا بیشک دن کا عمل اللہ کا لازم کردہ ہے وہ اسے رات میں قبول

نہیں کرے گا اور رات کا عمل بھی اللہ کا لازم کردہ ہے وہ اسے دن میں قبول نہیں کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نفل ہرگز قبول نہیں کرتا جب تک فرض ادا نہ کیا جائے، اور بے شک اسی کا میزان عمل بھاری ہے جس کا قیامت کے دن بھاری ہوگا اور جو حق میزان میں رکھا جائے گا وہ بھاری ہوگا، اور قیامت کے دن جس کا میزان عمل ہلکا ہوگا وہی ہلکے میزان والا ہے اور جو باطل میزان میں رکھا جائے گا وہ ہلکا ہو جائے گا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا ذکر کیا تو ان کے اچھے اعمال کا تذکرہ فرمایا اور ان کی غلطیوں سے درگزر کیا۔ میں جب کبھی ان کا ذکر کرتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں ان سے پیچھے نہ رہ جاؤں اور بیشک اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کا ذکر کیا تو ان کے برے اعمال کا ذکر کیا اور ان کی نیکیاں رد کر دیں۔ جب میں ان کو یاد کرتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں ان کے ساتھ نہ مل جاؤں اور اللہ تعالیٰ نے رحمت اور عذاب کی آیات ذکر فرمائیں تاکہ بندہ خدا کی طرف راغب ہو اور ڈرے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹی امیدیں نہ باندھ رکھے (یعنی عمل کرے) اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالے اور اگر تم نے میری وصیت یاد رکھی تو موت تجھے سب سے زیادہ محبوب ہوگی۔ جب وہ تیرے پاس آئے گی اور اگر تم نے نصیحت بھلا دی تو موت تجھے سب سے زیادہ مبغوض ہوگی اور تم اسے دفع نہ کرسکو گے"۔

(حلیۃ الاولیاء)

رحمدلی

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ارحم امتی ابوبکر "میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر ہیں"۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت مبارکہ قرآن پاک میں یوں بیان کی گئی ہے:

بالمومنین رء وف رحیم (پارہ 11، سورۃ توبہ)

ترجمہ: "مومنوں پر بہت مہربان نہایت رحم والے"۔

چونکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوصاف و عادات میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عکس تھے اس لیے یہ اسی وصف رؤف رحیم کا اثر تھا جس کی جھلک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نظر آ رہی تھی ۔ انہی اوصاف وکمالات کا اظہار ایک حدیث میں یوں ہوا کہ حضرت سلیمان بن یار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''۳۰۶ اوصاف ایسے ہیں کہ اگر ان میں کوئی ایک بھی کسی شخص میں پایا جائے تو وہ جنتی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا ان اوصاف میں سے کوئی وصف میرے اندر بھی ہے؟ فرمایا تم میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں''۔

(الصواعق المحرقۃ)

فرامین

☆ ...... اللہ تعالیٰ تیرا باطن بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح تیرا ظاہر دیکھتا ہے۔

☆ ...... ہم ایک حرام کے خوف سے ستر حلال کو چھوڑ دیتے ہیں۔

☆ ...... جو شخص بغیر توشہ کے قبر میں جائے وہ ایسا ہے جیسے اس نے بغیر کشتی کے سمندر میں سفر کیا۔

☆ ...... شہوت کے سبب سے بادشاہ غلام بن جاتے ہیں اور صبر سے غلام بادشاہ بن جاتے ہیں۔

☆ ...... جس شخص نے گناہوں کو ترک کر دیا اس کا دل نرم ہو گیا اور جس نے حرام کو ترک کر دیا اس کا فکر اندیشہ صاف ہو گیا۔

☆ ...... تاریکیاں پانچ ہیں اور ان کے چراغ بھی پانچ ہیں حب دنیا تاریکی ہے اور اس کا چراغ تقویٰ ہے۔ گناہ تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔ قبر تاریکی ہے اور اسکا چراغ لاالہ الااللہ ہے۔ آخرت تاریکی ہے اور اس کا چراغ نیک عمل ہے، پل

صراط تاریکی ہے اور اس کا چراغ یقین ہے۔

☆...... آٹھ چیزیں آٹھ چیزوں کی زینت ہیں۔ پرہیز گاری زینت ہے فقر کی، شکر زینت ہے دولتمند کی، صبر زینت ہے بلا کی، تواضع زینت ہے شرف و بزرگی کی، علم زینت ہے عالم کی، فروتنی و عاجزی زینت ہے طالب علم کی، احسان نہ جتلانا زینت ہے احسان کی، اور خشوع زینت ہے نماز کی۔ (ھذا الاقوال من تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

کرامات

۞...... حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ، ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاں دو شخصوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو اپنے ساتھ لے جائے اور جن کے ہاں تین آدمیوں کا کھانا ہو وہ چوتھے کو اپنے ساتھ لے جائے اس طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے، اور ان کو گھر چھوڑ کر پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کھانا کھایا اور عشاء پڑھ کر کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ رات کو گھر واپس آئے تو اپنی بیوی ام رومان سے فرمایا مہمانوں نے کھانا کھالیا۔ انہوں نے کہا، مہمانوں نے آپ کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ آپ جلال میں آ گئے آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن غصے کے ڈر سے چھپ گئے۔ آپ نے قسم کھائی کہ میں ہرگز کھانا نہ کھاؤں گا یہ سن کر مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ ہم بھی کھانا نہ کھائیں گے جب تک آپ نہ کھائیں گے یہ سن کر آپ پریشان ہوئے۔ آخر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا شروع فرمایا پھر باقی مہمانوں نے بھی کھانا کھایا۔ وہ جو بھی لقمہ اٹھاتے نیچے سے کھانا اور زیادہ ہو جاتا، آخر میں جو دیکھا تو کھانا پہلے سے بھی زیادہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام رومان کو دکھایا تو وہ بولیں، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک یہ کھانا تو پہلے سے بھی زیادہ ہے پھر وہ کھانا صبح نبی کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا وہاں ایک قوم کا وفد تجدید معاہدہ کے لیے آیا ہوا تھا اور وفد کے ہر آدمی کے ساتھ متعدد افراد تھے، تمام افراد نے وہی کھانا کھایا اور سیر ہو گئے۔

(بخاری جلد اول)

✿ ...... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا اے بیٹی! اللہ کی قسم اپنے وارثوں میں سب سے زیادہ مجھے تمھاری دولتمندی پسند ہے اور فکر ناپسند ہے میں نے تجھے بیس وسق کھجور والے درخت ہبہ کئے تھے اگر تم ان پر قبضہ کر لیتی تو تو ان کی مالک ہو جاتی لیکن اب وہ وارثوں کی ملک ہے وہ وارث تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، تم ان میں اللہ کی کتاب کے مطابق تقسیم کر دینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی ابا جان میری تو ایک ہی بہن ہے دوسری کون؟ فرمایا میری بیوی حبیبہ بنت خارجہ حاملہ ہے اور میرے گمان میں ان کے پیٹ میں بچی ہے چنانچہ حضرت حبیبہ بنت خارجہ نے لڑکی جنی۔

(موطا امام محمد)

وفات کا سبب

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شدید محبت کی وجہ سے جب آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو غم ہجر کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل کمزور ہوتے رہے۔ چنانچہ روایت میں ہے: کان سبب موت ابی بکر وفاة رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم مازال جسمه یجری حتیٰ مات ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا سبب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم مسلسل کمزور ہوتا رہا حتیٰ کہ آپ نے وصال فرمایا۔

واقعات مرض الموت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب وقت وصال قریب آیا تو پوچھا یہ کون سا دن ہے؟ عرض کیا پیر کا، فرمایا اگر میں آج رات انتقال کر جاؤں تو کل کا انتظار نہ کرنا کیونکہ مجھے وہ دن اور راتیں زیادہ محبوب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہیں۔

(مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں غسل دیا تھا؟ عرض کی، تین سفید سحولی کپڑوں میں۔ جن میں قمیض اور عمامہ نہ تھا۔ پوچھا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کس دن میں وفات پائی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی پیر کے دن، فرمایا مجھے امید ہے کہ آج رات سے پہلے میں انتقال کر جاؤں گا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وہ کپڑے دیکھے جو بیماری کی حالت میں پہن رکھے تھے ان پر زعفران کا کچھ اثر تھا۔ فرمایا، میرے اس کپڑے کو دھو ڈالو اور دو کپڑے مزید اس میں ملا دو پھر انہی میں مجھے کفن دو۔ میں نے کہا یہ تو پرانے ہیں فرمایا زندہ آدمی مردہ سے زیادہ نئے کپڑوں کا حقدار ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی رات کو فوت ہوئے اور اگلے دن صبح دفن ہوئے۔ (بخاری)

وصال سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے جنازے کو اٹھا کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مواجہہ شریف کے سامنے لے جانا اگر اندر تدفین کی اجازت مل گئی تو وہاں دفن کر دینا ورنہ جس جگہ تم چاہو دفن کر دینا۔ چنانچہ بعد از وصال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھا کر مواجہہ شریف میں رکھا گیا السلام علیک یارسول اللہ هذا ابو

بکر بالباب یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم "یہ ابوبکر دروازے پر حاضر ہے"۔ چنانچہ دروازہ کھل گیا اور آواز آئی ادخلوا الحبیب الی الحبیب "دوست کو دوست کے ساتھ ملا دو"۔ (تفسیر کبیر)

وصال سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ہمیں مسلمانوں کا امیر بنایا گیا تھا، زائد از ضرورت ہم نے ایک درہم بھی نہیں لیا۔ اب ہمارے پاس یہ غلام اونٹ اور کپڑا ہے میرے وصال کے بعد یہ سب عمر کے سپرد کر دینا۔ جب یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچیں تو انہوں نے فرمایا: "اے ابوبکر اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ اپنے بعد والوں کو مشقت میں ڈال دیا" (یعنی تقویٰ کا اعلیٰ ترین نمونہ قائم فرمایا)۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب اور سیرت طیبہ کا کچھ حصہ بیان کیا گیا ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سردار، محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیکر، جنت کے حقدار، سفر وحضر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھی، قبر وحشر بلکہ جنت میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے رفیق، کامل مطیع، متبع سنت، تاجدار صداقت، نار جہنم سے آزاد، پاکیزہ کردار، خوش خصال، مرجع عالم، محافظ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، متقین کے سردار، بارگاہ خدا میں وجاہت والے، جنتی بوڑھوں کے سردار، امت میں سب سے پہلے جنت میں جانے والے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا عکس جمیل اور آئینہ حسین تھے۔

ان تمام مناقب کے باوجود منکسر المزاج، خوف خدا میں رونے والے، کثرت سے تلاوت قرآن کرنیوالے، زہد وتقویٰ کے پیکر، حلم کے منبع، سخاوت کے دریا، اسلام کے اولین خطیب، راہ خدا میں مشقتیں اٹھانے والے اور محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے

پیارے دین کے لیے سختیاں جھیلنے والے اور حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات عام کرنے کیلئے بڑی بڑی قربانیاں دینے والے تھے۔

یقیناً آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی ہمارے لیے ایک اعلیٰ نمونہ اور آپ کی سیرت ایک لائحہ عمل ہے۔اوران کی محبت وعقیدت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہماری زندگیاں ان کی سیرت کے سانچہ میں ڈھل جائیں۔اور ہمارے کردار میں محبت صدیقی کی جھلک نظر آئے۔اور ہمارے اعمال وافعال سیرت صدیقی کا آئینہ بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنی اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اوران کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اوران کے غلاموں کی سچی عقیدت ومحبت عطا فرمائے،ان کی سیرت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے،اور بروز قیامت ان سب کی نظر رحمت سے ہمیں بہرہ ورفرمائے،اورعقیدہ اہلسنت وجماعت پراستقامت کے ساتھ مدینہ منورہ میں عافیت کے ساتھ موت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اصل ایمان اور جان ایمان ہے۔ اس کے بغیر ایمان بے روح جسم کی طرح ہے۔ اس محبت کے حصول کے لئے اہل محبت کی باتوں کا مطالعہ کرنا اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ محبت کی چند باتیں اہلِ ذوق علماء کی زبانی تحریر کروں گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنائے۔ آمین

سب سے پہلے محبت کا معنی جاننا چاہئے۔ اس کی تعریف میں بہت سے اقوال منقول ہیں ان میں سے چند نظر نواز کئے جاتے ہیں۔ محبت کے اصل معنی تو جھک جانے اور طبیعت کے موافق کسی چیز کی طرف مائل ہونے کے ہیں جو مرغوب ہو۔ اور بعض بزرگوں نے کچھ اس طرح محبت کی تعریف کی ہے۔

☆...... اپنے تمام تر احوال میں محبوب کی موافقت کرنے کو محبت کہتے ہیں اور موافقت ایثار، بخشش اور محبوب کی اطاعت میں ہوتی ہے۔ یہ نفس کی خواہشات اور قلب کے ارادہ پر مبنی ہے۔

☆......محبوب کی خوبیوں میں گم ہو جانا اور محبوب کی ذات میں فنا ہو جانے کا نام محبت ہے۔ اس کو فنافی الذات کی نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

☆...... خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی طرف سے خواہ کتنا ہی زیادہ کیا جائے اسے کم سمجھنا اور محبوب کی طرف سے خواہ کتنا ہی کم کیا جائے اسے زیادہ جاننا محبت کہلاتا ہے۔ جس آدمی کو محبوب سے سچی محبت ہوتی ہے وہ اپنا مقدور بھر سب کچھ بھی محبوب پر قربان کر کے کم سمجھتا ہے اور خود میں شرمسار رہتا ہے۔ اور محبوب کی جانب سے تھوڑی سی بھی چیز حاصل ہوا سے وہ بہت کچھ سمجھتا ہے۔

☆...... اپنا سب کچھ محبوب پر نچھاور کر دینا محبت ہے اور یہ کہ اپنی ذات کی خاطر اپنی کوئی شے محفوظ نہ رکھے۔

☆...... دل سے اپنے محبوب کے سوا ہر چیز فنا کر دی جائے۔ یہ محبت ہے اور محبت کے کمال کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دل میں کسی غیر کی موجودگی اور اس کی محبت کے لئے جگہ باقی نہ رہے کیونکہ دل وہ مقام ہے جہاں محبت داخل ہو کر اثر انداز ہوتی ہے۔

☆......محبوب کے دیدار وزیارت کے شوق میں دل کے سفر کو محبت کہتے ہیں اور اکثر محبوب ہی کا ذکر زبان پر رہتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان معانی محبت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''مذکورہ تمام معانی اصل میں محبت کے آثار اور علامات ہیں ورنہ محبت کسی ایسی چیز کی طرف دل کے میلان کو کہتے ہیں جو اس کی موافقت میں ہو''۔

تنبیہ:

''ان معانی محبت کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنے من میں بھی جھانک کر دیکھیں آیا ان علامات و آثار میں سے ہمارے اندر بھی کوئی چیز پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اگر یہ کیفیات جذب و مستی دل میں موجود ہوں تو مرحبا صد مرحبا اور اگر دل ان سے خالی ہے تو اہلِ محبت سے ملاقات کا تعلق فوراً قائم کرنا چاہیئے تاکہ ہمارے قلوب بھی اس عظیم الشان دولت کے حامل ہو کر نور محبت سے منور ہو جائیں''۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''محبت ایمان والوں کے قلوب کی حیات ہے اور ان کی ارواح کی غذا ہے اور رضا کے مقامات اور محبت کے احوال میں یہ مقام بلند ترین اور افضل ترین ہے''۔

حضور سید دو عالم، نور مجسم، شفیع معظم، رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اسقدر اہم اور افضل واعظم ہے کہ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

قل ان كان اباؤ كم وابناؤ كم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومسكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره

(سورۃ توبہ، آیت ۲۴)

''تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے''۔

(ترجمہ کنز الایمان شریف)

اس آیتِ مبارکہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جسے دنیا میں کوئی معزز یا عزیز یا مال اللہ و رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو وہ بارگاہِ الٰہی میں مردود ہے اور مستحق عذاب ہے۔ ایک اور مقام پر محبت کی عظمت وفضیلت کو یوں بیان فرمایا:

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباء ھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیرتھم، اولٰئك کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئك حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون

(سورہ مجادلہ، آیت ۲۲)

''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائیگا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور یہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے اور اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے''۔

(کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں ان فطرت وطبیعت کے اعتبار سے محبوب ومرغوب چیزوں کو گنا کر ان پر محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو ترجیح دی ہے اور اس محبت کے بدلے میں کیسے عظیم الشان انعام اور جلیل القدر اکرام کے مژدے سنائے ہیں۔

۱) اللہ عزوجل تمہارے دلوں میں ایمان نقش فرما دے گا جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی بشارت جلیلہ موجود ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

۲) اللہ عزوجل روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

۳) تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لیجائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

۴) تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے، خدا والے ہو جاؤ گے۔

۵) منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید وخیال وگمان سے کروڑوں درجے بڑھ کر نعمتیں پاؤ گے۔

۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

۷) یہ کہ فرماتا ہے میں تم سے راضی اور تم مجھ سے راضی۔ بندے کے لئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ اس پر بھی فرماتا ہے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

(ماخوذ از تمہید ایمان از اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

ان عظیم انعامات کی طرف نظر کریں اور جانیں کہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کتنی عظیم شے ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر تاجدار مدینہ راحت وقلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو تمام محبوب اشیاء کی محبت سے اہم قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

یاایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباؤکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان و من یتولھم منکم فاولئك ھم الظلمون

(سورۃ توبہ: آیت ۲۳)

"اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں اور جو تم میں سے ان سے دوستی کرے گا وہی ظالموں میں ہے"۔

اس آیت مبارکہ میں بھی واشگاف الفاظ میں فرما دیا گیا۔ تاجدار عرب وعجم، رحمتِ دو عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جو حقیقی غلام نہیں وہ اپنا ہونے کے باوجود بیگانہ ہے اور جو پیارے آقا، مدینے والے مصطفیٰ، شاہِ ہر دوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دامن اقدس سے وابستہ

ہو گیا وہ بیگانہ ہونے کے باوجود بھی اپنا ہے۔ الغرض ایمان کا دارومدار ہی حضور اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میدان بدر میں اپنے بھائیوں، اولاد اور باپوں کے مقابلے میں لڑنے اور قتل کر دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کا مفصل بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

لا یومن احد کم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔

''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔ (بخاری شریف)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جب اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو گفتگو کا آغاز یوں کیا کرتے فداك ابی و امی میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں حضور فلاں چیز کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عمل قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق تھا، رب العلمین ارشاد فرماتا ہے:

ما کان لا هل المدینة ومن حولهم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول الله ولا یرغبوا بانفسهم عن نفسه (سورۃ توبہ، آیت ۱۲۰)

''مدینہ والوں اور انکے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں''۔

یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ حضور سرور کونین رسول الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جان مبارک کو اپنی جانوں سے پیاری سمجھیں اور اس جانِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑیں۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کا عملی مظاہرہ کر کے دکھایا۔ اپنے جسموں کو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم نازنین کے لئے ڈھال بنایا، خود تیر کھا کر شہید ہوتے رہے مگر اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تن اطہر کی پوری طاقت و ہمت کے

ساتھ حفاظت کی اور آج بھی ایسے علماء موجود ہیں جنہوں نے اپنی عزت کو ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ڈھال بنایا ہے اپنا سب کچھ حضور سید دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان کر دیا اور پھر بھی اسی تمنا کا اظہار کرتے رہتے رہے۔

کروں تیرے نام پہ جان فدا ۔۔۔ نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا ۔۔۔ کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس آدمی میں تین خصلتیں ہوں اس نے ایمان کی حلاوت (مٹھاس) کو پا لیا۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں دوسری یہ کہ جس سے محبت کرے اللہ کی خاطر محبت کرے تیسری یہ کہ کفر میں لوٹنے کو ایسا ناپسند کرے جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے''۔

(بخاری شریف)

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''جو ہر حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا مالک نہ جانے اور اپنی ذات کو ان کی ملکیت میں نہ سمجھے وہ سنت کی مٹھاس و لذت سے محروم ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کی جان سے زیادہ اسے محبوب نہ ہو جاؤں''۔

اور یہ بات تو بار بار سنی ہوگی الا لاایمان لمن لا محبة لہ ''سن لو اس شخص کا ایمان نہیں جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت نہیں''۔

تاجدارِ عرب وعجم، شاہِ آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا جو حسین و عظیم ثمرہ ہے وہ اس حدیث مبارک سے واضح ہوتا ہے ایک مرتبہ ایک صحابیِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم متی الساعة؟ ''حضور قیامت کب آئے گی؟'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما اعددت لھا؟ ''تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟'' وہ عرض کرنے لگے، میرے پاس زیادہ نمازیں اور صدقات تو نہیں الا انی احب اللہ ورسولہ ''مگر میں اللہ اور اس کے

رسول سے محبت کرتا ہوں''۔ جانِ رحمت، مالکِ جنت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: انت مع من احببت ''تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آج تک ہم اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان سن کر خوش ہوئے کہ (محبّ محبوب کے ساتھ ہوگا)۔

اٹھتی نہیں ہے آنکھ کسی اور کی طرف
پابند کر گئی ہے کسی کی نظر مجھے
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

(اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سبحان اللہ اگر محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی اور صلہ نہ بھی ہوتا تو صرف یہی ایک صلہ جان و مال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر فدا کرنے کیلئے کافی تھا کہ آج اپنی خواہشات اور حیات وقوت پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نثار کرنے کا یہ صلہ ملے گا کہ ہمیشہ کے لئے جانِ جہاں، محبوبِ رحمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت وسنگت نصیب ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نورِ مجسم، شفیعِ معظم، محبوبِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا اسیر بنائے۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں
اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے
لحد میں عشق رخ شاہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

اہلِ محبت عام طور پر محبت کے تین اسباب بیان کرتے ہیں:

☆...... جمال

☆...... کمال

☆...... احسان

یعنی کبھی کسی کے جمال کی وجہ سے اس سے محبت ہو جاتی ہے، کبھی کسی کے کمال کی وجہ سے اور کبھی کسی کے احسانات کی وجہ سے آدمی کسی کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ہر سبب مستقل طور پر محبت پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔ اور جس میں یہ تمام اسباب جمع ہو جائیں وہ تو بطریق اولیٰ محبت کا مستحق ہے۔ اب ان اسباب کو مدنظر رکھتے ہوئے جانِ رحمت، کانِ رافت، معطیِ نعمت، عرش کی زینت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کی طرف دیکھتے ہیں کہ ہر سببِ محبت ان میں اپنے انتہائی عروج کو پہنچا ہوا ہے۔ ان میں جمال بھی ہے، کمال بھی ہے اور وہ منبع احسان بھی ہیں بلکہ جمال وکمال بھی ان کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اپنے عروج کو پہنچے، ذیل میں اختصار وجامعیت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جمال، کمال اور احسانات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ان میں غور کرنے سے انشاء اللہ دل میں محبت کی آگ بھڑکے گی۔

محبت کا پہلا سبب

☆☆☆ حسن وجمال ☆☆☆

حضور رحمتِ عالمیاں، شفیعِ مجرماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سراپا حسن و جمال تھی اور حسن کا ایسا پیکر تھی کہ جس سے مرجھائی کلیاں کھل اٹھیں، افسردہ دل چین پائیں، آنکھیں ٹھنڈی ہوں، روح کو قرار ملے، قلب کو سکون میسر ہو۔ اس منبع حسن و جمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات چاند سے حسین، سورج سے زیادہ روشن جس کی رنگت سے دل جگمگانے لگے۔

گنہ مغفور دل روشن خنک آنکھیں جگر ٹھنڈا   تعالیٰ اللہ ماہ طیبہ عالم تیری طلعت کا

وہ ذات اقدس کہ پھولوں کا حسن جس کے قدموں پہ نثار اور جنت جن کے جلوے سے جویائے رنگ و بو۔ پھول جس کے حسن کا طالب ہو اور جو ایسے طرحدار ہوں کہ یوسف علیہ السلام

بھی جن کے دیدار کے طالب ہوں، جن کے حسن پر گردنیں کٹیں، جانیں فنا ہوں، دل قربان ہوں، جن کا وجود موئے مبارک سے لے کر پاؤں مبارک کے تلووں تک بے مثل و بے مثال ہو۔

موئے مبارک نہ بہت گھنگریالے نہ بہت سیدھے بلکہ دونوں کے بین بین کانوں کے نصف تک یا کانوں کی لو تک، شانہ مبارک کے نزدیک تک یا شانہ مبارک تک اور ان مبارک بالوں میں تیل کی کثرت اور وہ ایسے پیارے کہ جس کے پاس ہوں انہیں دنیا و مافیا سے زیادہ محبوب جانے، جن کو حاصل کرنے کے لئے صحابہ حلقے بنا کر کھڑے ہوں اور جسے مل جائے وہ اسے جان و دل سے عزیز جانے، بیماریوں سے شفا کا سبب بنائے، چاندی کی نلی میں سنبھال کر رکھے کہ چاند سے زیادہ حسین محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک ہیں اور جن کے گم ہونے کا خدشہ ہو تو جان کی بازی لگا کر بھی حاصل کئے جائیں، انہیں سببِ نصرت سمجھا جائے، بوقتِ وصال وصیت کی جائے کہ میری زبان کے نیچے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک رکھنا جن کے ذکر سے یہ زبان ہمیشہ تر رہا کرتی تھی، جس نے ایک مرتبہ زلفِ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا پھر ساری زندگی کے لئے وہ تصور اس کے دل و دماغ میں اتر جاتا۔

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو
ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

ان گیسوئے مبارک کے درمیان میں مانگ یوں محسوس ہو جیسا کہ لیلۃ القدر کی تاریکی میں صبحِ صادق کا نور نمودار ہو۔

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

اب ذرا چہرۂ پرنور کے لازوال و بے مثال حسن و جمال پر نگاہ جمانے کی کوشش کریں۔ وہ دلربا اور دلکش چہرہ شش جہات اس رخِ انور سے روشن ہیں اور سورج، چاند اس کے نور کے بھکاری ہیں اور اسی نور کی خیرات سے چمک رہے ہیں۔

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ
یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

چہرہ انور ایسا حسین کہ نہ پہلے والوں نے دیکھا نہ بعد والے کبھی ایسا چہرہ دیکھیں گے۔ ساری کائنات سے زیادہ حسین حتی کہ حسنِ یوسف علیہ السلام بھی اس حسن کل کا ایک جز تھا۔ اتنا دلربا کہ خود خداوندِ قدوس قرآن مجید میں اس رخِ روشن کی قسمیں بیان فرماتا ہے وہ رخِ روشن بذات خود دلیلِ نبوت تھا۔ اتنا شفاف کہ اشیاء کا عکس اور دیواریں بھی اس چہرہ انور میں نظر آتیں۔ دیکھنے والے کہیں کہ اس میں تو سورج تیر رہا ہے اور صباحت و ملاحت کا حسین امتزاج جیسا اس چاند سے حسین چہرے میں دیکھا کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش از اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس رخِ انور سے نور کی شعاعیں نکلتیں اور پسینہ مبارکہ کے قطروں سے نور جھڑتا ہوا محسوس ہوتا، اندھیرے کمرے روشن ہو جاتے بلکہ تاریک دل جگمگانے لگتے اور قلب کو چین نصیب ہوتا۔

اک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
انس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہی جان ہیں

(حدائقِ بخشش)

حقیقت تو یہ ہے کہ اس محبوب پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پورا حسن کائنات کے سامنے ظاہر نہ کیا گیا ورنہ کسی کو دیکھنے کی تاب ہی نہ ہوتی۔

اِک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

(مولانا حسن رضا خان)

سمجھا نہیں ہنوز میرا عشق بے ثبات
تو کائناتِ حسن ہے یا حسنِ کائنات

رخِ روشن سے دل راحت پائیں، پیاسے سیراب ہوں بلکہ بعضوں کے جسم و روح کا رشتہ بھی اسی رخِ زیبا کے دیدار کے ساتھ وابستہ ہو اور اگر آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو آنکھوں کو بے قدر سمجھیں، قدرتِ خداوندی کا عظیم ترین شاہکار اور ملکِ باری تعالیٰ میں انمول ترین لعل رخِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہے۔

خامہ قدرت کا حسنِ دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

اٹھا دو پردہ دکھا دو جلوہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

ک گیسو ہٰ دہن یٰ ابرو آنکھیں ع ص
کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا

(حدائق بخشش)

مقدس اور نورانی آنکھیں قدرتِ الٰہی سے سرگیں جن میں سرخ رنگ کے ڈورے تھے، پلکیں نہایت خوشنما اور دراز تھیں۔

سرگیں آنکھیں حریمِ حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے آسماں تک جن کا رمنا نور کا

(حدائقِ بخشش)

وہ پیاری آنکھیں کہ شرم وحیا سے ہمیشہ جھکی رہیں اور جن سے یادگاری امت میں موتیوں کی جھڑی لگی رہے، جس طرف اٹھ جائیں دم میں دم آجائے اور جوشِ رحمت پہ آئیں تو روتے ہوؤں کو ہنسادیں۔

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
روتے ہنسا دیئے ہیں مردے جلا دیئے ہیں

(حدائقِ بخشش)

جس پہ پڑ جائیں وہ دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہو جائے۔ ان کے اوپر باریک پلکیں یوں محسوس ہوں جیسے رحمت کے محل پر سائبان سایہ کیئے ہوئے ہے اور جن کے اوپر باریک دراز ابرو آپس میں ملے ہوئے ہیں اور ایسا سہانا منظر پیش کریں جیسے محراب کعبہ سجدے میں جھکی ہوئی ہے۔

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھنووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

اور اس آنکھ مبارک کی نظر شریف کا کیا کہنا کہ دلوں کے حالات دیکھ لیں جیسے آگے دیکھیں ایسے ہی پیچھے بھی دیکھیں۔ رکوع وخشوع یعنی عبادات ظاہریہ وباطنیہ وکیفیات قلبیہ سب کچھ ان پر عیاں ہو، زمین پر ہوں تو جنت کے پھلوں اور درختوں کو دیکھیں، حوضِ کوثر کو ملاحظہ فرمائیں جسے کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہو وہ دیکھیں، عرش کا مشاہدہ فرمائیں۔

سرِ عرش پر ہے تیری گزر دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک کی کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

(حدائقِ بخشش)

وہ آنکھ مبارک کہ رات کے اندھیرے میں یوں دیکھے جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتی ہے جس کے سامنے دنیا سمیٹ دی گئی اور وہ دنیا کو یوں دیکھے جس طرح ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھا جاتا ہے، ہزاروں میل دور ہونیوالے واقعات جس کے سامنے ہوں اور جس نگاہ کا یہ کمال ہو کہ غیب الغیب ربِ ذوالجلال کی ذات اقدس کو دیکھ لے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اب ذرا کان مبارک کے حسن و زیبائی کو دل و دماغ میں اتاریے۔ وہ کان مبارک جو حسن میں اپنے انتہائی کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور سیاہ زلفوں کے درمیان یوں چمکتے جیسے تاریکی میں دو چمکدار ستارے، انتہائی موزوں، دلربا و دلکش اور کمال در کمال یہ کہ قوت سماعت میں ساری کائنات سے بڑھ کر حتی کہ شکم مادر میں لوح محفوظ پر چلنے والی قلموں کی آواز کو سنتے۔ فرشتوں کے آسمان پر سجدہ ریز ہونے کی آہٹ سنتے، ساتوں آسمانوں سے اوپر ہونے کے باوجود زمین پر چلنے والوں کے قدموں کی چاپ سن لیتے، عالم دنیا میں رہ کر عالم برزخ میں ہونے والے عذابوں کی آواز سنتے اور اب قبرِ انور میں حیاتِ حقیقی کے ساتھ اپنے امتیوں کے درود اور ان کی فریادوں کو سن رہے ہیں۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

(حدائقِ بخشش)

اور محبت والوں کے درود کو خصوصی طور پر سنیں، الغرض حسن ظاہری اور حسن باطنی میں بے مثل و بے مثال تھے۔

رخسار مبارک نہایت ہی خوبصورت، نرم اور دلکش تھے۔ سفید رنگ، نہایت چمکدار اور ہموار اور ایسی طلعت (چمک) والے کہ چراغِ قمر ان کے سامنے جھلملائے اور سورج شرمائے۔

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

ان رخساروں کے حسن میں بدن مبارک کی رنگت مزید دلکشی پیدا کرتی تھی رنگ کے لحاظ سے سب سے زیادہ روشن، جاذب نظر، خوش نما، سراپا روشنی اور حسن کا پیکر تھے۔ ایسی رنگت مبارک جیسے پورا بدن چاندی میں ڈھلا ہوا ہے۔

ان کے حسن با ملاحت پر نثار
شیرہ جان کی حلاوت کیجئے
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

نیز پیشانی مبارکہ سے ہوتا ہوا رخسار مبارک پر موتیوں کی طرح دلہن کی خوشبو لئے پسینہ مبارکہ مزید دلربا تھا۔

شبنم باغ حق یعنی رخ کا عرق اس کی سچی براقت (چمک) پہ لاکھوں سلام

لبہائے مبارک پھول کی پتیوں سے زیادہ نازک، پتلے اور حسین تھے، لطیف اور شگفتہ تھے۔

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے، ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل، یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے
پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

دانت مبارک کا اتصال (ملاپ) کمال درجہ حسین اور حسنِ ترتیب کا حامل تھا۔ گفتگو فرماتے وقت دانتوں کے درمیان سے نور کی برسات لگ جاتی۔ نہایت سفید، چمکدار اور کشادہ تھے، تبسم کے وقت اولوں کی طرح دکھائی دیتے اور ان سے نکلنے والے نور سے دیواریں روشن ہو جاتیں اور تبسم فرماتے تو دل کی کلیاں کھل اٹھتیں، روتے ہوئے ہنس پڑتے اور تسکینِ قلب کا سامان کرتے۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

دہن مبارک فراخ اور اظہارِ حق کا چشمہ تھا۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

دہن مبارک اتنی برکتوں والا کہ اس کا بچا ہوا اگر کوئی کھالے تو پوری زندگی کے لئے منہ سے بدبو زائل ہو جائے اور دہن شریف سے مس ہونے والا پانی دل کی افسردگی کو دور کردے۔ حیا وشرم پیدا کردے اور اس سے جو بات نکلے خدا اسے پوری کردے، جس کنویں میں کلی فرمادیں اس کا پانی میٹھا ہو جائے اور ختم نہ ہونے پائے، بیماری سے شفا کا سبب بن جائے اور جس کے بدن پر آقائے دو عالم، نورِ مجسم، شفیعِ معظم، محبوبِ اعظم، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا لعابِ دہن پھیر دیں وہ خوشبودار اور خوبصورت بن جائے، جس سے کھانے میں برکتیں ہوں، آشوبِ چشم دور ہو، جلا ہوا بدن بالکل صحیح وسالم ہو اور وہ لعابِ دہن مبارک کہ کٹا ہوا پاؤں جڑ جائے، گہرے زخم اچھے ہو جائیں، ٹوٹی ہوئی پنڈلی جڑ جائے، لٹکے ہوئے کندھے تندرست ہوں، الغرض وہ دہن مبارک چشمہ علم وحکمت تھا اور اس کا پانی مبارک جان کی شادابی اور جنان کی تروتازگی کا سبب تھا، کھاری کنووں کو شیریں بنانے والا تھا۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
جس کے پانی سے شاداب جان وجناں اس دہن کی تراوٹ پہ لاکھوں سلام
جس سے کھاری کنوئیں شیرہ جاں بنے اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

بینی مبارک (ناک مبارک) لمبی، باریک اور درمیان سے قدرے بلند تھی جس پر ہر وقت نور کی برسات رہتی، جو تناسب اور حسنِ اعتدال کے ساتھ پر جمال تھی۔

زبان مبارک نہایت پاکیزہ، علم وادب، فصاحت و بلاغت، رحمت ورافت کا منبع تھی اور جس کا تصرف ساری کائنات پر نافذ تھا۔ عرش وفرش، چرند و پرند سب تابع فرمان تھے اور اس زبان کی فصاحت اتنی دلکش تھی کہ سننے والا بے قرار ہو جاتا، جس کے متعلق جو بات ادا ہوگئی وہ چیز ایسی ہی ہوگئی، کھاری کنویں کو میٹھا فرمادیا وہ میٹھا ہوگیا، برے کو اچھا کہا وہ اچھا ہوگیا اور ایسی زبان کہ جس کے ایک مرتبہ ہاں فرمادینے سے حج فرض ہو جائے، سست رفتار کو تیز رفتار کہنے سے وہ تیز رفتار ہو جائے، جس زبان مبارک کا خطبہ ایسا پُر تاثیر تھا کہ سننے والوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی، دل موم کی طرح نرم ہو جاتے، جہنم و جنت آنکھوں کے سامنے محسوس ہوتے اور سننے والے منہ ڈھانپ کر روتے بلکہ بعض تو روتے روتے بیہوش ہو جاتے اور بعض اوقات تو خطبہ مبارک سن کر منبر وجد میں آجاتا۔

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کریں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اس کی پیاری فصاحت پہ بیحد درود
اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں سلام
اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

داڑھی مبارک گھنی، گنجان اور خوش نظر تھی، بال مبارک گہرے سیاہ، دونوں طرف سے برابر اور سینہ اقدس کے حسن میں اضافہ کرتی تھی۔ اس میں تقریباً سترہ، اٹھارہ بال مبارک سفید تھے۔ دہن مبارک کے اردگرد خط مبارک کی دل آرا پھبن یوں محسوس ہوتی جیسے نہرِ رحمت کے ارد گرد سبزہ اگا ہوا ہے اور حقیقت بھی ہے کہ دہن اقدس نہرِ رحمت ہے، جس کے پانی سے رحمت کے طلبگار سیراب ہوتے ہیں اور معتدل ریش مبارک زخمی دل کے لئے مرہم کا کام دیتی۔

خط کی گرد دہن وہ دل آراء پھبن
سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل

ہالہ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

آواز مبارک انتہائی سریلی اور حسین تھی سننے والا بار بار تمنا کرتا کاش پھر وہی شیریں آواز مبارک سننے کا موقع مل جائے اور پکار اٹھتا کہ ایسی پیاری اور دلکش آواز پہلے کبھی نہ سنی اور لہجہ مبارک تمام کائنات والوں سے زیادہ خوبصورت۔

سرکش جو تھے مائل ہوئے دشمن جو تھے قائل ہوئے

مسحور کن تھا کس قدر یا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لہجہ تیرا

مبارک گلے سے جب کلام کا ظہور ہوتا تو ایسے لگتا جیسے دودھ اور شہد کی نہریں جاری ہوگئی ہیں۔

جس سے نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں

اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

شانے (کندھے) مبارک نہایت مضبوط اور خوبصورت تھے۔ جن کے درمیان فاصلہ تھا، شانہ اقدس فربہ اور قوت و طاقت کی عظیم علامت تھا۔ مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو کندھے مبارک سب سے بلند دکھائی دیتے۔ دیکھنے والے اگر کندھے مبارک کو دیکھ لیتے تو کہتے کہ چاندی کے ڈلے پگھلا کر کسی سانچے میں رکھے ہوئے ہیں اور یوں محسوس کرتے جیسے چاند کو دیکھ رہے ہیں اور دونوں کندھوں کے درمیان انڈے کی صورت میں مہر نبوت ضوفشاں تھی، جو پشت کے حسن کو دوبالا کرتی، اس سے خوشبو کی لپٹیں آتیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے مس کرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے، پشت مبارک بھی چاندی کی ڈھلی ہوئی محسوس ہوتی، مبارک بغلیں نہایت پاکیزہ، صاف اور خوشبودار تھیں، بغلوں کا رنگ مبارک کبھی متغیر نہ ہوتا جس طرح عام لوگوں کا بدل جاتا ہے، دست مبارک دعا کے لئے کبھی زیادہ بلند فرماتے تو بغلوں کی سفیدی جھلکتی اور جو پسینہ مبارک ٹپکتا اس سے کستوری کی خوشبو آتی۔

ہتھیلی شریف اور مبارک بازو گوشت سے بھرے ہوئے تھے، ریشم سے بڑھ کر نرم اور بے حد خوشبودار تھے، جس سے مصافحہ فرماتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں سے خوشبو پاتا۔ بازو مبارک لمبے

تھے اور نہایت سفید تھے، کلائیوں پر بال اور دستِ مبارک کے خطوط میں نورِ کرم کی موجیں بہتی۔ دست مبارک سب سے زیادہ سخی کہ مانگنے والا کبھی انکار نہ سنتا اور نہ کبھی خالی ہاتھ جاتا۔

جس کو بارِ دو عالم کی پرواہ نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

جس سمت ہاتھ اٹھ جائے غنی کر دے کیونکہ خزائن الٰہی کی چابیاں اسی دست مبارک میں ہیں، آسمان کی چابیاں، عزت کی چابیاں، زمین کے خزائن کی چابیاں، جنت و نار کی چابیاں، کرامت کی چابیاں، ہر چیز کی چابیاں اسی دست محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہیں۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے محبوب کیا مالک و مختار بنایا
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کی خالی ہاتھ میں

دست مبارک میں کنکریاں کلمہ پڑھتیں، آگ میں دست مبارک رکھا تو آگ ٹھنڈی ہو گئی، ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر پھیرا تو جڑ گئی، ایک صحابی کے چہرہ پر پھیرا وہ اتنا روشن ہو گیا کہ دیواروں کا عکس اس میں نظر آتا، کسی کے دل پر پھیرا تو عداوت محبت میں بدل گئی، ایک کے سر پر پھیرا تو بال ہمیشہ سیاہ رہے، ایک کے سینہ پر پھیرا تو اسے ہر چیز یاد ہو گئی، لکڑی کو ہاتھ لگا تو وہ تلوار بن گئی، ایک چھڑی کو چھوا تو روشن ہو گئی، چاند کو اشارہ کرتے وہ اسی طرف جھک جاتا جدھر آپ اشارہ فرماتے بلکہ اشارہ کر کے چاند کو توڑ کر پھر جوڑ دیا، سورج کو واپس پلٹایا، ہاتھ مبارک بڑھایا تو جنت میں جا پہنچا، مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے، پیاسے سیراب ہوئے، پیالے میں ہاتھ رکھا تو پانی جوش مارنے لگا، اکیس کھجوروں پر ہاتھ مبارک پھیرا پورے لشکر کو کفایت کر گئیں بلکہ کئی سال تک ان سے گزارہ ہوتا رہا، متعدد بار دست مبارک کی برکتوں سے قلیل کھانا کثیر ہوا، مردہ بکری پہ ہاتھ مبارک رکھا وہ زندہ ہو گئی، مردہ بچوں پہ رکھا وہ بھی زندہ ہو گئے، خالی تھنوں کو چھوا وہ دودھ سے بھر گئے، آنکھ سے نکلے ہوئے ڈھیلے پر پھیرا وہ پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا، جلا ہوا بدن تندرست ہو گیا اور پھر ان مبارک ہاتھوں کی مبارک انگلیوں کے پیارے ناخن پہلی رات کے چاند کی طرح تھے۔

دل اپنا بھی شیدائی ہے ان ناخن پا کا
اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول
ہاتھ جس سمت اٹھا اور غنی کر دیا
موج بحر سخاوت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

حضور پرنور شافعِ یوم النشور، دافعِ شرور، معطیِ سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شکم اطہر اور سینہ انور ہموار تھا، سینہ اقدس ابھرا ہوا اور چوڑا تھا اور ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ اور ایسا سینہ مبارک کہ جس کی عظمت وشان خود قرآن بیان فرماتا ہے اور اس میں قلب انور نور علیٰ نور تھا، تجلیات وانوار اور علوم ومعارف کا مرکز تھا، نزولِ وحی کا مرکز، تمام کائنات کے دلوں سے پاکیزہ، نرم ورقیق، وسیع وقوی اور حالتِ خواب میں بیدار رہنے والا، اولین وآخرین کے علوم کا جامع، علوم غیبیہ کا مرکز، فیضان کا سرچشمہ، رحمتوں کی کان، عظمتوں کا حامل، مراتب ومدارج پر فائز، بے مثل وبے مثال، خدا کی بارگاہ میں محبوب ترین الغرض اس کی شان عقل وفہم سے ماوراء ہے۔

دل سمجھ سے وراء ہے مگر یوں کہیں
غنچہ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

شکم اطہر حسن وجمال میں یکتا تھا اور دلکش ودلربا رنگت والا تھا، قناعت، سادگی کا نمونہ تھا اور کمر انور حسن وجمال کا مرقع، اعتدال کے ساتھ باریک اور چاندی کی طرح سفید تھی، حمایت امت اور شفاعتِ عاصیاں میں ہمہ وقت تیار، کشتی ملت کا سہارا، امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کے لئے لنگر تھی۔

پنڈلیاں مبارک پُر گوشت نہ تھیں ، بلکہ نرم، باریک ،موزوں، نہایت ہی چمکدار اور خوبصورت تھیں ۔دیکھنے والا حسن میں بے خود ہو کر یوں سمجھتا جیسے کھجور کا تازہ خوشہ اپنے پردے اورشگوفے سے باہر آ گیا ہے۔

قدمین شریفین نرم، پُر گوشت، ان کے تلوے قدرے گہرے، ان کی انگلیاں تناسب سے لمبی تھیں، قدم مبارک ہموار اور حسن میں اپنی مثال آپ تھے ،لطیف و نازک ، بغیر مشقت کے تیز چلنے والے تھے، پتھر ان کے نیچے نرم ہو جاتے ،اس قدم مبارک کی ٹھوکر سے چشمے جاری ہوئے ، احد کا زلزلہ جاتا رہا، جس جانور پر لگتے وہ تیز رفتار ہو جاتا ،قوت و طاقت والا ہو جاتا ، بیماری ،کمزوری ، لاغری ختم ہو جاتی ۔صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ متعدد یہودیوں نے اسے چومنے کا شرف حاصل کیا۔

دل کرو ٹھنڈا میرا وہ کفِ پا چاند سا
سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

یادگاری امت میں لمبے قیام کی وجہ سے متورم ہو جاتے اور بعض اوقات ان سے خون مبارک بھی نکلنے لگتا۔

حضور اکرم، مولائے انجم ،نور مجسم، رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک مناسب اور دیگر لوگوں کی موجودگی میں ان سے بلند ہوتا تھا۔عظیم الشان ،جلیل الشان، سب القاب اس کے مقابلے میں کمتر نظر آتے ہیں۔

اب ذرا مبارک ایڑیوں کا حسن امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان کے کلام کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں ۔ایڑیاں مبارک سورج اور چاند سے زیادہ پرنور، عرش کی آنکھوں کا تارا، ستارے انہی کے نور سے ضوفشاں ، جسے ان کا جلوہ دیکھنا نصیب ہوا وہ خوش نصیب ہوا، روح القدس کے تاج کے موتی اسے سجدہ کریں، اور عظمت کے گن گائیں ، پاکیزہ ،منور، مطہر اور کشتی امت کی لنگر ایڑیاں تھیں۔

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا
گردنیں جھک گئیں سر بچھ گئے دل ٹوٹ گئے
کشف ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا

محبوب پاک صاحب لولاک سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء مبارک کا ذکر رب کائنات نے قرآن مجید میں بھی فرمایا:

قلب مبارک کے بارے میں فرمایا:

۱) ما کذب الفؤاد ما رای ''جو آنکھ نے دیکھا دل نے اسے نہ جھٹلایا''۔

۲) نزل به الروح الامین علی قلبك ''اس قرآن کو جبرئیل نے آپ کے دل پر اتارا''۔

زبان مبارک کے بارے میں فرمایا:

۱) وماینطق عن الهوی ''اور یہ نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتے''۔

۲) فانما یسرنه بلسانك ''بیشک ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان پر آسان کر دیا''۔

۳) ولا تحرك به لسانك لتعجل به ''اور اپنی زبان کو قرآن پڑھنے کے لئے جلدی کی وجہ سے حرکت نہ دیں''۔

چشم مبارک کے بارے میں فرمایا:

۱) مازاغ البصر وماطغی ''آنکھ نہ ٹیڑھی ہوئی اور نہ حد سے بڑھی''۔

۲) ولا تعد عینك عنهم ''اور آپ ان سے آنکھیں نہ پھیریں''۔

چہرہ مبارک کے بارے میں فرمایا:

قدنری تقلب وجهك فی السماء ''بیشک ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں''۔

دست مبارک اور گردن مبارک کے بارے میں فرمایا:

ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ''اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن میں نہ باندھیں (یعنی بخل نہ فرمائیں)''۔

چہرہ مبارک اور زلف مبارک کے بارے میں:

والضحی واللیل اذا سجی ''محبوب کے روشن چہرے کی قسم اور زلفوں کی قسم جب چھا جائیں۔''

سینہ مبارک کے بارے میں:

الم نشرح لك صدرك ''ہم نے آپ کے لئے آپ کے سینے کو کشادہ کر دیا''۔

پشت مبارک کے بارے میں:

ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك ''اور ہم نے آپ سے وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی''۔

الغرض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صنعت خداوندی کے اعلیٰ ترین نمونہ، جمال وکمال الٰہی کے مظہر اتم اور حسن و جمال میں بے مثل و بے مثال تھے۔ اولین میں نہ کوئی ایسا ہوا اور آخرین میں کبھی ایسا نہ ہوگا۔ بس اتنا کہہ سکتے ہیں۔

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں شرح والشمس والضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح و ثناء کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں
جس کے جلوے سے اور ہے تاباں معدن نور ہے اس کا داماں
ہم بھی اس چاند پہ ہو کر قربان دل سنگیں کی جلا کرتے ہیں
اپنے دل کا ہے انہیں سے آرام سونپے ہیں اپنے انہیں کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام چارہ درد رضا کرتے ہیں

سمجھا نہیں ہنوز میرا عشق بے ثبات
تو کائناتِ حسن ہے یا حسنِ کائنات

ان کے جمال جہاں آراء میں غور کریں اور تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں کیا ایسے پیارے سے بڑھ کر بھی کوئی محبت کے لائق ہے۔ یقیناً نہیں ہرگز نہیں تو آج ہی سے ظاہر و باطن کو حضورِ انور، شہنشاہِ بحر و بر، رب کے نائبِ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی عملی محبت سے مزین کیجئے اور اہل محبت سے تعلق قائم کیجئے۔ جو لوگ دن رات پیارے آقا دو عالم کے داتا مالکِ ہر دوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان اور عشق و محبت کے گن گاتے ہیں۔

محبت کا دوسرا سبب

☆☆☆ کمالات ☆☆☆

محبت کا دوسرا سبب کسی کا کمال اور خوبی ہے جس میں کمال اور خوبیوں کی کثرت ہوگی وہ اتنا ہی زیادہ محبت کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ انسان کا دل جس طرح جمال کی طرف مائل ہوتا ہے اسی طرح کمال کی طرف بھی جھکتا ہے۔ نورِ مجسم، محبوبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اوصاف و کمالات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو تمام کمالات اور خوبیوں کا منبع و مرکز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ بلکہ کسی اور کو کمال ملا تو اسی در سے ملا اور کمال و خوبی کو بھی اس پر فخر ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کا تعلق ہو گیا۔ نبی کریم رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات کا میدان اتنا وسیع ہے کہ جس کی انتہا تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اوصاف و محاسن کے ایسے عظیم سمندر ہیں جن کی تہہ تک کسی کا وہم و گمان بھی نہیں جا سکتا۔ فضائل کے اس سمندر کے چند موتی صفحات کی زینت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ دل میں محبت کی حلاوت پیدا ہو سکے۔

آقائے نامدار، مدینے کے تاجدار، مکی مدنی سردار، دو عالم کے مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول، اس کے نبی، اس کے حبیب، اس کے خلیل، اس کے برگزیدہ، اس کی مخلوق میں بہترین، بارگاہِ الٰہی میں حاضر باش، اللہ کی رحمت، اللہ کی حجت، اللہ کے نور، تاج و معراج

والے، حوض کوثر کے مالک، شفاعت کبریٰ، نعمت عظمیٰ کے حامل، انبیاء ومرسلین کے خاتم، پاکیزہ نسب اور عالی حسب والے، مرسلین کے سردار، انبیاء کے سردار، مومنین کے سردار، متقین کے سردار، نیکوں کے سردار، سچوں کے سردار، صبر کرنے والوں کے آقا، فلاح پانے والوں کے آقا، جن کے صدقہ فلاح ملتی ہے ان کے آقا، نجات دینے والوں کے آقا، توبہ کرنے والوں کے سردار، موحدین کے سردار، برکت والوں کے سردار، مرشدوں کے سردار، حمد کرنے والوں کے سردار، اسرار کے حاملین کے سردار، خوشخبری سنانے والوں اور ڈر سنانے والوں کے سردار، نرمی و شفقت کرنے والوں کے سردار، قیام ورکوع وسجود کرنے والوں کے سردار، قاریوں کے سردار، زاہدوں کے سردار، یقین والوں کے سردار، حافظوں کے سردار، شاکروں کے سردار، نصرت والوں کے سردار،، بارگاہ الٰہی میں رجوع کرنے والوں کے سردار، عابدوں کے سردار، مراد کو پہنچنے والوں کے سردار، عاملین وکاملین کے سردار، پاکوں کے سردار، کامیاب ہونے والوں کے سردار، غالب ہونے والوں کے سردار، فضیلت والوں کے سردار، پاکیزگی پسند کرنے والوں، فرمانبرداروں، رحم کرنے والوں، طالبوں اور مطلوبوں کے سردار، مطلبوں، طالبوں، عاشقان الٰہی کے سردار، عظمت وبزرگی والوں، مدارج ومراتب والوں، مقربین بارگاہ الٰہی کے سردار، ذاکروں، مذکوروں، تونگروں کے سردار، خوش کرنے والوں، امیدیں پوری کرنیوالوں، باریک بینوں، اللہ کی طرف بلانے والوں کے سردار، اولین وآخرین کے سردار، بے گناہوں، محفوظوں، معصوموں کے سردار، معاف کرنیوالوں، غم دور کرنیوالوں، امن دینے والوں، تواضع کرنے والوں کے سردار، نِعَمِ الٰہی (اللہ کی نعمتیں) تقسیم کرنیوالوں، خزائن الٰہی لٹانے والوں، جھولیاں بھرنے والوں، من مانتی مرادیں پوری کرنیوالوں کے سردار، بخشنے والوں، حجت والوں، تسبیح پڑھنے والوں کے سردار، تمام جہانوں کے، تمام فرمانبرداروں کے، راہِ خدا میں خرچ کرنیوالوں کے، تہجد پڑھنے والوں کے سردار، اچھی تدبیر والوں کے، اخلاص والوں کے، خشوع وخضوع کرنے والوں کے سردار، تمام بہادروں کے، تمام نوریوں کے، تمام انسانوں کے، راہِ خدا میں چلنے والوں کے سردار،

ہدایت دینے والوں کے، مرتبہ پانے والوں کے، فوقیت والوں کے، تمام پیاروں کے، بلندی و کمال والوں کے سردار ہیں۔

اور ہمارے آقا و مولا حبیبِ خدا، امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بلائیں دفع فرمانے والے، قحط و مرض و دکھ کو دور کرنے والے ہیں۔ عرب و عجم کے سردار، پاکیزہ، معطر، معنبر، مطہر، منور بدن والے، صبح کے آفتاب، اندھیری رات کے ماہتاب، ہدایت کے نور، بلندیوں کے صدر نشین، مخلوق کی جائے پناہ، اندھیروں کے چراغ، نیک اطوار کے مالک، امتوں کو بخشوانے والے، حلم و کرم سے متصف، سدرۃ المنتہٰی سے اوپر جانے والے، تمام جہانوں کے لئے رحمت، عاشقوں کے دلوں کی راحت، مشتاقوں کی مراد، براق کے سوار، جبرائیل امین کے مخدوم، خدا کے مطلوب و محبوب، خدا شناسوں کے آفتاب، راہِ حق پر چلنے والوں کے چراغ، مقربوں کے رہنما، محتاجوں غریبوں اور مسکینوں سے محبت رکھنے والے، جن و انس کے سردار، حرمین کے نبی، دونوں قبلوں (کعبہ و بیت المقدس) کے پیشوا، دنیا و آخرت میں وسیلہ اور بارگاہ الٰہی تک پہنچانے والے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ پرہیزگار، صفات میں یکتا، لوگوں میں سب سے زیادہ رحیم و کریم، متقیوں اور انبیاء و مرسلین کے امام، اللہ کی دلیل، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، ابراہیم علیہ السلام کی دعا، قریش کے نور نظر، لواء الحمد کو اٹھانے والے، مومنین پر رؤف و رحیم، ان کی بھلائی کے شدید چاہنے والے، اور مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مصطفیٰ یعنی چُنے ہوئے، جانِ رحمت، بزم ہدایت کی شمع، آسمان نبوت کے سورج، باغِ رسالت کے خوشنما ترین پھول، جنت کے بادشاہ، حرم کے تاجدار، شفاعت کی تازہ بہار، شب اسریٰ کے دولہا، بزم جنت کے دولہا، عرش کی زیب و زینت، فرش کی طیب و نزہت، نور عین لطافت، زیب و زین نظافت، حکمتوں کے راز کی اصل، بیمثل، سبقت لیجانے والے، فضیلت والے، سِرِّ وحدت کے نقطہ، حقائق کائنات کے مرکز، سورج کو لوٹانے والے، چاند کے چیرنے والے، دست قدرت کے نائب، تمام سرداریوں کے لائق، آدم و من سوا

(تمام انسانوں) کی پناہ گاہ، عرش وفرش کے حکمراں، قاہر ریاست کے مالک، باعث تخلیق کائنات، تمام ممکنات کی اصل، خزائن الٰہی کو تقسیم فرمانے والے، باب نبوت کو کھولنے والے، قصر رسالت کو مکمل فرمانے والے، قدرت الٰہی کی چمک، بارگاہ الٰہی میں قرب حاصل کرنے کا وسیلہ، نا قابل تقسیم عزت کے حامل اور نا قابل شریک مقامات پر فائز، انتہائی بلندیوں کو چھونے والے، اللہ کے راز، عالم باطن، عالم ظاہر، عالم ارواح، عالم سِرّ کے بادشاہ، ہر بیکس کے خزانہ، ہر بے نوا کے سہارا، مجبوروں، لاچاروں، دکھیوں کی پناہ، ذات باری تعالیٰ کے مظہر اتم، اسماء الٰہی کے ساتھ متصف، ہر سعادت کے آغاز، ہر سرداری کی انتہاء، خلق کے دادرس، سب کے فریادرس، روزِ قیامت کے جائے پناہ، بے کسوں کی دولت، بے بسوں کی قوت، مقام دنیٰ فتدلّٰی کی بزم کی شمع، ذات خدا میں فنا، رب اعلیٰ کی اعلیٰ ترین نعمت، اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین احسان ہیں۔

آقائے نامدار، مدنی تاجدار، دو عالم کے مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فقیروں کی ثروت و دولت، مومنوں کی جان کی راحت، گمراہوں کے دلوں کے لئے باعث غیظ وغضب، تمام غایتوں کی انتہاء، ظہور ربوبیت کا سبب، پاکیزہ پھول، سیدھے راستے کی شمع، کھلتے پھولوں کی مہک، بلند فطرت اور معتدل طبیعت والے، بھینی مہک، پیاری نفاست والے، میٹھی عبارت، اچھی اشارت والے، شیریں کلام، سیدھی روش اور سادہ طبیعت والے، جہانگیر نبوت والے، نرم خو، پاک طبیعت، صاحب خلق عظیم، درجات بلند کرنے والے، دین و دنیا میں نفع دینے والے، حق کے مظہر اور حق کے مظہر یعنی ظاہر کرنیوالے، جلال و جمال الٰہی کے مظہر اور رب کے نائب اکبر ہیں۔

جن و بشر انہیں سلام کو حاضر ہوتے ہیں، درخت و حجر انہیں کا کلمہ پڑھتے ہیں، شمس و قمر انہیں سے نور لیتے ہیں، شوریدہ سر انہیں سے راحت حاصل کرتے ہیں، خستہ جگر مرہم جگر پاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام اوصاف کمالیہ، اخلاق عالیہ، فضائل حمیدہ اور شمائل جمیلہ کے ساتھ متصف تھے۔ صبر و حلم و عفو، شفقت و رحمت، حسن معاشرت، سخاوت و ایثار، شجاعت و قوت، عزم و استقلال، زہد و ورع، خوف و عبادت، عدل و انصاف، صدق مقال، حسن عہد و وفا،

عفت وحیا، محبت ورأفت، تواضع ووقار، سکینت ودبدبہ، مزاح وملاعبت، صلہ رحمی وتیمارداری اطاعت وخشیت اپنے تمام تر کمال کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں جاتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور آخر میں مبعوث فرمایا عالم ارو یں نبوت سے نوازا اور انبیاء سے آپ پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا وعدہ لیا، یوم میثاق میں سـ سے پہلے آپ نے بلیٰ فرمایا، ساری کائنات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے پیدا کی گئی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم گرامی عرش کے پایوں پر، ہر آسمان پر، جنت ـ درختوں پر، محلات پر، حوروں کے سینوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا۔ کتب الہام توریت وانجیل وغیرھا میں آپ کی آمد کی بشارتیں ہیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا زما بہترین، قبیلہ بہترین اور صحابہ بہترین تھے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت عبدا وآمنہ رضی اللہ عنہما تک آپ کے تمام آباؤ واجداد مومن اور نسب شریف کے اعتبار سے پاکیزہ تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے وقت بت اوندھے منہ گر پڑے اور جنوں ـ اشعار پڑھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ختنہ شدہ، ناف بریدہ، ہر قسم کی آلائش سے پاک، سرمگیں آنکھوں کے ساتھ پیدا ہوئے۔ پیدائش کے وقت سجدہ فرمایا اور ہر دو انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کے وقت ایسا نور ظاہر ہوا کہ شام کے محلات روشن ہو گئے۔ فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے گہوارے (جھولے) مبارک کو ہلاتے، چاند آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے باتیں کرتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اشاروں پر چلتا۔ اعلان نبوت سے پہلے بادل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر سایہ کرتے اور درخت کا سایہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہوتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ اقدس چار دفعہ شق کیا گیا اور اس میں نور بھر دیا گیا۔ قرآن مجید میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو ذکر فرمایا گیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک ''محمد'' اللہ عزوجل کے اسمِ مبارک محمود سے ملتا
۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں ستر نام مبارک ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بھی
۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پروردگار بہشت کے طعام و
روبات سے کھلاتا پلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے آگے پیچھے اور دن کی روشنی اور
ت کی تاریکی میں ایک جیسا دیکھتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن مبارک کھاری پانی کو میٹھا کر دیتا اور بچوں کے
ے دودھ کا کام دیتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پتھر پر چلتے تو وہ موم ہو جاتا اور پائے اقدس کا
ش اس پر منتقل ہو جاتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بغل مبارک پاک و صاف اور خوشبودار تھی
ر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک دور و نزدیک یکساں پہنچتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
م قریب و بعید دیکھتے بھی تھے اور سنتے بھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چشم مبارک سوتی اور
ب اطہر جاگتا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جمائی اور انگڑائی نہیں لی اور نہ کبھی
پ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو احتلام ہوا۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ انور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ آپ صلی اللہ
الیٰ علیہ وآلہ وسلم میانہ قد مائل بہ درازی تھے مگر اور لوگوں کے ساتھ چلتے تو ان سے بلند نظر آتے۔
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نور ہی نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے
بدن شریف پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور کپڑوں میں جوئیں نہ پڑتیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو
فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلتے۔

- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خون مبارک اور فضلات طیبات و طاہرات پاک تھے۔ بلکہ
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے براز شریف کو زمین نگل جاتی اور وہاں سے کستوری کی خوشبو آتی،
گنجے پر دست شفقت رکھتے اس کے بال اگ آتے اور درخت کو چھوتے تو وہ سرسبز و شاداب ہو
جاتا۔ رات کو تبسم فرماتے تو گھر روشن ہو جاتا، بدن اطہر سے خوشبو آتی، جس راہ سے گزر جاتے وہ
راستہ معطر و معنبر ہو جاتا، جس چوپائے پر سوار ہوتے وہ اتنی دیر بول و براز نہ کرتا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر کاہنوں کی خبریں منقطع ہوگئیں۔اور شہاب ثاقب کے ذریعے آسمانوں کی حفاظت کی گئی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قرین (ہر شخص پر مقرر شیطان) جن اسلام لے آیا۔شبِ معراج آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جنت سے سواری بھیجی گئی۔شبِ معراج جسد اطہر سمیت آسمانوں پر تشریف لے گئے۔اللہ تعالیٰ کا دیدار اپنی آنکھوں کے ساتھ کیا۔بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امداد کے لئے بعض غزوات میں فرشتے اترے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا ہم پر لازم کیا گیا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق اور نائب کامل وکل تھے جو کچھ چاہتے ہیں باذن الٰہی عطا فرماتے ہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اعلیٰ درجے کی فصاحت وبلاغت عطا کی گئی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر شئے کا علم عطا فرمایا حتیٰ کہ روح اور امور خمسہ کا علم بھی عطا فرمایا (کل کیا ہوگا، بارش کب ہوگی، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، قیامت کب آئے گی، کون کہاں مرے گا)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے پیغمبر اور رحمت بنا کر بھیجا۔ایک ماہ کی مسافت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رعب دشمن کے سینہ میں ڈالا گیا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے غنیمتوں کو حلال کیا گیا۔تمام روئے زمین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنادی گئی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ معجزات عطا کئے گئے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نئے سرے سے نہیں آئے گا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت سابقہ تمام شریعتوں کے لئے ناسخ ہے۔تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے نام لیکر خطاب فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کے ساتھ ندا فرمائی۔پہلی امتیں اپنے نبیوں کے نام لیکر پکارتی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے نام لیکر پکارنا منع کردیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و معصیت، فرائض و احکام، وعدہ و وعید اور انعام و اکرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت (الی اخرہ) قرار دیا۔ خالق کائنات نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بلند فرمایا اذان تشہد خطبہ وغیرہ میں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور بقیہ تمام امتیں پیش کی گئیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور محبت و خلت، کلام و رویت کے جامع ہیں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے نبیوں کو مانگنے پر عطا فرمایا ان میں بہت کچھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بن مانگے عطا فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شہر، زمانے کی قسم ارشاد فرمائی:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وحی کی تمام قسموں کے ساتھ کلام کیا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خواب بھی وحی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی وحی لے کر نازل ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہترین اولادِ آدم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہونے والے اعتراضوں کے جواب دیئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ملک الموت بھی اجازت لیکر حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معمولی سی بے ادبی کرنے والا بھی کافر ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کعبہ معظّمہ بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ جو تمام دنیا کے مسلمانوں کے درود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچاتا ہے۔ صبح و شام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منبر شریف اور قبر انور کے درمیان کی جگہ جنتی کیاری ہے۔

قیامت میں شفاعت کی ابتداء آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی فرمائیں گے۔ سب سے زیادہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کے جنت میں جائیں گے۔ جن میں ستر ہزار بغیر حساب کے داخلِ جنت ہوں گے اور ان کے ساتھ اور بھی بیشمار ہوں گے۔ قیامت کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو حوضِ کوثر عطا ہوگا۔ سب رشتے منقطع ہو جائیں گے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر شریف کو محفوظ رکھا جائیگا۔ قیامت کے دن لواءِ حمد کا جھنڈا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا۔ تمام انبیاء علیہم السلام اس کے نیچے ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پل صراط سے گزریں گے۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائیگا۔ جنت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کتاب یعنی قرآن ہی کی تلاوت ہوگی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی زبان مبارک (عربی) بولی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ماکان و مایکون کا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو شبِ معراج مقام قاب قوسین تک بلند فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کے صدقے کشتی نوح کو ڈوبنے سے بچایا، نارِ نمرود کو ٹھنڈا فرمایا، جانوروں، چرندوں، پرندوں، درندوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مطیع بنایا۔ کنکریوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ پڑھا، بھیڑیے نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کلام کا شرف حاصل کیا، درختوں نے سلام عرض کیا، اونٹوں نے سجدہ کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جود و بخشش کے سمندر، گناہگاروں کو دامن رحمت میں چھپانے والے، عصیاں کو مٹانے والے، بگڑی سنوارنے والے، غم دور کرنے والے، دکھیوں کے فریادرس، اللہ تعالیٰ کی شان، عزت کے مظہر، مرقد میں امتوں کو یاد فرمانے والے، لطف عظیم اور کرم عمیم والے، رحمت برسانے والے، راہِ خدا دکھانے والے، بارگاہ الٰہی تک پہنچانے والے، مسند ناز پر فائز، مقام قرب پر متمکن، مختار باعطا، مالک کونین، ہر عیب سے پاک، ہر نقص سے صاف، نورِ حق، ظِلِّ رب، کعبہ کے بدر الدجی، طیبہ کے شمس الضحی، مشکل کشا، نور الھدی، سب

سے اعلیٰ، سب سے اولیٰ، دو عالم کے دولہا، نور اول کا جلوہ، ملیح دل آراء، رحمت کے دریا، تاجداروں کے آقا، مالک و مولیٰ، باغ خلیل کے گل زیبا، جان مراد، کان تمنا، جان جاں، جان جہاں، چارۂ دردنہاں، شہ عرش آستاں، مہر فلک، ماہ زمین، شاہ جہاں، زیب جناں، غیرت دہ شمس وقمر، رشک گل، امانِ اُمتاں، شمع ہدی، نورِ خدا، ظلمت زوا، عینِ کرم، زینِ حرم، خیرالوریٰ، سرورِ ہر دوسرا، بحرعطا، کانِ حیا، جان وفا، رحم خدا، کنز مکتوم (چھپا ہوا خزانہ)، دُرِّ مکنون، جانِ صفا، راہِ خدا الغرض دل، سمجھ سب سے وراء الوراء ہیں۔ جن کے لئے زمین وزماں مکین ومکاں، چنین و چناں بنایا گیا۔ فرشتے ان کے خادم، امتیں ان کی غلام، تمام انبیاء علیہم السلام جن کے ثناءخواں، کل کائنات کی امامت، سیادت، امارت، حکومت ان کے لئے ہے شمس وقمر، شام وسحر، برگ وشجر، باغ وثمر سب کچھ انہیں کی خاطر پیدا کیا گیا، انہیں اللہ تعالیٰ نے حاکم برایا، قاسم عطایا، دافع بلایا، شافع خطایا اور نجانے کیا کیا بنایا۔

ان عظمتوں اور شانوں کو ملاحظہ کرنا ہو تو امام اہلسنت مجدد دین وملت پروانہ شمع رسالت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعتیہ کلام حدائق بخشش اور دیگر تصنیفات امام احمد رضا کا بنظر عمیق مطالعہ فرمائیں۔ انشاءاللہ دل باغ باغ ہو جائے گا اور شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہاریں نظر آئیں گی۔ یہ جتنے کمالات بیان کئے گئے ہیں ان میں اکثر افادات رضا سے ہی ہیں آخر میں پھر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت پر ہی اس بات کو ختم کرتا ہوں،

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے — باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں — جان مراد و کان تمنا کہوں تجھے
گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں — درمانِ درد بلبل شیدا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں — اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے
مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا — یعنی شفیع روز جزا کا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری — حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

کہہ دے گی سب کچھ انکے ثنا خواں کی خامشی چپ ہو رہا ہوں کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اب ذرا توجہ فرمائیں کہ اگر کسی کے کمالات کی وجہ سے اس سے محبت کی جاتی ہے تو کائنات میں پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی با کمال نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔لہٰذا محبت کی سب سے زیادہ مستحق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہی ہے۔اللھم ارز قنا حب حبیبك الکریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

محبت کا تیسرا سبب

☆☆☆ احسان ☆☆☆

حضور پرنور شافع یوم النشور دافع شرور معطی سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات امت پر بے شمار ہیں۔ولادت مبارکہ سے لیکر وصالِ مبارک تک اور اس کے بعد کے تمام زمانہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات اپنی امت پر مسلسل جاری وساری ہیں۔ بلکہ ہمارا تو وجود بھی حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے ہے کہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کائنات اور اس میں بسنے والے بھی وجود میں نہ آتے۔ پیدائش مبارکہ کے وقت ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم امتیوں کو یاد فرمایا،شبِ معراج بھی رب العالمین کی بارگاہ میں یاد فرمایا،وصال شریف کے بعد قبر انور میں اتارتے ہوئے بھی دیکھا گیا تو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لب ہائے مبارکہ پر امت کی نجات وبخشش کی دعائیں تھیں۔آرام دہ راتوں میں جب سارا جہاں محو استراحت ہوتا وہ پیارے آقا حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا بستر مبارک چھوڑ کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہم گناہگاروں کے لئے دعائیں فرمایا کرتے تھے۔عمومی اور

خصوصی دعائیں ہمارے حق میں فرماتے رہتے۔ قیامت کے دن سخت گرمی کے عالم میں شدید پیاس کے وقت رب قہار کی بارگاہ میں ہمارے لئے سر سجدہ میں رکھیں گے اور امت کی بخشش کی درخواست کریں گے۔ کہیں امتیوں کے نیکیوں کے پلڑے بھاری کریں گے، کہیں پل صراط سے سلامتی سے گزاریں گے، کہیں حوضِ کوثر سے سیراب کریں گے، کبھی جہنم میں گرے ہوئے امتیوں کو نکال رہے ہوں گے، کسی کے درجات بلند فرما رہے ہوں گے، خود روئیں گے ہمیں ہنسائیں گے، خود غمگین ہوں گے ہمیں خوشیاں عطا فرمائیں گے، اپنے نورانی آنسوؤں سے امت کے گناہوں کی تاریکی دور کر رہے ہوں گے اور اس سے پہلے دنیا میں ہمیں قرآن دیا، ایمان دیا، خدا کا عرفان دیا اور ہزارہا وہ چیزیں جن کے ہم قابل نہ تھے اپنے سایہ رحمت کے صدقے ہمیں عطا فرمائیں۔ الغرض حضور سید دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات اسقدر کثیر در کثیر ہیں کہ انہیں شمار کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

اگر کسی کے احسانات کی بنا پر اس سے محبت کی جاتی ہے تو غور فرمائیں وہ کونسی نعمت ہے جو ہمیں درگاہِ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے کے بغیر ملی ہو۔

بے ان کے واسطے کہ خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
لَا وَرَبِّ العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

- سرکار دو عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کے مطالعہ کے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا مشہور زمانہ کلام دیکھیں۔

سچی بات سکھاتے یہ ہیں سیدھی راہ دکھاتے یہ ہیں
ڈوبی ناویں تراتے یہ ہیں ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں
ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں
جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں
قصرِ دنیٰ تک کس کی رسائی جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں

اس کے نائب ان کے صاحب حق سے خلق ملاتے یہ ہیں
شافع نافع رافع دافع کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں
شافع امت نافع خلقت رافع رتبے بڑھاتے یہ ہیں
دافع یعنی حافظ وحامی دفع بلا فرماتے یہ ہیں
فیض جلیل خلیل سے پوچھو آگ میں باغ کھِلاتے یہ ہیں
ان کے نام کے صدقے جس سے جیتے ہم ہیں جلاتے یہ ہیں
اس کی بخشش ان کا صدقہ دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
ان کا حکم جہاں میں نافذ قبضہ کل پہ رکھاتے یہ ہیں
قادرِ کل کے نائب اکبر کن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں
ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے مالک کل کہلاتے یہ ہیں
انا اعطینک الکوثر ساری کثرت پاتے یہ ہیں
رب ہیں مُعطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھِلاتے یہ ہیں
ماتم گھر میں ایک نظر میں شادی شادی رچاتے یہ ہیں
اپنی بنی ہم آپ بگاڑیں کون بنائے بناتے یہ ہیں
لاکھوں بلائیں کروڑوں دشمن کون بچائے بچاتے یہ ہیں
نزع روح میں آسانی دیں کلمہ یاد دلاتے یہ ہیں
مرقد میں بندوں کو تھپک کر میٹھی نیند سلاتے یہ ہیں
ماں جب اکلوتے کو چھوڑے آ آ کہہ کے بلاتے یہ ہیں
باپ جہاں بیٹے سے بھاگے لطف وہاں فرماتے یہ ہیں
سنکھوں بے کس رونے والے کون چپائے چپاتے یہ ہیں

خود سجدے میں گر کر اپنی گرتی امت اٹھاتے یہ ہیں
رنگے بے رنگوں کا پردہ دامن ڈھک کے چھپاتے یہ ہیں
اپنے بھرم سے ہم ہلکوں کا پلّہ بھاری بناتے یہ ہیں
ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں
سَلِّم سَلِّم کی ڈھارس سے پل پر ہم کو چلاتے یہ ہیں
جس کو کوئی نہ کھلوا سکتا وہ زنجیر ہلاتے یہ ہیں
جن کے چھپّر تک نہیں انکے موتی محل سجواتے یہ ہیں
ٹوپی جن کے نہ جوتی ان کو تاج و براق دلاتے یہ ہیں
کہہ دو، رضا سے خوش ہو، خوش رہ
مژدہ رضا کا سناتے یہ ہیں

لہٰذا محبت کے سب سے زیادہ لائق ہستی تمام مخلوقات میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ اللھم ارزقنا حب حبیبك الكریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پیدا کرنے کے متعدد ذرائع ہیں۔ البتہ دیرپا، گہری اور حقیقی محبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ محبت والوں کی صحبت ہے۔ وہ لوگ جن کی آنکھیں یادِ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پُرنم، جن کے دل یادِ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بے قرار، جن زبانیں ذکر حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تَر، جن کی ارواح عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں مضطرب، جن کی زندگی میں اتباع سنت کی جھلک، جن کے ہر فعل میں اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور، جن کی زندگی کا مقصد محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کا اشاعت وترویج ہے وہ لوگ حقیقتاً سچے عاشق ہیں اورانہی کی صحبت دلوں کے زنگ دور کرکے قلوب کونور ایمان سے منور کردیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انمول خزانہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ

اَمَّابَعْدُفَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

عبدالمصطفے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ! کیسے مزاج ہیں؟ وحید بھائی۔

محمدوحید وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ! اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا شکر ہے، خیریت سے ہوں، اپنا سنائیں۔

عبدالمصطفے : اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فضل وکرم ہے، آپ فجر میں نظر نہیں آئے!

محمدوحید رات کافی دیر سے سویا تھا، اس لیے جاگ نہ آئی، ایک جلسہ میں گیا تھا۔

عبدالمصطفے : بڑے افسوس کی بات ہے، جلسہ کہاں تھا؟

محمد وحید : جامع مسجد بلال میں تھا۔

عبدالمصطفے : کون سے مولانا صاحب تھے۔

محمد وحید : نام تو مجھے معلوم نہیں، البتہ ان کی باتیں قرآن وحدیث کے حوالے سے تھیں۔

عبدالمصطفے : کیا بیان کیا؟ کچھ یاد ہے۔

محمدوحید : جی ہاں! اکثر باتیں یاد ہیں۔ کچھ تو ڈائری میں نوٹ بھی ہیں۔

عبدالمصطفے : کس موضوع پر باتیں کیں؟ کچھ بیان تو کریں۔

محمدوحید : انہوں نے بیان کیا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہی ہر شے کا مالک ہے اور اس کے سوا کسی کو ملکیت نہیں۔

عبدالمصطفے : یقیناً اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہی ہر شے کا مالک حقیقی ہے۔

لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ　(پارہ ۳ سورۃ بقرہ ۲ آیت ۲۸۴)

ترجمہ: اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہی مالک ہے اس کا جو کچھ زمین وآسمان میں ہے۔

اسی کا فرمان ہے! ''وہ جسے چاہے جو چاہے عطا فرمادے۔''

محمد وحید : کیا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اپنی ملک سے عطا بھی فرماتا ہے؟

عبدالمصطفیٰ :جی ہاں فرمان خداوندی ہے۔

وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۲۰)

ترجمہ: اور تیرے رب کی عطا پر کوئی روک نہیں۔

جب خدا کی عطا کو کوئی روک نہیں سکتا تو وہ جسے چاہے عطا کرے۔

محمد وحید :تو کیا خدا کے علاوہ کسی کو مالک کہہ سکتے ہیں اور کسی کو کچھ ملکیت حاصل ہے؟

عبدالمصطفیٰ :جی ہاں! اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ۔

(پارہ ۳ سورۃ آل عمران ۳ آیت ۲۶)

''اے محبوب تم فرمادو اے اللہ جل جلالہ ملک کے مالک! جسے چاہے تو ملک عطا فرماتا ہے''

اب دیکھیں جسے خدا ملکیت عطا کرے گا وہ خدا کی عطا سے مالک بنے گا یا نہیں؟

محمد وحید :یقیناً وہ مالک بنے گا مگر میں نے تورات سنا تھا کہ ملکیت وقوت صرف اللہ عزوجل کے پاس ہے۔ کیا اس قسم کی کوئی آیت ہے؟ کہ اللہ جل جلالہ کے سوا کسی کو کچھ قوت حاصل نہیں۔

عبدالمصطفیٰ :جی ہاں! قرآن پاک میں ہے۔

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (پارہ ۲ سورۃ بقرہ ۲ آیت ۱۶۵)

ترجمہ: سب قوتوں کا مالک اللہ جل جلالہ ہے۔

مگر اس کا وہ مفہوم نہیں جو آپ کو بتایا گیا ہے۔ وگرنہ کل کوئی یہ بھی کہہ دے گا ساری عزت اللہ جل جلالہ کے پاس ہے اور باقی عزت سے خالی اور ذلیل ورسوا ہیں۔

محمد وحید :یہ تو کوئی پاگل ہی کہہ سکتا ہے، یہ کوئی کیوں کہے گا؟

عبدالمصطفیٰ :اس لئے اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے۔

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (پارہ ۱۱ سورۃ یونس ۱۰ آیت ۶۵)

ترجمہ: بے شک ساری عزتوں کا مالک اللہ جل جلالہ ہے۔

جب خدا مالک ہے تو اور کسی کے پاس عزت نہ ہوئی لہذا آپ کے کلیہ کے مطابق سب عزت سے خالی اور ذلیل ورسوا ہوئے۔

محمد وحید: یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔

عبدالمصطفے: جی ہاں! یہ تو نہیں کہا جا سکتا ہے، اس لئے کہ اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

(پارہ ۲۸ سورۃ منافقون ۶۳ آیت ۸)

ترجمہ: اور عزت اللہ جل جلالہ کے لئے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔

محمد وحید: پھر دونوں آیتوں میں موافقت کیسے ہوگی؟

عبدالمصطفے: وہ تو بالکل واضح ہے۔ اس طرح کہ ذاتی طور پر عزت کا مالک صرف اللہ جل جلالہ ہی ہے اس کی عطا سے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والے۔

محمد وحید: یعنی قوت والی آیت کا بھی یہی مفہوم ہے کہ ذاتی طور پر اللہ جل جلالہ ہی قوت کا مالک ہے اور اس کی عطا سے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور کامل ایمان والے بھی قوت والے ہیں۔

عبدالمصطفے: یقیناً یہی مفہوم ہے، وگرنہ تو خود قرآن کی آیات میں ایسا تعارض ہوگا کہ دور نہیں ہو سکے گا۔

محمد وحید: یہ جو آپ نے کہا تھا "اللہ جل جلالہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضل وکرم سے بخیریت ہوں۔ یہ کہنا کیسا ہے؟

عبدالمصطفے: یہ اللہ جل جلالہ کا سکھایا ہوا ہے اور اس کا پسندیدہ طریقہ ہے۔

محمد وحید: اللہ عزوجل نے کہاں سکھا دیا؟

عبدالمصطفےٰ: دسویں پارے میں سورۃ توبہ ۹ کی آیت نمبر ۷۴ پڑھ کر دیکھ لیں۔ فرمایا!

وَمَانَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ

ترجمہ: اور لوگوں کو نہیں برا لگا مگر یہ کہ انہیں اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

یہاں دیکھ لیں اللہ عزوجل ور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضل کا ذکر ہے۔

عبدالوحید: پھر تو آئندہ میں بھی یونہی کہوں گا کہ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضل سے یہ کروں گا وغیرہ۔

عبدالمصطفےٰ: بہت مبارک باد ہے۔ ایمان والوں کا طریقہ یہی ہوتا ہے جیسا کے فرمان الٰہی ہے۔!

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ

(پارہ ۱۰ سورۃ توبہ ۹ آیت ۵۹)

ترجمہ: اگر وہ لوگ راضی رہتے اس پر جو انہیں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا اور کہتے کہ ہمیں اللہ عزوجل کافی ہے اور عنقریب اللہ عزوجل ہمیں اپنے فضل سے عطا کرے گا اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی عطا کرے گا۔

دیکھ لیں اللہ عزوجل نے خود فرما دیا کے لوگ یوں کہا کریں تو اللہ عزوجل کو پسند ہے۔

محمد وحید: سُبحان اللّٰہ! کیسی عمدہ بات ہے اور محبت بھرا بیان ہے۔

عبدالمصطفےٰ: مزید سنیے! فرمان الٰہی ہے!

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

(پارہ ۱۰ سورۃ توبہ ۹ آیت نمبر ۶۲)

ترجمہ: اور اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق دار ہیں اس بات کے کہ لوگ انہیں راضی کریں اگر وہ ایمان والے ہیں۔

دیکھئے کیسی وضاحت اور صراحت ہے کہ ہر کام میں خدا کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی نیت کریں۔

محمد وحید: رات میں نے یہ بھی سنا تھا کہ اللہ جل جلالہٗ کے سوا کوئی کچھ نہیں دے سکتا۔ نہ دولت اور نہ نعمت۔

عبدالمصطفےٰ: بڑی عجیب بات ہے کیا دو آیتیں جو ابھی میں نے سنائیں، ان میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل، عطا اور غنی کرنے کا ذکر نہیں؟ یقیناً ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ

(پارہ ۲۲ سورۃ احزاب ۳۳ آیت نمبر ۳۷)

ترجمہ: اے محبوب! یاد کیجئے جب آپ کہہ رہے تھے جسے اللہ جل جلالہٗ نے نعمت دی اور آپ نے نعمت دی۔

کیا ان آیات کے ہوتے ہوئے بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کے سوا کوئی دولت اور نعمت نہیں دے سکتا؟

محمد وحید: یہ بھی سنا تھا کہ حاجت پوری کرنا اور شفا دینا وغیرہ اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ خاص ہے۔

عبدالمصطفےٰ: یقیناً حقیقی اور ذاتی طور پر شفا دینا اور حاجت پوری کرنا اللہ جل جلالہٗ کا کام ہے ہاں جسے خدا قوت اور طاقت دے اس کی الگ بات ہے۔

محمد وحید: کیا خدا جل جلالہٗ نے یہ قوت و طاقت کسی کو عطا فرمائی ہے؟

عبدالمصطفےٰ: قرآن پاک سے تو یہ پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ فرمان الٰہی جل جلالہٗ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِیُٔ الْاَکْمَہَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ۔

(پارہ ۳ سورۃ ال عمران ۳ آیت نمبر ۴۹)

ترجمہ: بے شک میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ جل جلالہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ جل جلالہ کے اذن سے۔

یہاں سے قوت وطاقت اللہ جل جلالہ کی عطا سے ثابت ہے۔

محمد وحید: مولانا صاحب کہہ رہے تھے خلاف عادت طریقے سے کوئی شفا نہیں دے سکتا اور دوائی وغیرہ کے ذریعے تو ڈاکٹر بھی شفا دیتے ہیں۔

عبد المصطفیٰ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی دوائیوں کا کورس نہیں کرواتے تھے اور مُردوں کا اپریشن نہیں کرتے تھے خلاف عادت طریقے سے ہی شفا دیتے تھے مگر اللہ جل جلالہ کی مرضی اور اذن سے دیتے تھے۔

محمد وحید: آپ کا مطلب یہ ہے کہ ذاتی طور پر صرف اللہ جل جلالہ ہی سب کچھ کرتا ہے اور اس کی عطا سے انبیاء واولیاء کر سکتے ہیں کیا اسکی کوئی اور بھی مثال ہے؟

عبد المصطفیٰ: جی ہاں! اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے۔!

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ (پارہ ۱۸ سورۃ نور آیت ۲۱)

ترجمہ: لیکن اللہ جل جلالہ جسے چاہتا ہے پاک فرماتا ہے۔

اور اللہ جل جلالہ ہی کا فرمان ہے۔!

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ

(پارہ ۲۸ سورۃ جمعہ ۲۶ آیت ۲،۳)

ترجمہ: وہ اللہ عزوجل ہے جس نے اَن پڑھوں میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھیجا جو ان میں سے ہے کہ ان پر اللہ عزوجل کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک وصاف فرماتا ہے۔

اب یہاں ایک ہی لفظ تــزکیّہ کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بھی۔ لیکن فرق وہی ہے اللہ عزوجل ذاتی طور پر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی عطا سے پاک کرتے ہیں۔

محمد وحید : کیا انبیاء واولیاء کے اختیارات کے بارے میں اور بھی آیت ہے؟

عبدالمصطفےٰ : آیت نہیں بلکہ آیات ہیں اللہ عزوجل نے فرشتوں نبیوں اور ولیوں کو اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ عطا فرما رکھا ہے۔

محمد وحید : کچھ بیان تو فرمائیں۔

عبدالمصطفےٰ : فرمان الٰہی !

لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ

(پارہ ۱۳ سورۃ رعد ۱۳ آیت ۱۱)

ترجمہ: آدمی کے لئے اس کے آگے اور اس کے پیچھے باری والے ہیں جو اللہ عزوجل کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

یوں فرشتے انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔

محمد وحید : باری والوں سے کیا مراد ہے؟

عبدالمصطفےٰ : اسکا مطلب ہے کہ ان کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں فجر کے وقت اور عصر کے وقت۔ مزید سنیئے فرمایا۔

وَیُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً (پارہ ۷ سورۃ انعام ۶ آیت ۶۱)

ترجمہ: اور اللہ عزوجل تم پر حفاظت کرنیوالے بھیجتا ہے۔"

محمد وحید : ان کے کچھ اور کام بھی ہیں یا سب حفاظت پر ہی مقرر ہیں۔

عبدالمصطفیٰ : اور بھی بہت سے کام ہیں مثلاً اولاد عطا کرنا۔۔۔

محمد وحید :(بات کاٹتے ہوئے)اس پر تو مقرر صاحب نے سب سے زیادہ زور دیا تھا کہ اللہ ﷻ ہی اولاد عطا کرتا ہے۔

عبدالمصطفیٰ :بھائی اس سے کون انکار کرتا ہے۔فرشتے بھی تو اللہ ﷻ کی عطا ہی سے دیتے ہیں چناچہ جب جبریل امین علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو فرمایا!

اِنَّمآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًازَكِيّاً (پارہ ۱۶ سورۃ مریم ۱۹ آیت نمبر ۱۹)

ترجمہ: بے شک میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔

تو اولاد عطا کرنا بھی فرشتوں کہ ذریعے ہوتا ہے بلکہ ایک اور بات بھی ہے۔

محمد وحید : وہ کیا؟

عبدالمصطفیٰ :وفات دینا تو سب جانتے ہیں نا! کہ فرشتوں کا کام ہے۔موت کے فرشتے عزرائیل علیہ السلام کا نام تو سنا ہوگا۔

محمد وحید : ہاں اس بات کو تو سب مانتے ہیں۔

عبدالمصطفیٰ : کیونکہ فرمان خداوندی ہے۔

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ (پارہ ۲۱ سورۃ سجدہ ۳۲ آیات نمبر ۱۱)

ترجمہ: تم فرمادو اے لوگو! تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

دیکھ لیں کتنا زبردست اختیار ہے اور کیسی عظیم قوت ہے اس طرح کی اور بھی متعدد آیات ہیں۔

محمد وحید :فرشتوں کے کچھ اور بھی کام ہیں جو قرآن و حدیث میں ہیں؟

عبدالمصطفیٰ : آپ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ فرشتے خدا نہیں بلکہ اس کے پیارے بندے ہیں لیکن اللہ ﷻ کی عطا سے قوت و اختیار رکھتے ہیں اب سنیئے !اللہ ﷻ فرماتا ہے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

(پارہ ۹ سورۃ انفال ۸ آیت نمبر ۱۲)

ترجمہ: یاد کیجئے جب آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی فرما رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں ،پس تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔،،اور قرآن پاک ہی میں ہے یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ (پارہ ۱۳ سورۃ ابراھیم ۱۴ آیت ۲۷)،،اللہ عزوجل ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے،،۔

دیکھیں ثابت قدم رکھنے کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف بھی ہے اور فرشتے کی طرف بھی، یہاں بھی فرق وہی ہے کہ فرشتے اللہ عزوجل کی عطا سے اور خود خدا عزوجل ذاتی طور پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

محمد وحید : گویا سارے جہان کی تدبیر فرشتوں کے پاس ہے۔

عبدالمصطفے :حقیقتاً تو تدبیر فرمانے والا اللہ عزوجل ہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔!

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ (پارہ ۱۱ یونس ۱۰ آیت ۳)

ترجمہ: اللہ عزوجل کاموں کی تدبیر فرماتا ہے۔

لیکن یہ تدبیر اللہ عزوجل نے فرشتوں کو عطا فرمائی ہوئی ہے چنانچہ ارشادِ ربانی ہے۔!

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (پارہ ۳۰ سورۃ نازعات ۷۹ آیات ۵)

ترجمہ: ان فرشتوں کی قسم جو جہان کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں۔

محمد وحید: فرشتے کاموں کی تدبیر کیسے کرتے ہیں؟

عبدالمصطفے :بارش برسانا، اولاد عطا کرنا، ان کی روزی مہیا کرنا، آفات سے بچانا مراتب بلند کرنا نیز ذلیل ورسوا کرنا پھر جان نکالنا، قبر میں حساب کتاب کرنا، سزا دینا، جزا دینا سب کچھ تدبیر امر میں شامل ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

محمد وحید :یہ سب فرشتوں کہ بارے میں تھا کیا اولیاء کرام کے بارے میں بھی کوئی ایسی آیت ہے؟

عبدالمصطفیٰ :انیسویں پارے کی سورۃ نمل پڑھ لیں،خود ہی پتہ چل جائے گا۔ملکہ بلقیس کا ایک بہت لمبا چوڑا تخت تھا اور کئی سو میل دور تھا۔سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے پوچھا،اسے کون لائے گا؟ایک جن نے کہا میں آپ کے یہاں سے اٹھنے سے پہلے لے آؤں گا۔جس پر ایک ولی اللہ نے کہا۔!

اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ

ترجمہ: میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے وہ تخت لے آؤں گا۔

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ (ایضاً)

پس جب اپنے پاس پڑا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

یعنی پلک جھپکنے سے پہلے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ولی اس تخت کو سینکڑوں میل دور سے لے آیا۔یہ قوت و طاقت اور تصرف واختیار سب عطائے الٰہی سے ہے نیز احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

محمد وحید : کونسی حدیث میں اس کی تائید ہے؟

عبدالمصطفیٰ :بخاری شریف میں ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ میں اس کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ اور کان بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا، چلتا، دیکھتا اور سنتا ہے۔

(الصحیح للبخاری باب التواضع ج۲ ص ۹۶۳،المسند لاحمد بن حنبل ج۶ ص ۲۵۶)

محمد وحید :اسکا مطلب کیا ہے؟

عبدالمصطفیٰ :علامہ فخرالدین رازی علیہ رحمۃ نے بیان فرمایا کہ اسکا مطلب ہے۔جلال الٰہی عزوجل کا نور اسکی آنکھوں، ہاتھوں، پاؤں اور کانوں میں سرایت کرجاتا ہے۔جس سے وہ دور ونزدیک کی باتیں سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے اور ہر جگہ اپنی قوت کو استعمال بھی کر لیتا ہے۔کراماتِ اولیاء سب اسی میں شامل ہیں۔

محمدوحید :جب خدا کا قرب انہیں مل جاتا ہے پھر تو اللہ عزوجل انکی دعائیں ضرور قبول فرماتا ہوگا؟

عبدالمصطفے :جی ہاں! بخاری شریف میں!

لَئِنْ سَأَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ

ترجمہ:اگر وہ ولی مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور ضرور اسے عطا کرتا ہوں۔

اسی لئے تو ہم اولیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں کہ آپ اللہ عزوجل سے دعا کریں کیونکہ ان سے قبولیت کا خصوصی وعدہ ہے۔

محمدوحید :انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں بھی ایسی آیات ہیں جو ان کے اختیارات کو ثابت کرتی ہوں؟

عبدالمصطفے :جی ہاں! بہت سی آیات ہیں مثلاً حضرت موسیٰ علیہم السلام کے بارے میں فرمایا۔

اِذِاسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ فَقُلْنَااضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ

(پارہ ۱ سورۃ بقرہ ۲ آیت ۶۰)

ترجمہ:جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو۔

فَانْفَجَرَتْ مِنْہُ اثْنَتَاعَشْرَۃَ عَیْنًا

پس اس سے بارہ چشمے بہہ پڑے (ایضاً)

یہاں حضرت موسیٰ علیہم السلام کا کیسا عظیم تصرف ثابت ہوا۔ پھر انیسویں پارے میں ہے کہ آپ علیہم السلام نے عصا مار کر دریا میں راستے بنا دیئے ، بلکہ آپ علیہم السلام کے اختیار کا کیا کہنا! آپ کی تو موت بھی آپ کے اختیار سے ہوئی تھی۔

محمدوحید :وہ کیسے؟

عبدالمصطفے :بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عزرائیل علیہم السلام آپ علیہم السلام کے پاس روح نکالنے آئے۔آپ علیہم السلام نے تھپڑ مارکر فرشتے کی آنکھ نکال دی۔ وہ دوبارہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی بارگاہ میں آیااور ماجراعرض کیا،حکم ہوا کہ ایک بیل پران کا ہاتھ پھیروالو جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال عمر بڑھادی جائیگی۔ چنانچہ حضرت عزرائیل علیہم السلام موسیٰ علیہم السلام کی خدمت میں آئے،مگراس مرتبہ آپ علیہم السلام نے فرشتے کوجان نکالنے کی اجازت دےدی تواس نے روح نکالی۔

(الصحیح للبخاری باب وفاۃ موسیٰ علیہ السلام ج۱ص۴۸۴،الصحیح للمسلم باب فضائل موسیٰ علیہ السلام ج۲ص۲۶۷،المسندلاحمدبن حنبل ج۲ص۲۶۹،کنزالعمال للمتقی ج۱۱ص۵۰۶،المسندلابن ابی عاصم ج۱ص۲۶۶)

محمدوحید:**سُبْحَانَ اللّٰہِ**! بڑاپرلطف واقعہ ہے کیاصرف موسیٰ علیہم السلام کوہی موت کااختیارتھا کہ ان کی مرضی سے آئے یاکسی اور نبی علیہم السلام کے بارے میں بھی کوئی آیت وحدیث ہے؟

عبدالمصطفے :نہیں!یہ توسب نبیوں کوکمال حاصل تھا۔خصوصاً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں توبخاری شریف میں ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے منبرپرجلوہ فرماکرارشادفرمایا''اللہ عزوجل نے ایک بندے کواختیاردیاہے کہ وہ دنیا میں رہنا پسند کرے یااللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضرہونا۔تواس بندے نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضرہونا پسند کرلیا ہے۔''اس پرسیدناابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ روپڑے مگرجب تھوڑے دنوں کے بعدحضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کاوصال مبارک ہواتوپھرسب کوسمجھ آگیاکہ وہ بندے خودنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی تھے،جنہیں اللہ عزوجل نے دنیامیں رہنے یاوفات قبول کرنے کااختیاردیاتھا۔اورحضرت عیسیٰ علیہم السلام کاپرندے کی

صورت بنا کر اس میں پھونک مار کر حقیقی پرندہ بنا دینا، کوڑھیوں اور اندھوں کو شفایاب کرنا نیز مردوں کو زندہ کرنا تو میں نے بیان کیا تھا اور یہ قرآن پاک میں دو مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی آیات ہیں، جو بیان کی جاسکتی ہیں۔

محمد وحید: ضرور بیان فرمائیں۔ یہ تو ایمان کو مضبوط کر رہی ہیں۔

عبد المصطفےٰ: اللہ جل جلالہ نے حضرت سلیمان علیہم السلام کے بارے میں فرمایا۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (پارہ ۲۳ سورۃ ص ۳۸ آیت ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ

ہوا حضرت سلیمان علیہم السلام کے قبضہ میں تھی ان کے حکم سے تیز اور آہستہ چلتی، جنات بھی ان کے قبضہ میں تھے۔ جو حکم ہوتا وہ کرتے۔ یہ اللہ عزوجل کی عطا تھی اور سلیمان علیہم السلام کو ہر طریقے سے استعمال کی اجازت تھی۔

اور بھی متعدد آیات ہیں جن میں پہاڑوں، پرندوں حیوانوں کے ان کے قبضے میں ہونے کا ذکر ہے۔

محمد وحید: ان آیات سے تو پتہ چلتا ہے کہ قرآن پاک میں انبیاء کے اختیاراتِ عطائیہ کا واضح ذکر ہے۔

عبدالمصطفےٰ: حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ!

''ان کے لئے لوہا نرم کر دیا'' سترھویں پارے میں ہے۔

محمدوحید: ان آیات سے تو ہدایت حاصل کرنا بہت آسان ہے۔

عبدالمصطفےٰ: مگر سب لوگ کرتے نہیں کیونکہ جن کے صدقے ہدایت ملتی ہے جب انہیں نہ مانا جائے گا تو ہدایت کیسے ملے گی؟ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى

صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ (پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم ۱۴ آیت ۱)

ترجمہ: یہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں، ان کے رب کے اذن سے عزت والے، تعریف کئے گئے رب کی راہ کی طرف۔

نیز ارشاد ہوتا ہے۔!

اِنَّكَ لَتَهْدِىْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ ۴۲ آیت ۵۲)

ترجمہ: بے شک آپ سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔

محمد وحید: میں نے سنا تھا اور ہمارا عقیدہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل کُنْ فرما کر سارے کام کر دیتا ہے۔ تو پھر کسی اور سے کام کروانے کی کیا ضرورت ہے؟

عبدالمصطفےٰ: ہمارا قطعی اور یقینی عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل کسی کا محتاج نہیں۔ وہ بے پرواہ، قادر مطلق ہے لیکن اسی قادر و قیوم خدا نے اپنے کلام پاک میں ہمیں بتا دیا کہ خدا کریم نے اپنے بے انتہا کرم و نعمت کے خزانوں سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اپنا خاص فضل فرمایا اور انہیں بھی یہ طاقت دی کہ وہ اشارہ کر کے پل بھر میں مشکل سے مشکل کام سر انجام دیتے ہیں۔

محمد وحید: کیا اس کی کوئی دلیل ہے؟

عبدالمصطفےٰ: جی ہاں! قرآن پاک میں سورہ یوسف میں ہے کہ جیل کے اندر دو قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم نے خواب دیکھا ہے کہ ایک بادشاہ کو شراب پلا رہا ہے اور دوسرے کے سر پر ایک تھال ہے جس سے پرندے لیکر کھاتے ہیں آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ایک جیل سے نجات پائے گا اور دوسرے کو پھانسی ہو جائیگی۔ جب انہوں نے یہ سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ ہم نے ویسے ہی کہہ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

قُضِىَ الْاَمْرُ الَّذِىْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ۔ (پارہ ۱۲ سورۃ یوسف ۱۲ آیت نمبر ۴۱)

ترجمہ: جس چیز کے بارے میں تم نے مجھ سے پوچھا تھا اس کا فیصلہ کر دیا گیا۔
یعنی تم نے جھوٹ بولا یا سچ بولا، جو میری زبان سے نکل گیا اب ویسا ہو کر رہے گا۔''

محمد وحید: یہ تو واقعی کُنْ والی بات ہوئی کہ جو منہ سے نکل گیا ویسے ہی ہو گیا۔

عبدالمصطفےٰ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی ایسا ہی واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔

محمد وحید: کچھ اس کی تفصیل بیان فرمائیں۔

عبدالمصطفےٰ: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تورات لینے طور پر گئے تو سامری نامی ایک آدمی نے لوگوں کو بت پرستی پر لگا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے آ کر قوم کو سزا دی اور سامری سے کہا۔

فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ

(پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ ۲۰ آیت نمبر ۹۷)

ترجمہ: پس تو چلا جا بیشک دنیوی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے گا (اے لوگو) مجھے نہ چھونا

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے الفاظ نکلے ادھر سامری اسی سزا میں مبتلا ہو گیا کہ لوگوں کو کہتا پھرتا تھا مجھے نہ چھونا اور جو چھو لیتا وہ اور سامری سخت تکلیف میں مبتلا ہو جاتے۔

محمد وحید: کیا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی فضیلتوں کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے؟

عبدالمصطفےٰ: سُبْحَانَ اللّٰہِ! حضور پرنور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تو فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے، جس کسی کو جو کچھ ملا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ہی ملا ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اللہ عزوجل کے نائب اکبر اور محبوب اعظم ہیں۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تو سب سے زیادہ فضائل و کمالات عطا فرمائے ہیں۔

محمد وحید: راحتِ قلب اور تسکین کیلئے کچھ تو بیان فرمائیں۔

عبدالمصطفے : آپ اسی بات پرغور کرلیں کہ کسی دنیوی شاہ اور حکمران کا کوئی نائب اور خلیفہ ہوتو وہ حکمران اُسے کوئی اختیار دیتا ہے یا نہیں۔

محمدو حید :ضرور دیتا ہے۔وگرنہ وہ نائب اور خلیفہ ہی کس بات کا ہوا؟

عبدالمصطفے :واقعی بات اس طرح ہے کہ نائب کو اختیار ہوتا ہے،وگرنہ تو پتھر کا نائب ہونا اور حکمران کا نائب ہونا برابر ہے کہ دونوں کو کچھ اختیار نہیں۔لہذا جب عام حکمران اور دنیا کے معمولی بادشاہوں کے نائب اختیارات رکھتے ہیں تو جو **احکم الحاکمین، رب العالمین** کا نائب اکبر اور خلیفہ اعظم ہوگا۔اس کے اختیار کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

محمدو حید : یہ بات تو دل میں اترتی معلوم ہوتی ہے۔

عبدالمصطفے : رب العالمین ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ (پارہ۳۰ سورۃ کوثر ۱۰۸ آیت ۱)

ترجمہ:''بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی۔''

محمدو حید :خیر کثیر کتنی ہے اور کیا ہے؟

عبدالمصطفے : آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ دنیا کتنی وسیع اور بڑی ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب کا سب دنیا میں شامل ہے مگر اس کی بے پناہ وسعت کے باوجود اللہ عزوجل نے فرمایا۔

قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ'' (پارہ۵ سورۃ نساء۴ آیت ۷۷)

ترجمہ:''تم فرمادو کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے''

اور پھر خود ہی وہ اپنے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ انہیں خیر کثیر عطا فرمائی تو آپ غور کریں کہ وہ خیر کثیر کتنی ہوگی؟

محمدو حید : کیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس سے کچھ عطا بھی فرمایا ہے؟

عبدالمصطفے: حضور علیہ الصلوۃ والسلام تو سب سخیوں سے بڑھ کر سخی ہیں۔ آپ کا فرمان ہے۔

اَنَا اَجْوَدُ النَّاسِ ''میں سب لوگوں سے بڑھ کر جود و بخشش کرنیوالا ہوں''

(الصحیح للبخاری کتاب العلم ج ا ص ۳، مشکوۃ)

اور بخاری شریف میں ہے۔

اِنَّمااناقَاسِم'' وَاللّٰہُ یُعْطِی

''میں تقسیم کرنیوالا ہوں اور اللہ عزوجل عطا فرماتا ہے۔''

(الصحیح للبخاری کتاب العلم ج ا ص ۱۶)

یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خزائن الٰہی اور نعمت خداوندی کو سارے جہان میں تقسیم فرمانے والے ہیں۔

محمد وحید: پھر تو حضور علیہ السلام اللہ کے اذن اور عطا سے حاکم و مختار ہیں۔

عبدالمصطفے: جی ہاں اللہ عزوجل نے فرمایا۔

''فَلَاوَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ''

(پارہ ۵ سورۃ النساء ۴ آیت ۶۵)

ترجمہ: ''اے محبوب تیرے رب کی قسم لوگ مومن ہو ہی نہیں سکتے جب تک آپ کو حاکم تسلیم نہ لیں۔''

محمد وحید: کیا حضور علیہ السلام کے اختیارات میں وہ کُنْ (ہوجا) کہہ کر کام کر دینے کا اختیار بھی شامل ہے؟

عبدالمصطفے: یہ تو بہت سی احادیث میں ہے۔ چنانچہ شفاء شریف میں ہے کہ ایک کنویں کے بارے میں صحابہ کرام نے فرمایا! اس کا نام بیسان ہے اور اس کا پانی کھاری ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا نام نعمان ہے اور اس کا پانی میٹھا ہے چنانچہ اسی وقت پانی میٹھا ہو گیا۔ طبرانی و بیہقی میں ہے کہ ایک آدمی آپ کی نقل اتارتا تھا آپ نے فرمایا: کُنْ کذالِکَ ''اسی طرح ہوجا'' چنانچہ وہ مرتے دم تک ویسے ہی رہا۔

مسلم شریف میں ہے کہ :ایک آدمی کو بائیں ہاتھ سے کھانے سے منع کیا اور دائیں سے کھانے کو کہا: تو اس نے کہا! میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تو اس کی طاقت نہ رکھے'' چنانچہ مرتے دم تک وہ اپنا دایاں ہاتھ نہ اُٹھا سکا، بخاری شریف میں ہے کہ ایک کاتب وحی مرتد و کافر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اسے زمین قبول نہ کرے گی۔ چنانچہ وہ مرنے کے بعد کئی مرتبہ دفن کیا گیا، مگر زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔

(الصحیح للبخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام ج ا ص ۵۱۱ ،مشکوۃ المصابیح باب فی المعجزات ص ۵۳۵)

محمد وحید :یہ باتیں تو باغ ایمان میں بہار لا رہی ہیں۔

عبدالمصطفے :لطف کی بات تو یہ ہے کہ جنت کے اندر جا کر ہمیں بھی یہ طاقت حاصل ہوگی کہ جو چاہیں گے ویسے ہی ہو جائیگا۔

محمد وحید :وہ کیسے۔؟

عبدالمصطفے :قرآن پاک میں ہے۔

وَلَكُم فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ (پارہ ۲۴ سورۃ حم سجدۃ ۴۱ آیت ۳۱)

ترجمہ: ''اور تمہارے لئے جنت میں وہ کچھ ہوگا جو تمہارا جی چاہے گا۔''

محمد وحید :جب جنت میں ہمارے چاہنے سے سب کچھ ہو جائے گا۔ تو یقیناً دنیا میں محبوبانِ خدا کے چاہنے سے بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر میں نے سنا تھا کہ غیر خدا کے چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

عبدالمصطفے :اس بات کا جتنا وزن ہے وہ آپ خود ہی محسوس کر سکتے ہیں کہ غیر خدا کے چاہنے سے کچھ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے سے سورج واپس نہیں پلٹا؟ کیا حضور علیہ الص[illegible] والسلام کے چاہنے سے چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا بلکہ جس قبلہ کی طرف منہ کر کے ہم نماز پڑھتے [illegible] سی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے چاہنے سے ہی بنا ہے۔

محمد وحید: وہ کیسے؟

عبدالمصطفے: پہلے پہل بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دل کی چاہت یہ تھی کہ کعبہ قبلہ بن جائے چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا

(پارہ ۲ سورۃ بقرہ ۲ آیت ۱۴۴)

ترجمہ: ''اے محبوب ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں پس آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہوں گے۔''

محمد وحید: سُبۡحَانَ اللّٰهِ ! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کیا شان ہے؟ کہ ان کی مرضی سے کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا۔

عبدالمصطفے: اللہ عزوجل کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کتنی پسند ہے فرمایا۔ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی (پارہ ۳۰ سورۃ والضحیٰ ۹۳ آیت ۵)

ترجمہ: ''اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔''

چنانچہ اللہ عزوجل نے پھر اتنا عطا کیا کہ ہماری عقل وفہم میں سما نہیں سکتا۔

محمد وحید: احادیث میں کچھ تو اس کا ذکر ہوگا، وہی بیان کریں آپ کی باتوں سے ایمان تازہ ہو رہا ہے۔

عبدالمصطفے: بعض حدیثوں میں ہے کہ قیامت کے دن داروغہ جنت کہے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیۡ اَنۡ اَدۡفَعَ مَفَاتِیۡحَ الۡجَنَّةِ اِلٰی مُحَمَّدٍ

ترجمہ: ''بے شک اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ جنت کی چابیاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کروں'' اور دارغہ جہنم کہے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیۡ اَنۡ اَدۡفَعَ مَفَاتِیۡحَ جَهَنَّمَ اِلٰی مُحَمَّدٍ

ترجمہ: ''بے شک اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہنم کی چابیاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کردوں''

(الدر المنثور للسیوطی ج۳ص۲۵۶،تاریخ دمشق لابن عساکر ج ٤ ص ۲۳۱، اتحاف السادۃ للزبیدی ج۹ص۱۷٦،الاکتفاء فی فضل الاربعة)

دارمی شریف میں ہے۔

اَلْکَرَامَةُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ

''قیامت کے دن عزت اور تمام کی تمام چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔''

بخاری ومسلم میں ہے۔

بَیْنَا اَنَا نَائِم'' اِذْجِیْءَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ۔

''میں نیند کی حالت میں تھا کہ زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں میرے پاس لائی گئیں پھر میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔''

(الجامع الصحیح للبخاری باب نصرت بالرعب مسیرة شهر ج۱ص۴۱۸،الصحیح للمسلم کتاب المساجدومواضع الصلوۃ ج۱ ص۱۹۹،المسندلاحمدبن حنبل ج۲ص۴۵۵،السنن الکبری للبیهقی ج۸ص۱۷۵،التفسیرللبغوی ج۲ص۱٦۰،التفسیرللقرطبی ج۱۰ص۴۹،دلائل النبوّۃ للبیهقی ج۵ص۳۳۵،شرح السنة للبغوی ج۱۲ص۲۵۲)

ایک حدیث میں ہے۔

اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ

''مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔''

(الصحیح للبخاری باب نصرت بالرعب مسیرة شهر ج ۱ ص ۴۱۸ ،الصحیح للمسلم کتاب المساجدو مواضع الصلوة ج ۱ ص ۱۹۹)

محمدوحید: یہ انتہائی واضح مفہوم کی احادیث ہیں ان کے ہوتے ہوئے انسان سیدھی راہ سے بھٹک ہی نہیں سکتا۔

عبدالمصطفے: یقیناً ایسا ہی ہے۔ اللہ عزوجل کا اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر کتنا کرم ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

لَوْشِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّهَبِ

''اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے''

(مشکوٰة باب فی اخلاقه و شمائله ص ۵۳۱)

یہی وہ کمالات وفضائل تھے جنہیں دیکھ کر مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہنا پڑا۔

مَااَرٰی رَبَّكَ اِلَّایُسَارِعُ فِی هَوَاكَ

''میں آپ کے رب کو دیکھتی ہوں کہ آپ کی خواہش کو پورا کرنے میں بڑی جلدی کرتا ہے۔''

(الجامع الصحیح للبخاری تفسیرالاحزاب ج ۲ ص ۷۰۶ ،الصحیح للمسلم کتاب الرضاع ج ۱ ص ۴۷۳ ،المسند لاحمد حنبل ج ۷ ص ۱۹۵)۔

محمدوحید: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو جو اتنا کچھ عطا فرمایا گیا تو کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے لوگوں کو عطا بھی فرمایا؟

عبدالمصطفے: جی ہاں! جنت عطا کرنا تو احادیث میں آیا ہے چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ربیعہ بن کعب سے فرمایا۔ سَلْ ''مانگ'' انہوں نے عرض کی۔

اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ

''میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ فرمایا۔ کچھ اور بھی مانگ لو، عرض کیا۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔''

(الصحیح للمسلم باب فضل السجود والحث علیه ج۱ ص۱۹۳، السنن لابی داؤد باب وقت قیام النبی علیه السلام من اللیل ج۱ ص۱۸۷،)

محمد وحید: کیا اور بھی صحابہ کرام نے آپ سے جنت مانگی؟

عبدالمصطفے: ہر صحابی کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مانگنے کا اذن عطا کر دیں تو وہ جنت ہی مانگیں گے۔ چنانچہ طبرانی میں حدیث ہے کہ ایک اعرابی کو آپ نے مطلقاً مانگنے کو کہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

فَغَبَطْنَاهُ وَقُلْنَاالْاٰنَ يَسْئَلُ الْجَنَّةَ

''پس ہم نے اس کی قسمت پر رشک کیا اور کہا کہ اب تو یہ جنت مانگے گا۔''

مگر اس نے اونٹ اور زادِراہ مانگا۔ جس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی بڑھیا اس سے زیادہ دانا تھی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بڑھیا کا واقعہ بیان کیا کہ دریائے نیل پار کرنے کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر مبارک ہے ان کے بدن اطہر کو بھی ساتھ لے لو۔ آپ نے ایک بڑھیا سے قبر کا پتہ پوچھا، اس نے کہا۔ جب تک جنت میں اس درجہ میں آپ مجھے جگہ نہ عطا کر دیں جس میں آپ ہوں گے۔ میں آپ کو پتہ نہیں بتاؤں گی اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ سَلِیْ الْجَنَّةَ ''صرف جنت مانگ'' بڑھیا نہ مانی۔ وحی نازل ہوئی۔

اَعْطِهَافَاِنَّه' لَنْ ينقُصَكَ شَيْئاً فَاَعْطَاهَا

''اے موسیٰ۔ بڑھیا کو وہی درجہ دے دو تمہارا کچھ نہیں جائے گا۔''

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے بڑھیا کو جنت کا وہی درجہ عطا کر دیا۔

(الصحیح لابن حبان الدر المنثور للسیوطی، المستدرك للحاکم ج۲ ص۴۳۹)

محمد وحید: کیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اسی طرح کسی کو جنت عطا کی؟

عبدالمصطفے: حضرت ربیعہ کا واقعہ تو میں نے عرض کر دیا اس کے علاوہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے دو مرتبہ جنت کا سودا کیا اور انہیں ضمانت دی۔

محمد وحید: مگر وہاں تو ضمانت کا ذکر ہے عطا کرنے کا تو نہیں۔

عبدالمصطفے: اگر میں کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دوں تو کیا آپ مجھے پاکستان کی وزارتِ عظمیٰ کی ضمانت دے سکتے ہیں؟

محمد وحید: نہیں! کیونکہ یہ میرے اختیار میں نہیں۔

عبدالمصطفے: ایک عدد بائیسکل کی ضمانت دے سکتے ہیں۔؟

محمد وحید: جی ہاں! کیونکہ یہ میرے اختیار میں ہے۔

عبدالمصطفے: معلوم ہوا آپ اس کی ضمانت دے سکتے ہیں جو آپ کے اختیار میں ہے اور جو اختیار میں نہیں آپ اس کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ یونہی اگر جنت عطا کرنا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی یہ ضمانت نہ دیتے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ضمانت دی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جنت عطا کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔

محمد وحید: یہ تو بڑے منطقی انداز سے بات سمجھ آتی ہے۔

عبدالمصطفے: یہ تو تکوینی امور تھے۔ تشریعی امور میں بھی اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیارات عطا فرمائے تھے۔

محمد وحید: تشریعی امور کیا ہوتے ہیں۔؟

عبدالمصطفے: کسی چیز کو حلال و حرام کرنا یہ تشریعی امور سے تعلق رکھتا ہے۔

محمد وحید: آپ کا مطلب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اختیار حاصل تھا۔ کہ آپ چیزوں کو حلال بھی کر سکتے ہیں اور حرام بھی۔

عبدالمصطفی :جی ہاں! بلکہ یہ اختیارات تو قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی ثابت ہیں۔

محمدوحید : کونسی آیت اور سورۃ میں؟

عبدالمصطفی :پارہ ۳ سورۃ آل عمران ۳ آیت نمبر ۵۰، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ

''اور (میں اس لئے آیا ہوں) تا کہ تمہارے لئے بعض چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں۔''

محمدوحید :حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کونسی آیت ہے؟

عبدالمصطفی :متعدد آیات ہیں مثلاً فرمان الٰہی ہے۔

وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ

(پارہ ۹ سورۃ اعراف ۷ آیت نمبر ۱۵۷)

''اور یہ نبی ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور خبیث چیزیں حرام کرتا ہے۔''

محمدوحید : کیا اس کا مطلب یہ تو نہیں؟ کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو ان چیزوں کا حلال یا حرام ہونا بتاتے ہیں۔

عبدالمصطفی :بتاتے تو علماء کرام بھی ہیں کہ زنا وسود ورشوت حرام ہے اور نماز وروزہ حج وزکوٰۃ فرض ہیں تو کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج ہمارے مولوی صاحب نے زنا وسود اور رشوت حرام کردی ہے اور فلاں عالم صاحب نے نماز روزہ وغیرہ فرض کردیا ہے۔

محمدوحید :یہ تو نہیں کہہ سکتے؟

عبدالمصطفی :تو پھر یقیناً آیت میں تحلیل وتحریم کا مطلب یہ ہے کہ عطائے الٰہی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کہہ دینے سے بعض چیزیں حلال ہوگئیں اور بعض حرام۔

محمد وحید: کیا اس حلال وحرام کرنے کی کوئی مثال بھی ہے؟

عبدالمصطفیٰ: بیسیوں مثالیں ہیں۔قرآن پاک میں ہی ہے۔

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (پارہ ۲۲ سورۃ احزاب ۳۳ آیت ۳۲)

ترجمہ: ''اور کسی مومن مرد اور عورت کو اپنے معاملے کا اختیار باقی نہیں رہتا جب اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فیصلہ فرما دے۔''

محمد وحید: آیت کا مفہوم کھل کر واضح نہیں ہوا، کچھ تفصیل بیان کریں۔

عبدالمصطفیٰ: اس کے شانِ نزول سے آپ مفہوم سمجھ جائیں گے۔وہ سن لیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنھا سے فرمایا کہ وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کریں انہوں نے انکار کردیا اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا اختیار استعمال فرمالیں تو کسی کو اختیار باقی نہیں رہتا۔چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلیا۔اب دیکھیں! عورت کے لئے جائز ہوتا ہے کہ وہ جس مرد سے چاہے نکاح کرلے جو اس کے لئے حلال ہو، خواہ وہ کوئی بھی ہو لیکن جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم فرمادیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا ضروری اور غیر سے نکاح کرنا ناجائز ہوگیا۔

محمد وحید: کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا کے عطا کردہ اختیار کے بارے میں خود بھی کچھ فرمایا ہے؟

عبدالمصطفیٰ: جی ہاں! مسلم نسائی ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ جب حج فرض ہوا تو کسی نے پوچھا۔کیا ہر سال حج فرض ہے؟ فرمایا۔

لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ۔

''نہیں! اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی حج فرض ہو جاتا۔''

(السنن للنسائی باب وجوب الحج ج۲ص۱،الصحیح للمسلم باب فرض الحج مرة فی العمر ج ۱ ص ۴۳۲،السنن الکبری للبیهقی ج۵ص۱۷۸،المستدرك للحاکم ج۱ص ۴۸۰،السنن للدارقطنی ج۲ص۲۷۹)۔

محمد وحید: سُبْحَانَ اللّٰهِ ! کیسی عظمت وشان ہے صرف ہاں کہنے سے ہی چیز فرض ہو جاتی۔

عبدالمصطفیٰ: مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی شفقت ہے کہ امت کی مشقت کا خیال فرماتے ہوئے حج ہر سال فرض نہ فرمایا۔

محمد وحید: یقیناً یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی شفقت ہے۔

عبدالمصطفیٰ: احمد، ابوداؤد، اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے۔

لَوْلَاضُعْفُ الضَّعِيْفِ وَسُقْمُ السَّقِيْمِ وَحَاجَةُ ذِى الْحَاجَةِ لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ۔

''اگر کمزوروں کی کمزوری اور بیماروں کی بیماری اور حاجت والے کی حاجت کا خوف نہ ہوتا تو میں نمازِ عشاء کے وقت کو نصف رات تک موخر کر دیتا''

یعنی عشاء آدھی رات کو پڑھنا ہی فرض ہو جاتا۔

(المسند لاحمد بن حنبل ج۴ص ۱۱۴،السنن لابن ماجة باب وقت صلوة العشاء ج۱ص ۵۰،المصنف لابن ابی شیبة ج۱ص ۲۳۱،الصحیح للمسلم باب وقت العشاء تاخیرها ج۱ ۲۹۱،الصحیح للبخاری باب النوم قبل العشاء ج۱ص ۸۰۱،السنن للنسائی باب آخر وقت العشاء ج۱ص۲۳،السنن لابی دائود باب وقت العشاء ج۱ص ۶۰،کنزالعمال للمتقی ج۸ص۵۸)۔

محمد وحید: اس طرح کی حدیث تو مسواک کے بارے میں سنی تھی؟

عبدالمصطفیٰ: وہ بھی ہے۔ بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ وابوداؤد میں اس مفہوم کی حدیثیں ہیں کہ!

لَوْلَااَنْ اَشُقَّ علیٰ اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ کُلِّ صَلوٰۃٍ۔

''اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا''

یعنی ہر نماز کے لئے مسواک کرنا فرض کر دیتا۔

(الصحیح للبخاری باب السواك یوم الجمعة ج ۱ ص ۱۲۲، الصحیح للمسلم باب السواك ج ۱ ص ۱۲۸، السنن للنسائی باب الرخصت بالسواك بالعشی ج ۱ ص ۳، السنن للنسائی لابن ماجة باب السواك ج ۱ ص ۲۵، الصحیح لابن حبان ۱۴۲، المسندلابی عوانة ج ۱ ص ۱۹۱)۔

بلکہ ایک روایت میں ہے۔

فَرَضْتُ عَلَیْھِمُ الْوُضُوْءَ

''ان پر مسواک کرنا فرض کر دیتا جیسا کہ میں نے ان پر وضو کرنا فرض کر دیا ہے۔''

(المستدرك للحاکم ۱۴۶۱، مجمع الزوائدللھیثمی ج ۱ ص ۲۲۱)۔

محمد وحید: کسی اور چیز کے بارے میں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے اختیارات کا ثبوت ملتا ہے۔

عبدالمصطفیٰ: جی ہاں! ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں سند صحیح مروی ہے۔

ولَوْ مَضَی السَّائِلُ عَلٰی مَسْئَلَتِهٖ لَجَعَلَھَا خَمْسًا۔

'' موزہ پر مسح کی مدت پوچھنے والا اور مہلت مانگ لیتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسافر کے لئے پانچ دن کر دیتے۔''

(السنن لابی داؤد باب التوقیت فی المسح ج ۱ ص ۲۱، السنن لابن ماجة باب ماجاء فی التوقیت علی المسح ج ۱ ص ۴۲)

نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَ الرَّقِيْقِ۔

''میں نے تم سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوۃ معاف کردی''

(احمد،ابو داود،ترمذی)

محمدوحید: کسی چیز کو حرام کردینے سے متعلق بھی احادیث ہیں؟

عبدالمصطفے: جی ہاں! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے زنا کے متعلق پوچھ انہوں نے کہا۔

حَرَام'' حَرَّمَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه'

''حرام ہے اسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کردیا۔''

(المسند لاحمد بن حنبل ج٦ ص٨،مجمع الزوائد للهيثمی ج٨ ص١٦٨،فتح الباری للعسقلانی ج٨ ص٤٩٤،الدر المنثور للسیوطی ج٢ ص١٥٩)۔

نیز حدیث کی مشہور کتاب حاکم میں ہے،حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّیْ اُحَرِّمُ عَلَيْكُمْ حَقَّ الضَّعِيْفَيْنِ الْيَتِيْمِ وَالْمَرْءَ ةِ ۔

''میں تم پر دو کمزوروں کی حق تلفی حرام کرتا ہوں،یتیم کی اور عورت کی۔''

(المستدرك للحاكم ج١ ص٦٣،کنزالعمال للمتقی ج١ ص١٩٨،سنن کبری للبیهقی)

نیز بخاری ومسلم میں ہے کہ! فتح مکہ کے سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ میں فرمایا۔

''بے شک اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شراب اور مردار اور سود اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام کردیا۔''

(الصحيح للبخاری باب بيع الميتة والاصنام ج١ ص٢٨٠،الصحيح المسلم باب تحريم الخمر والميتة ج٢ ص٢٣،المسند لاحمد بن حنبل ج٣ ص٣٢٤،السنن الكبرى للبيهقى ج٦ ص١٢)

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لاتَشْرَبُ مُسْكِرًا فَاِنِّی حَرَّمْتُ كُلَّ مُسْكِرٍ۔

''نشہ آور چیز نہ پیو، اس لئے کہ میں نے ہر نشہ آور چیز حرام کردی ہے۔''

(السنن للنسائی باب تفسیر البتع والمزر ج ۲ ص ۲۷۷، کنز العمال للمتقی ج ۵ ص ۴۳۴۳)۔

بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہاں تک فرمادیا۔

اِنَّ ماحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِثْلُ مَاحرَّمَ اللّٰهُ۔

''بے شک جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا وہ اس کی مثل ہے جو اللہ نے حرام کیا۔'' (الجامع للترمذی باب ماجاء فیمن روی حدثنا ج ۲ ص ۹۱، السنن لابی داود باب فی لزوم السنۃ ج ۲ ص ۶۳۲، السنن لابن ماجۃ باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳)

اب آپ غور کریں! کیا ان آیات واحادیث میں حلال وحرام کرنے کی صریح نسبت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہیں ہے؟ یقیناً ہے تو معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مالک احکام شریعت ہیں۔

محمد وحید: کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی اختیار تھا کہ کسی شخص پر کوئی خاص چیز معاف کردیں؟

عبدالمصطفے: یقیناً تھا! اس طرح کی بہت سے احادیث ہیں جن میں سے میں چند خلاصتہً سنا دیتا ہوں۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ ''حضرت ابو بردہ بن نیار نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی صحابہ نے بتایا! یہ تو نہیں ہوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

''تو چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربانی کردے تیری طرف سے وہ بھی کافی ہوگا۔''

(الصحیح للبخاری باب ذبح قبل الصلوۃ اعادہ ج ۲ ص ۸۳۴، الصحیح للمسلم کتاب الاضاحی ج ۲ ص ۱۵۴)

یونہی بخاری ومسلم میں ہے کہ

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کوششماہے بکری کے بچے کی قربانی کی اجازت دے دی گئی حالانکہ قربانی کے بکرے کے لئے ایک سال کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔''

(الصحیح للبخاری باب قسمة الاضاحی بین الناس ج ۲ ص ۸۳۲، الصحیح للمسلم باب من الاضحیة ج ۲ ص ۱۵۵، السنن الکبری للبیھقی ج ۹ ص ۴۵۲)۔

یونہی میت پر چیخنا، چلانا اور واویلہ کرنا حرام ہے مگر مسلم شریف میں ہے کہ!

''حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے لئے ان کے سوال پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے نوحہ کرنا جائز کر دیا۔ نیز شوہر کی وفات کے بعد عورت چار مہینے دس دن سوگ مناتی ہے کہ یہ واجب ہے۔ لہذا وہ تیل ،خوشبو، مہندی وغیرہ کے ساتھ بناؤ سنگھار نہیں کرسکتی۔ مگر حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیس کو شوہر کی وفات کے تین دن بعد ہی سنگھار کی اجازت دے دی۔

(الصحیح للمسلم باب نھی النساء عن النیاحة ج ۱ ص ۳۰۷، الجامع للترمذی تفسیر سورة الممتحنة ج ۲ ص ۱۶۷)

اس طرح ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے کہ!

''حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر کر دیا۔''

(السنن لابی داؤد باب اذاعلم الحاکم صدق شھادة الواحد ج ۲ ص ۵۰۸، السنن للنسائی باب التسھیل فی تر الاشھادعلی البیع ج ۲ ص ۱۹۹، المصنف لابن ابی شیبة ج ۴ ص ۵۳۸)۔

اس کے علاوہ بخاری و مسلم بلکہ صحاح ستہ میں ہے۔
''ایک آدمی نے روزہ توڑلیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔اس نے کہامیں خود مسکین ہوں۔فرمایا! جا پھر اپنے بیوی بچوں کو کھلا دے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔
(الصحیح للبخاری باب اذاجامع فی رمضان ولم یکن لہ شئی ج ۱ ص ۲۵۹،الصحیح للمسلم باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان ج ۱ ص ۳۵۴،الجامع للترمذی باب ماجاء فی کفارۃ الفطرفی رمضان،السنن لابی دائودباب کفارۃ من الفطریوما ج ۱ ص ۱۲۰،المعجم الاوسط للطبرانی ج ۲ ص ۳۶۶،السنن الکبری للبیھقی ج ۴ ص ۲۲۱)
نیز''ایک جوان آدمی کو ایک عورت کا دودھ پینے کی اجازت عطا فرمائی تا کہ اس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے۔حالانکہ اڑھائی سال کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔''حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنابت کی حالت میں مسجد میں آنے کی اجازت ،ایک صحابی کو سونے کی انگوٹھی اور دوسرے کو سونے کے کنگن پہننے کی اجازت کا ذکر بھی احادیث میں ہے۔حالانکہ اوروں کیلئے یہ حرام ہے الغرض بہت سی حدیثیں ہیں۔
محمد وحید: آپ نے تو حدیثوں کا ڈھیر لگا دیا اتنی حدیثوں کے ہوتے ہوئے سیدھی راہ سے بھٹکنا ناممکن ہے۔
عبدالمصطفےٰ: عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے بھٹکنا واقعی بہت مشکل ہے۔ایک اور بڑی پیاری حدیث ذہن میں آئی۔اگر اجازت ہو تو سنا دوں۔
محمد وحید: اجازت کی کیا بات ہے؟ آپ ضرور سنائیں بڑی خوشی ہوگی۔
عبدالمصطفےٰ: بخاری شریف میں ہے۔
اِعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔

ترجمہ: ''جان لو زمین کا مالک اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔''

(الجامع الصحیح للبخاری باب اخراج الیھود من جزیرۃ العرب ج ۱ ص ۴۴۹، المسند لاحمد بن حنبل ج ۲ ص ۴۵۱، فتح الباری للعسقلانی ج ۱۲ ص ۳۱۷)۔

محمد وحید: سُبحانَ اللّٰہِ ! کتنی جانفزا حدیث ہے کہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہی کوئی کمی نہ چھوڑی ایک آدھ اور بھی حدیث سنادیں تو مہربانی ہوگی۔

عبدالمصطفیٰ: احمد اور ترمذی شریف میں ہے۔

رُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِیمَاشَاءَ تْ نَفْسُہٗ مِنْ مَّالِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لَیْسَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَلَّاالنَّارُ۔

ترجمہ: ''بہت سے لوگ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مال سے اپنے نفس کی خواہش میں ڈوبنے والے ہیں جن کے لیے قیامت کے دن نہیں ہے مگر آگ۔''

(الجامع للترمذی۔الزھد ج ۲، ص ۴۰ المسند لاحمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۷۸)۔

محمد وحید: اللہ عزوجل آپ کے علم وفضل میں برکت دے کتنی پیاری حدیث سنائی کہ لوگوں کے پاس جو مال ہے وہ اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ مجھے آپ کی باتیں بہت پسند آئیں۔

عبدالمصطفیٰ: اور مجھے آپ کا ان باتوں کو توجہ سے سننا۔

محمد وحید: اچھا پھر ملاقات ہوگی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ !

عبدالمصطفیٰ: ان شاءاللہ عزوجل۔ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ!

اللہ عزوجل آپ کے علم وعمل اور عمر وعافیت میں برکت پیدا فرمائے۔

قدتمت بالخیر

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّابَعْدُفَاعُوْذُبِاللّٰہ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور وارثان انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حدیث مبارک العلماء ورثۃالانبیاء ''علماء انبیاء کے وارث ہیں'' (السنن لأبی داؤد) اس حدیث میں شریعت وطریقت دونوں کے علماء داخل ہیں اور جو شخص شریعت وطریقت دونوں کا جامع ہے وہ وراثت کے سبب سے عظیم وباعظمت رتبے اور سب سے کامل درجے پر فائز ہے جبکہ عمرو کا بیان ہے

(1) شریعت صرف چند فرائض وواجبات اور سنتوں اور مستحبات کا نیز حلال وحرام کے چند مسائل کا نام ہے جیسے وضو اور نماز کی صورت۔

(2) اور طریقت نام ہے اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے کا۔

(3) اس میں نماز وغیرہ کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

(4) طریقت ایک موجیں مارتا ہوا دریا اور ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں اور شریعت اس دریا کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے۔

(5) انبیاء کی وراثت کا مقصد یہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنا ہے اور شان نبوت ورسالت کا یہی تقاضا ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی بطور خاص اسی مقصد کے لئے بھیجے گئے۔

(6) بھائیو! علماء ظاہر کسی طرح اس وراثت کی قابلیت نہیں رکھتے۔

(7) نہ یہ علماء علماء ربانی وغیرہ کہے جاسکتے ہیں۔

(8) ان علماء کے مکر وفریب کے جال سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے یہ لوگ معاذ اللہ شیطان ہیں۔

(9) یہ علماء طریقت کے راستے میں رکاوٹ اور دیوار ہیں حالانکہ طریقت ہی اصل منزل ہے۔

(10) یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ بہت سے علماء واولیاء نے اپنی تصانیف میں ان باتوں کی تصریح کی ہے۔عمرو نے ایسی ہی مزید باتیں کہی ہیں۔

درخواست یہ ہے کہ زید وعمرو میں سے کس کا قول صحیح ہے اور اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے۔؟ اگر عمرو غلطی پر ہے۔تو اس پر کوئی شرعی گرفت بھی ہے یا نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ میری غلطی تب ثابت ہوگی جب میرے اقوال کا غلط ہونا اولیاء کے اقوال سے ثابت کیا جائے جن سے ہدایت ملتی ہے ان کے اقوال کے علاوہ میرے اقوال غلط ثابت نہیں ہو سکتے۔

(مکمل تفصیل سے جواب دیں آپ کو قیامت کے دن اجر ملے گا)

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے شریعت نازل فرمائی اور اسی کو اپنی بارگاہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا پس جو شریعت کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کرے وہ خسارے میں اور خواہش نفس کا پیروکار ہوگا اور گمراہ وسرکش ہوگا اور افضل درود اور سب سے مکمل سلام ہو ان پر جو تمام رسولوں میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستوں کی طرف بلانے والوں میں سب سے افضل ہیں۔

پس شریعت کے ذریعے ہی سب سے بڑے اور بلند رتبے (یعنی اللہ کی بارگاہ) تک پہنچنا نصیب ہوتا ہے۔اور جس نے شریعت کی مخالفت کی تو وہ بھی پہنچ گیا لیکن کہاں؟ جہنم میں اور درود وسلام ہو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور اصحاب پر اور آپ علیہ

السلام کے گروہ پر جو علم کے وارث اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آداب سیکھنے والے ہیں۔ آمین یارب العلمین۔

اے اللہ ترے لئے حمد ہے اے میرے رب تیری پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ شیاطین میرے پاس آئیں۔

زید کا قول حق اور صحیح ہے جبکہ عمرو کا گمان باطل، گھناؤنا اور کھلی بے دینی ہے اس کے شیطانیت سے بھرپور کلام میں دس فقرے ہیں ہم ان سب کے متعلق تھوڑی ایسی گفتگو کریں گے کہ ان شاء اللہ الکریم مسلمانوں کے لئے فائدہ منداور نفع بخش ہو اور شیطانوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینے والی ہو۔

(1) عمرو کا یہ قول کہ شریعت صرف فرض وواجب اور حلال وحرام کے چند مسائل کا نام ہے محض اندھا پن ہے۔ شریعت جسم وجان اور روح وقلب اور تمام علوم الہیہ اور لامتناہی معارف سب کی جامع ہے ان مذکورہ تمام چیزوں میں سے طریقت ومعرفت محض ایک ٹکڑے کا نام ہیں اور اسی وجہ سے تمام اولیاء کرام کے قطعی اجماع سے فرض ہے کہ تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر پیش کیا جائے اگر وہ حقائق، شریعت کے مطابق ہوں تو حق اور قابل قبول ہیں ورنہ مردود ورسوا ہیں یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے اور شریعت ہی سب کا دارومدار ہے۔ شریعت ہی کسوٹی اور معیار ہے شریعت کا معنی ہے راستہ اور شریعت محمدیہ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ تو یہ معنی اپنے عموم واطلاق کے اعتبار سے تمام ظاہر وباطن کو شامل ہے صرف چند جسمانی احکام کے ساتھ خاص نہیں۔ یہی وہ راستہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثابت قدمی کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب یعنی سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور اس میں اهدنا الصراط المستقيم بھی ہے جس میں یہ دعا ہے کہ ہم کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر چلا ان کی

شریعت پر ثابت قدم رکھ حضرت عبداللہ بن عباس اور امام ابوالعالیہ اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں صراط مستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ (الدالمنثور ص ۴۰ مطبوعہ بیروت)

یہی شریعت وہ راہ ہے جس پر خدا ملتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

ترجمہ: بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔ (ہود۔56)

اور شریعت ہی وہ راہ ہے جس کی مخالفت کرنے والا بددین گمراہ ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

ترجمہ: ''اے محبوب تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔'' (الانعام 152/8)

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنا نصیب ہوتا ہے اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور جا پڑے گا۔

(2) عمرو کا دوسرا قول کہ طریقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا نام ہے محض پاگل پن اور جہالت ہے معمولی سا پڑھا لکھا آدمی بھی جانتا ہے کہ طریق، طریقہ، طریقت ان تینوں لفظوں کا معنی ہے راستہ، نہ کہ پہنچ جانا تو یقیناً طریقت بھی راستے ہی کا نام ہے۔ اب اگر وہ راستہ شریعت سے جدا ہو تو قرآن عظیم کی گواہی کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچائے گا بلکہ شیطان تک پہنچائے گا اور وہ راستہ جنت میں نہیں بلکہ جہنم میں لے جائے گا کیونکہ شریعت کے سوا تمام راہوں کو قرآن عظیم نے باطل و مردود قرار دیا تو لازمی طور پر ثابت ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے اور اسی روشن راہ کا ایک ٹکڑا ہے اور طریقت کا شریعت سے جدا ہونا

ناممکن ہے جو اسے شریعت سے جدا مانتا ہے وہ طریقت کو خدا کا راستہ نہیں بلکہ ابلیس کا راستہ مانتا ہے۔ مگر صحیح و سچی طریقت ہرگز شیطان کا راستہ نہیں بلکہ وہ قطعی طور پر خدا عزوجل کا راستہ ہے جب طریقت خدا کا راستہ ہے تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا حصہ ہے۔

(3) طریقت میں جو حقائق وغیرہ آدمی پر کھلتے ہیں وہ شریعت کی پیروی ہی کا صدقہ ہے ورنہ شریعت کی پیروی کے بغیر بڑے بڑے کشف تو راہبوں اور ہندو جوگیوں سنیاسیوں کو بھی ہوتے ہیں ان کے کشف انہیں کہاں لے جاتے ہیں اسی بھڑکتی آگ اور دردناک عذاب کی طرف لے جاتے ہیں۔ لہذا شریعت کی پیروی کے بغیر کسی کشف کا کوئی فائدہ نہیں۔

(4) شریعت کو قطرہ اور طریقت کو دریا کہنا اس مجنون اور پکے پاگل کا کام ہے جس نے یہ سن رکھا ہے کہ دریا کا پاٹ بہت وسیع ہوتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس پاٹ کی وسعت کس وجہ سے ہے۔

شریعت منبع ہے یعنی پانی پھوٹنے کی جگہ اور طریقت اس منبع سے نکلا ہوا دریا بلکہ شریعت تو اس مثال سے بھی بلند و بالا ہے کہ اس مثال سے شریعت کی کماحقہ اہمیت واضح نہیں ہوتی کیونکہ پانی جس جگہ (منبع) سے نکلتا ہے زمینوں کو سیراب کرتے وقت اس نکلنے والی جگہ کا محتاج نہیں کہ وہاں سے تو یہ باہر آ ہی گیا یونہی دریا سے نفع اٹھانے والوں کو دریا کے نکلنے کی جگہ کی کچھ حاجت نہیں کہ جب انہیں پانی مل گیا تو انہیں پانی نکلنے کی جگہ سے کیا تعلق، وہ باقی رہے یا نہ رہے لیکن شریعت ایسا منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر وقت اپنے منبع کی حاجت ہے اس اصل یعنی شریعت سے تعلق ٹوٹتے ہی صرف یہ ہی نہیں ہوگا کہ آئندہ کے لئے مدد موقوف ہو جائے گی اور فی الحال جتنا پانی آ چکا اس سے فائدہ حاصل ہوتا رہے گا بلکہ جیسے ہی شریعت سے تعلق ٹوٹا فوراً طریقت کا دریا فنا ہو جائے گا

بوند تو بوند پانی کی نمی کا نام بھی نظر نہ آئے گا اور کاش کہ اس سے اتنا ہی نقصان ہوتا کہ شریعت کا دریا سوکھنے سے باغات سوکھ جائیں کھیت مرجھا جائیں اور آدمی پیاسے تڑپتے رہیں لیکن ہرگز صرف اتنا نقصان نہیں ہوگا بلکہ طریقت کے دریا کا تعلق جیسے ہی اپنے نکلنے کے مقام یعنی شریعت سے ٹوٹے گا وہ تمام دریا شعلے مارتی ہوئی بھڑکتی آگ میں تبدیل ہوجائے گا۔ اور پھر کاش کہ وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے دیکھے جاسکتے تاکہ جولوگ شریعت سے تعلق توڑ کر چلے اور خاک سیاہ ہوئے انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بچ جاتے اور ان کے برے انجام سے عبرت حاصل کرتے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ وہ آگ تو۔

''نَارُ اللّٰهِ الْمُوْ قَدَةُO الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِO''

ترجمہ کنزالایمان: اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے۔ (الھمزہ 7-6)

اندر سے دل جل جاتے ہیں ایمان برباد ہوجاتا ہے لیکن ظاہر میں وہی طریقت کا پانی نظر آتا ہے جو شیطان دھوکے سے انہیں دکھاتا ہے۔ دیکھنے میں دریا اور حقیقت میں آگ کا بھڑکتا ہوا الاؤ۔ افسوس کہ اس پردے نے لاکھوں کو ہلاک کردیا۔

شریعت وطریقت اور دریا منبع کی مثال کے درمیان ایک عظیم فرق اور بھی ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا کہ دریا سے نفع اٹھانے والوں کو نفع اٹھاتے ہوئے دریا کے نکلنے کی جگہ کی کوئی حاجت نہیں لیکن طریقت سے نفع اٹھانے والوں کو ہر وقت اور ہر لمحہ شریعت کی محتاجی رہتی ہے کیونکہ طریقت کا یہ پاکیزہ میٹھا دریا جو شریعت کے برکت والے سرچشمہ سے نکل کر فیضیاب کررہا ہے اس کے ساتھ ساتھ ایک سخت کھاری ناپاک دریا بھی بہتا ہے۔

هٰذا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ

ترجمہ: ''یہ میٹھا ہے خوب میٹھا پانی خوش گوار اور یہ کھاری ہے تلخ'' (فاطر-12)

یہاں ذہن میں سوال آئے گا وہ دوسرا کھاری دریا کیا ہے تو سنئے وہ شیطان ملعون کے وسوسے اور دھوکے ہیں تو طریقت کے شیریں دریا سے نفع لینے والوں کو ہر لمحہ اس بات

کی ضرورت ہے کہ ہرنئی لہر پراس لہر کے رنگ،مزہ، بُو کو اصل منبع یعنی شریعت کے رنگ مزہ بُو سے ملاتے رہیں تا کہ پتہ چل جائے کہ یہ لہر شریعت کے منبع سے آئی ہے یا شیطانی پیشاب کی بدبودار کھاری دھار دھوکہ دے رہی ہے لیکن یہاں ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جب دونوں دریاؤں میں رنگ بو مزے میں اتنا واضح فرق ہے تو جیسے ہی کوئی شیطانی چکر ہوگا آدمی کو فوراً پتہ چل جائے گا کہ یہ طریقت کا صاف شیریں دریا نہیں بلکہ شیطان کی طرف سے دھوکہ ہے۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اصل کٹھن مرحلہ یہاں پر یہ ہے کہ طریقت کا پاک مبارک منبع اس قدر لطیف اور نفیس ہے کہ کمال لطافت کی وجہ سے اس کا مزہ بہت جلد زبان سے اتر جاتا ہے۔رنگ،مزہ، بو کچھ یاد نہیں رہتی اور اس کے ساتھ ہی چکھنے،سونگھنے اور دیکھنے کے معنوی احساسات بھی فاسد ہو جاتے ہیں اور پھر آدمی کو گلاب اور پیشاب میں تمیز نہیں رہتی وہ ابلیس کا کھاری، بدبودار، بدرنگ پیشاب غٹا غٹ چڑھا جاتا ہے اور گمان یہ کرتا ہے کہ طریقت کے دریا کا میٹھا، خوشبودار اور خوش رنگ پانی پی رہا ہوں۔اس ساری گفتگو سے معلوم ہوا کہ شریعت منبع اور دریا کی مثال سے بہت بلند ہے۔وَلِلّٰہِ الْمِثْلُ الْاَعْلٰی۔ اور اللہ ہی کے لئے بلند صفت ہے۔

شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی جہاں میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں اور اس کی کوئی حد نہیں یہ زیادہ سے زیادہ ہوسکتی ہے اس نور میں زیادتی اور اضافہ پانے کے طریقے کا نام طریقت ہے۔یہی روشنی بڑھ کر صبح اور پھر سورج اور اس کے بعد سورج سے بھی زیادہ غیر متناہی درجوں تک ترقی کرتی ہے اس سے اشیاء کی حقیقتیں کھلتی ہیں اور نور حقیقی تجلی فرماتا ہے۔اسی روشنی کو علم کے مرتبہ میں معرفت اور مرتبہ تحقیق میں حقیقت کہتے ہیں۔یعنی اصل وہی شریعت ہے مختلف مرتبوں کے اعتبار سے اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔جب شریعت کا نور بڑھ کر صبح کی طرح ہو جاتا ہے تو ابلیس لعین خیر

خواہ بن کر آتا ہے اور اسے کہتا ہے چراغ بجھا دو کہ اب تو صبح خوب روشن ہوگئی ہے۔ اگر آدمی شیطان کے دھوکے میں نہ آئے تو شریعت کا یہ نور بڑھ کر دن ہو جاتا ہے اس پر شیطان کہتا ہے کیا اب بھی چراغ نہ بجھائے گا اب تو سورج روشن ہے اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے روز روشن میں شمع جلانا تو بیوقوف کا کام ہے۔ یہاں پر اگر ہدایت الٰہی آدمی کی مدد فرمائے تو بندہ لاحول پڑھ کر شیطان کو بھگا دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اے اللہ کے دشمن یہ جسے تو دن یا سورج کہہ رہا ہے یہ آخر کیا ہے؟ اسی فانوسِ شریعت ہی کا نور ہے اگر اسے بجھا دیا تو نور کہاں سے آئے گا۔ یہ کہنے پر شیطان ناکام و نامراد ہو جاتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے نور حقیقی تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اگر بندہ شیطان کے فریب میں آ گیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہو گیا اب مجھے چراغ کی کیا حاجت رہی اور یہ سمجھ کر اس نے شریعت کا چراغ بجھا دیا تو جیسے ہی یہ چراغ بجھائے گا۔ ہر طرف گھپ اندھیرا ہو جائے گا کہ جیسے ہی اسے بجھایا ہر طرف ایسا سخت اندھیرا ہو گیا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا جیسا کہ قرآن عظیم نے فرمایا۔

ترجمہ: ''ایک پر ایک اندھیریاں ہیں۔ اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سوجھے اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں۔'' (نور 40)

تو یہ ہیں وہ لوگ جو طریقت بلکہ اس سے بلند مرتبہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو شریعت سے بے پرواہ سمجھے اور شیطان کے دھوکے میں آ کر اس فانوسِ الٰہی کو بجھا دیا اور تباہ و برباد ہو گئے اور یہاں پر بھی وہی پہلے والا معاملہ ہے کہ کاش یہی ہوتا کہ اس نور کے بجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا چھایا وہ انہیں اپنی آنکھوں سے نظر آ جاتا کہ شاید وہ نادم ہو کر توبہ کرتے اور چونکہ فانوسِ شریعت کا مالک یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما کر انہیں پھر وہی روشنی عطا فرما

دیتا مگر یہاں یہ معاملہ ہے کہ شیطان جہاں دھوکے سے آدمی کے ہاتھ سے فانوسِ شریعت بجھادیتا ہے اس کے ساتھ ہی اپنی طرف سے ایک سازشی بتی جلاکران کے ہاتھ میں تھمادیتا ہے۔اور یہ لوگ اسی کو نور سمجھتے رہتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ نور نہیں بلکہ نار یعنی آگ ہے اور یہ بے وقوف وجاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے ایک چراغ ہے جبکہ ہمارے پاس تو ایسا نور ہے جو اپنی نورانیت سے سورج کو شرمندہ کررہا ہے۔شریعت ایک قطرہ اور ہماری طریقت ایک دریا ہے لیکن ایسا سمجھنے والے جانتے ہیں کہ شریعت ہی حقیقتاً نور ہے اور شریعت سے کٹی ہوئی طریقت محض دھوکہ وفریب ہے اور عنقریب قیامت میں حال کھل جائے گا کہ زندگی بھر بندۂ خدا بن کر رہا یا بندۂ شیطان بن کر۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو تو یہ حاجت اور زیادہ ہے کہ راستہ جس قدر باریک وکٹھن ہوتا ہے رہنما کی حاجت بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور رہنما یہاں پر شریعت ہے اسی وجہ سے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں''۔(حلیۃ الاولیاء)

امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی یعنی وہ ایسی مصیبتیں ہیں جن کا کوئی علاج نہیں جاہل عابد اور وہ عالم کہ اعلانیہ بے باکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔

اے عزیز! شریعت ایک عمارت ہے اس کی بنیاد عقائد اور چنائی عمل ہے پھر ظاہر اعمال وہ دیواریں ہیں جو اس بنیاد پر تعمیر کی گئی اور جب وہ تعمیر اوپر چڑھ کر آسمانوں تک بلند

ہو جاتی ہے تو طریقت کہلاتی ہے۔ دیوار جتنی اونچی ہوگی اسی قدر زیادہ اسے بنیاد کی حاجت ہوگی بلکہ عمارت میں ہر اوپر والے حصے کو نیچے والے حصے کی حاجت ہوتی ہے اگر نیچے سے دیوار نکال دی جائے تو اوپر والا حصہ بھی گر جائے گا تو وہ شخص احمق ہے جسے شیطان نے نظر بندی کر کے اس کے اعمال کی بلندی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں یہ بات ڈالی کہ تم تو زمین کے دائرے سے اوپر گزر گئے ہو تمہیں ان نیچے والے حصوں کی کیا حاجت اور پھر اس احمق نے شیطان کے دھوکے میں آکر بنیادوں سے تعلق توڑ لیا تو نتیجہ وہ نکلا جو قرآن مجید نے فرمایا۔

ترجمہ ''اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں گر پڑی۔'' (توبہ 109)

اللہ کی پناہ ہے ان باتوں سے اسی لئے اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔

''جاہل صوفی شیطان کا مسخرہ ہے۔''

اس لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔'' (ترمذی)

بغیر علم کے عبادت میں مجاہدہ کرنے والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے۔ ان کے منہ سے لگام اور ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچتا پھرتا ہے اور طریقت سے جاہل سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کر رہے ہیں۔

(5) عمرو کا شریعت کو طریقت سے جدا سمجھ کر یہ کہنا کہ انبیاء علیہم السلام صرف طریقت کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں صراحۃً کفر وارتداد (۱) و بے دینی وزندیق پن اور لعنت کا سبب ہے کیونکہ یہ واضح طور پر شریعت مطہرہ کو معطل (۲) ومہمل (۳) اور فضول وباطل ٹھہرانا ہے اور یہ کفر وارتداد ہے ہاں اگر عمرو یہ کہتا کہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے تو حق وصحیح تھا۔ مگر افسوس ہے اس پر جو اپنی شدید جہالت کی وجہ سے نہ جانے، یا جانے، مگر شریعت سے دشمنی کے سبب یہ بات نہ مانے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ

کا راستہ یہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہے اور کوئی نہیں ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ شریعت کے سوا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہیں اور اگر کوئی طریقت کو شریعت سے جدا راستہ سمجھتا ہے تو ہرگز ایسی طریقت کا راستہ اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچائے گا بلکہ وہ راستہ بند ہے اور اس پر چلنے والا مردود (۴) ہے اور انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اس کا یہ کہنا کہ وہ ایسی طریقت کے لئے بھیجے گئے سراسر جھوٹ، تہمت اور لعنتی و مردود فعل ہے۔ کیا کوئی شخص اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی شریعت کے خلاف کسی دوسرے راستے کی طرف بلایا ہو ہرگز نہیں۔

(۶) جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بھر شریعت کی طرف بلایا اور یہی راستہ ہمارے لئے چھوڑا تو شریعت کا خادم، اس کا حامی، اس کا عالم کیوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خادم نہ ہوگا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر بالفرض شریعت صرف فرض، واجب، سنت، مستحب، حلال، حرام ہی کے علم کا نام ہے تو یہ علم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے یا ان کے غیر سے اگر اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے تو ضرور کہے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہی ہے جب یہ تسلیم ہے تو اس کا عالم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وارث نہ ہوگا تو کس کا ہوگا۔ علم بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا، ترکہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پھر اس شریعت کا پانے والا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وارث نہ ہو اس کا کیا مطلب ہے؟ اور اگر اس کے جواب میں کوئی یہ کہے کہ یہ علم تو ضرور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے مگر اس نے دوسرا حصہ یعنی علم باطن حاصل نہ کیا لہٰذا یہ وارث نہیں تو ایسے آدمی سے کہا جائے گا کہ اے جاہل! کیا وارث کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مورث (وارثت چھوڑنے والے) کا کل مال پائے؟ اگر ایسا ہو تو جہاں میں کوئی عالم، کوئی ولی، کوئی صدیق

انبیاء علیہم السلام کا وارث نہ بن سکے گا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا کل علم تو غیر انبیاء کو مل ہی نہیں سکتا۔ اس صورت میں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان علماء انبیاء کے وارث ہیں معاذ اللہ غلط ہو کر محال ہو جائے گا۔

اور بالفرض شریعت وطریقت دو جدا راہیں مانیں اور دونوں میں قطرہ دریا کی نسبت مانیں یعنی شریعت کو قطرہ اور طریقت کو دریا مانیں جس طرح یہ جاہل عمرو بکتا ہے جب بھی یہ کہنا کہ علمائے شریعت انبیاء علیہم السلام کے بالکل وارث نہیں محض پاگل ہے کیونکہ وراثت چھوڑنے والے کے ترکہ سے جس کو بالکل تھوڑا سا حصہ ملا وہ بھی وارث ہوتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے علم میں تو جس کو ملا تھوڑا ہی ملا۔

بلکہ اگر شریعت وطریقت کی جدائی فرض کر لیں تو بھی بطورِ انصاف حدیث ان طریقت سے جاہل شیطان کے مسخروں پر الٹی پڑے گی۔ یعنی علمائے ظاہر ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ٹھہریں گے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام نبی بھی ہوتے ہیں اور ولی بھی اور علوم نبوت وہ ہوتے ہیں جنھیں شریعت کہتے ہیں جس کی طرف وہ عام امت کو دعوت دیتے ہیں اور علوم ولایت وہ ہوتے ہیں جن کو یہ جاہل طریقت کہتے ہیں اور وہ خاص خاص لوگوں کو خفیہ علوم دیئے جاتے ہیں تو علماء باطن جو علومِ ولایت کے وارث ہوئے وہ اولیاء کے وارث ٹھہرے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ان کے وارث تو یہ علمائے ظاہر ہی ٹھہرے جنھوں نے علوم نبوت پائے مگر یہ اس جاہل کی شدید جہالت ہے کہ شریعت وطریقت کو جدا راہیں سمجھا ہرگز یہ دونوں جدا راہیں نہیں اور نہ ہی اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کبھی غیر علماء ہوتے ہیں علامہ مناوی شرح جامع صغیر پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''علم باطن وہی جانتا ہے جو علم ظاہر

کا نتیجہ ہوتا ہے تو جو علم ظاہر نہیں رکھتا وہ علم باطن کیسے پا سکتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے متعلق بندوں کے لئے پانچ علم ہیں۔(۱)علم ذات(۲)علم صفات(۳)علم اسماء (۴)علم افعال(۵)علم احکام۔ان علوم میں ہر پہلا علم دوسرے کی بنسبت زیادہ مشکل ہے یعنی پہلا علم سب سے مشکل اور آخری علم سب سے آسان ہے تو جو سب سے آسان علم یعنی علمِ احکام حاصل کرنے سے عاجز ہوگا۔وہ سب سے مشکل علم ذات کس طرح حاصل کرے گا۔

عمرو جاہل نے علمائے ظاہر کو مطلقاً وراثت انبیاء علیہم السلام سے محروم کہا حالانکہ قرآن عظیم نے ان سب کو انبیاء علیہم السلام کا وارث قرار دیا حتی کہ بے عمل یعنی فرائض و واجبات کی پابندی کریں مگر دیگر نیک کاموں مثلاً مستحبات ونوافل میں سستی کریں ایسے علماء کو بھی وارث قرار دیا جبکہ وہ صحیح عقائد رکھتے ہوں اور سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہوں یہ قید اس لئے ہے کہ جو عقائد میں صحیح نہیں اور دوسروں کو غلط عقائد کی طرف بلانے والا ہے۔ وہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے ایسا آدمی نبی علیہ السلام کا وارث نہیں شیطان کا نائب ہوتا ہے لہٰذا صرف صحیح عقائد والا اور اس کی طرف دوسروں کو بلانے والا انبیاء علیہم السلام کا وارث ہے اگر چہ بے عمل ہو۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرمایا،علماء شریعت کے وارث ہیں اگر چہ بے عمل ہوں تو ہم جواب دیتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

ترجمہ:''پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی متوسط حال کا اور کوئی بحکم خدا بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا یہی بڑا فضل ہے۔''(فاطر۔32)

اس آیت میں غور کرو اور سمجھو کہ وہ بے عمل جو گناہوں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے کتاب کا وارث فرمایا اور اپنے چنے ہوئے بندے قرار دیا۔احادیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

''ہم میں جو سبقت لے جانے والا ہے وہ تو سبقت لے جانے والا ہی ہے اور جو متوسط حال کا ہو وہ بھی نجات والا ہے اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے۔''

(الدر المنثور ص ۲۵/۷ مطبوعہ بیروت)

شریعت کا عالم اگر باعمل بھی ہو تو چاند ہے کہ خود ٹھنڈا اور دوسروں کو روشنی دینے والا اور اگر باعمل نہ تو شمع کی طرح ہے کہ خود جلے مگر دوسروں کو روشنی دے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اس شخص کی مثال جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے اور خود کو بھلائے ہوئے ہے اس فتیلے (چراغ کی بتی) کی طرح ہے جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے۔'' (بزار، طبرانی)

نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جب کوئی شخص قرآن پڑھ لے اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں خوب یاد کر لے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نائبوں میں سے ایک ہے۔''

دیکھو یہاں وارث تو وارث، اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں کہ قرآن وحدیث جانے اور ان کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ ووارث میں فرق ظاہر ہے آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔

(7) جب اللہ تعالیٰ نے کتاب کے تمام وارثوں کو اپنے چُنے ہوئے بندے فرمایا تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''اللہ والے ہو جائے اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس دیتے ہو۔'' (آل عمران 79)

مزید فرمایا۔

ترجمہ: ''بے شک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اورنور ہے اس کے مطابق یہود کوحکم دیتے ہیں ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اورفقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔'' (سورۃ المائدہ 44)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ربانی ہونے کی وجہ اورربانیوں کی صفات اسی قدر بیان فرمائی کہ کتاب پڑھنا، پڑھانا اس کے احکام سے خبردار ہونا۔اس کی نگہداشت رکھنا اوراس کے ساتھ حکم کرنا۔اب اگران صفات کوبغور دیکھیں تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ صفات علمائے شریعت کے اندر پائی جاتی ہیں جب ان میں یہ صفات پائی جاتی ہیں تو وہ ضرور ربانی ہوئے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

''ربانی فقہاء مدرسین ہیں'' (الدرالمنثور ص، 4/250 مطبوعہ مصر)

نیز وہ اوران کے شاگرد حضرت امام مجاہد وامام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں۔''ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں۔'' (الدرالمنثور ص 2/251 مطبوعہ مصر)

(۸) منافق کی ایک خصلت:

جب اللہ عزوجل نے علمائے شریعت کواپنا چنا ہوا بندہ فرمایا اوررسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنا وارث، اپنا خلیفہ، اپنا جانشین فرماتے ہیں تو شیطان کہنا جیسا کہ عمرو نے کہا، شیطان ہی کا کام ہوسکتا ہے یا اس کی اولاد میں سے کسی منافق خبیث کا اورایسے لوگوں کومنافق میں نہیں کہتا بلکہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

''تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق اورمنافق بھی کونسا کھلا منافق (وہ تین اشخاص یہ ہیں) ایک بوڑھا مسلمان جسے اسلام ہی میں بڑھاپا آیا دوسرا عالم دین تیسرا بادشاہ مسلمان عادل'' (طبرانی)

نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ''لوگوں پر زیادتی نہ کرے گا مگر ولدالزنا یاوہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو۔'' (طبرانی فی الکبیر)

جب عام لوگوں پر زیادتی کا یہ حکم ہے تو علماء کی شان تو بہت بلندو بالا ہے ان پر زیادتی کرنے والے کے لئے تو حکم اور زیادہ سخت ہوگا۔ بلکہ حدیث میں لفظ ناس (انسان) ہے اور صحیح معنوں میں انسان علماء ہی ہیں۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید اور حدیث وفقہ ومعرفت وولایت میں متفقہ امام حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا ناس یعنی آدمی کون ہے فرمایا علماء۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جو عالم نہ ہوا امام ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے اسے آدمی ہی شمار نہ کیا کیونکہ انسان اور جانوروں میں علم ہی کا فرق ہے انسان اس سبب سے انسان ہے جس وجہ سے اسے شرف حاصل ہے اور یہ شرف و بزرگی کس وجہ سے ہے یہ جسمانی طاقت کی وجہ سے نہیں کہ اونٹ آدمی سے زیادہ طاقتور ہے اور نہ ہی انسان کی بزرگی اس کے بڑے جسم کی وجہ سے ہے کہ ہاتھی کا جسم اس سے بڑا ہے نہ بہادری کی وجہ سے کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے اور وہ زیادہ کھاتا ہے اور نہ ہی انسان کا شرف جماع کی وجہ سے ہے کہ چڑوٹا جو سب میں ذلیل چڑیا ہے انسان سے زیادہ اس فعل کی قوت رکھتا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لیے بنایا گیا ہے اور اس علم کی وجہ سے انسان کا شرف و بزرگی ہے۔

(۹) **علمائے شریعت نگہبان ہیں**: مذکورہ بیانات سے واضح ہوگیا کہ علمائے شریعت ہرگز طریقت کے راستے میں رکاوٹ نہیں بلکہ وہی اسکا دروازہ کھولنے والے ہیں اور وہی طریقت کے نگہبان ہیں البتہ وہ طریقت جسے شیطان کے بندے طریقت کہتے ہیں اور اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت سے جدا قرار دیتے

ہیں علماء شریعت ایسی طریقت کے لئے ضرور رکاوٹ ہیں۔اور علماء ہی کیا خود اللہ عزوجل نے اس راہ کو بند' مردود' باطل اور دھتکارا ہوا قرار دیا پہلے گزر چکا کہ علمائے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر وقت ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والے کو اور زیادہ ورنہ حدیث میں بغیر علم کے طریقت میں پڑنے والے کو گدھا فرمایا تو اگر علماء نے گدھا بننے سے روکا تو کیا گناہ کیا۔

(۱۰) عمرو نے علمائے شریعت اور شریعت کے خلاف جو اپنی شیطانی خرافات اور گالی گلوچ کیا ہے اسے حقانی علماء اور ربانی اولیاء کی طرف منسوب کیا ہے یہ ذلیل جھوٹ لعنتی تہمت ہے جو اس نے اولیاء پر باندھی اب ہم اس کی خواہش کے مطابق صرف اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مبارک ارشادات صرف نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں جن سے شریعت مطہرہ کی عظمت ظاہر ہو اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ طریقت شریعت سے جدا نہیں اور یہ بھی کہ طریقت شریعت کی محتاج ہے اور یہ بھی کہ شریعت اصل معیار اور دارومدار ہے الغرض جو کچھ ہم نے بیان کیا ان سب کا مکمل ثبوت اور عمرو کے دعووں اور خرافات کا کافی رد ہم اولیائے کرام کے اقوال سے پیش کریں گے۔اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

ساٹھ اقوال

پہلا قول : حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "اللہ کے سوا کسی طرف نگاہ نہ اُٹھانا جو کہ طریقت کا ایک بلند مرتبہ ہے ضروری ہے کہ یہ ان چیزوں کے ساتھ ہو کہ تو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کی پابندی کرے اور اس کے تمام احکام کی حفاظت کرے اگر تیری طرف سے شریعت کی حدود میں سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے اور بے شک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے لہذا تو فوراً شریعت کے حکم کی طرف لوٹ آ اور اس سے لپٹ جا اور اپنی نفسانی خواہش کو چھوڑ دے کیونکہ جس حقیقت کی تصدیق شریعت سے نہ ہو وہ حقیقت باطل ہے"

(طبقات الاولیاء از امام عبدالوہاب شعرانی جلد اص 131 مطبوعہ مصر)

سعادت مند کے لئے حضور پرنور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول ہی کافی ہے کہ اس میں سب کچھ جمع فرما دیا ہے۔

دوسرا قول: حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''جب تو اپنے دل میں کسی کی محبت یا دشمنی پائے تو اس کے کاموں کو قرآن وحدیث پر پیش کر اگر قرآن وحدیث کی رو سے پسندیدہ ہوں تو اس سے محبت کر اور اگر اس اعتبار سے ناپسندیدہ ہوں تو اسے ناپسند کرتا کہ اپنی خواہش سے نہ کسی کو دوست رکھے نہ دشمن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ** ''اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔'' (سورہ ص آیت نمبر ۲۶) (طباق کبریٰ ص 130)

تیسرا قول: حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''ولایت نبوت کا عکس ہے اور نبوت الوہیت کا عکس ہے اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے''۔

(بہجتہ الاسرار ص 39 مطبوعہ مصر)

چوتھا قول: حضور سیدنا محی الدین، محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''شریعت وہ حکم ہے جس کے قہر کی تلوار اپنے مخالف و مقابل کو مٹا دیتی ہے اور اسلام کی مضبوط رسیاں اس کی حمایت کی مضبوط ڈوری پکڑے ہوئے ہیں۔ دونوں جہاں کے کاموں کا دارومدار فقط شریعت پر ہے اور شریعت کی ڈوریوں سے ہی دونوں جہان کی منزلیں وابستہ ہیں''۔

(بہجتہ الاسرار ص 40 مطبوعہ مصر)

پانچواں قول: حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ''پاکیزہ شریعتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دینِ اسلام کا پھلدار درخت ہے شریعت سورج ہے جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں شریعت کی پیروی دونوں جہاں کی

سعادت بخشتی ہے۔ خبردار اس کے دائرے سے باہر نہ جانا خبردار اہل شریعت کی جماعت سے باہر نہ جانا"۔

(بہجتہ الاسرار ص50 مطبوعہ مصر)

ساتواں قول: حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "فقہ سیکھ اس کے بعد خلوت نشیں ہو، جو بغیر علم کے خدا کی عبادت کرتا ہے وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا۔ اپنے ساتھ شریعت کی شمع لے لو"۔ (بہجتہ الاسرار ص53 مطبوعہ مصر)

آٹھواں قول: حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "میرے پیر حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دعا دی اللہ تمہیں حدیث دان بنا کر پھر صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے"۔

(احیاء العلوم جلد 1 ص13)

نواں قول: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دعا کی شرح میں فرماتے ہیں "حضرت سری سقطی نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے حدیث وعلم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا والعیاذ باللہ تعالیٰ"۔ (احیاء العلوم ص13 ج1)

دسواں قول: حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کہ کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ شریعت کے احکام تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ تھا اور ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت؟ فرمایا وہ سچ کہتے ہیں وہ پہنچنے والے ضرور ہیں مگر کہاں تک؟ جہنم تک، ایسا عقیدہ رکھنے والوں سے تو چور اور زانی بہتر ہیں۔ میں اگر ہزار سال تک بھی زندہ رہوں تو فرائض وواجبات تو بڑی چیز ہیں میں نے جو نوافل ومستحبات

مقرر کر لئے ہیں ان میں سے بھی کچھ کم نہ کروں گا۔" (الیواقیت والجواہر للامام الشعرانی جلد 1 ص 139)

گیارہواں قول: حضرت امام قُشَیری رضی اللہ عنہ اپنی کتاب رسالہ قُشیریہ میں حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔ "جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں طریقت میں اس کی اقتداء نہ کریں اور اسے اپنا پیر نہ بنائیں کیونکہ ہمارا یہ علمِ طریقت بالکل کتاب وسنت کا پابند ہے۔

(رسالہ قشیریہ ص 24 مطبوعہ مصر)

نیز فرمایا۔

"خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے۔"

(رسالہ قشیریہ ص 24 مطبوعہ مصر)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے شعر کا ترجمہ ہے: "جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔"

بارہواں قول: حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دوسرے بزرگ سے فرمایا چلو اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو ولایت کے نام سے مشہور کیا ہے وہ شخص زہد وتقویٰ میں مشہور تھا اور لوگ بکثرت اس کے پاس آیا کرتے تھے جب حضرت بایزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لے گئے تو اتفاقاً اس شخص نے قبلہ کی طرف تھوکا حضرت بایزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً واپس پلٹ آئے اور اس شخص سے سلام بھی نہ کیا اور فرمایا۔ "نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں جس چیز کا (یعنی ولایت کا) دعویٰ کرتا ہے اس پر کیا امین ہوگا۔ (رسالہ قشیریہ ص 17)

اور دوسری روایت میں ہے فرمایا۔ ''یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں اسرار الٰہیہ پر کیسے امین ہوگا۔'' (رسالہ قشیریہ ص153 مطبوعہ مصر)

چودھواں قول: حضرت ابوسعید فراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت ذوالنون مصری وسری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھیوں اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ہم زمانہ بزرگوں میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ ''جس آدمی کا ظاہر حال اس کے باطن کے خلاف ہو وہ باطن نہیں بلکہ باطل ہے۔'' (رسالہ قشیریہ ص28 مطبوعہ مصر)

علامہ سید عبدالغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قول کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ''اس لئے کہ جب اس آدمی نے ظاہر کی مخالفت کی تو اس کا باطن محض شیطانی وسوسہ اور نفس کی بناوٹ ہے۔''

(حدیقہ ندیہ جلد 1 مطبوعہ مصر)

پندرھواں قول: حضرت حارث محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑے بڑے ائمہ واولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم زمانہ بزرگوں میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ ''جو شخص اپنے باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے صحیح کر لے گا اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور سنت کی پیروی سے آراستہ کر دے گا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ جس آدمی کا ظاہر شریعت کے زیور سے آراستہ نہیں وہ باطن میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص نہیں رکھتا۔

سولھواں قول: حضرت عثمان حیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کے وقت اپنے صاحبزادے ابوبکر علیہ الرحمۃ سے فرمایا۔ ''اے میرے بیٹے! ظاہر میں سنت کی خلاف ورزی اس بات کی علامت ہے کہ باطن میں ریاکاری ہے۔''

سترہواں قول: حضرت سعید بن اسماعیل حیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ ''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی باطنی صحبت کا طریقہ یہ ہے کہ سنت کی پیروی کرے اور علم

ظاہر کولازم پکڑلے۔'' (رسالہ قشیریہ ص 25 مطبوعہ مصر)

اٹھارواں قول: حضرت ابوالحسین احمد بن الحواری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ شام کا پھول کہتے تھے فرماتے ہیں۔ ''جو کسی قسم کا کوئی عمل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے بغیر کرے وہ باطل ہے۔''

(رسالہ قشیریہ ص 21 مطبوعہ مصر)

انیسواں قول: حضرت سیدی ابوحفص عمر حداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑے بڑے اماموں عارفین اور حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم زمانہ بزرگوں میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ ''جو ہر وقت اپنے تمام کاموں اور تمام باطنی احوال کو قرآن وحدیث کے ترازو میں نہ تولے اور اپنے دل پر وارد ہونے والی کیفیات پر اعتماد کرلے اسے مردانِ حق کے دفتر میں شمار نہ کر۔'' (رسالہ قشیریہ ص 21)

بیسواں قول: حضرت سیدی ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ہم زمانہ بزرگوں میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ ''تو جس شخص کو دیکھے کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ اپنے ایسے حال کا دعویٰ کرتا ہے جو اسے شریعت کی حد سے باہر کردے اس کے قریب بھی نہ جا۔''

(رسالہ قشیریہ ص 25 مطبوعہ مصر)

اکیسواں قول: حضرت سیدی ابوالعباس احمد بن محمد الآدمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''جو اپنے اوپر شریعت کے آداب لازم کرلے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو معرفت کے نور سے روشن کردے گا اور اس مقام سے بڑھ کر کوئی مقام معظم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکام، افعال، عادات سب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی جائے۔'' (رسالہ قشیریہ ص 30 مطبوعہ مصر)

بائیسواں قول: سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کے بہت بڑے بزرگ حضرت ممشاد دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''مرید کا ادب یہ ہے کہ شریعت کے آداب کی اپنے نفس پر حفاظت کرے یعنی پابندی کرے۔'' (رسالہ قشیریہ 32 مطبوعہ مصر)

تئیسواں قول: حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ''تصوف تین وصفوں کا نام ہے ایک یہ کہ آدمی کی معرفت کا نور اس کے ورع (اعلیٰ تقویٰ) کو بجھا نہ دے دوسرا یہ کہ اپنے دل میں کوئی ایسا خیال نہ لائے جو ظاہر قرآن یا ظاہر حدیث کے خلاف ہو تیسرا یہ کہ کرامتوں کی وجہ سے وہ پوشیدہ چیزوں کو نہ کھولے جن کا کھولنا اللہ عزوجل نے اس پر حرام کیا ہے۔'' (رسالہ قشیریہ 13 مطبوعہ مصر)

چوبیسواں قول: حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسلیمان دارانی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ ''بہت دفعہ تصوّف کا کوئی نکتہ میرے دل میں مُدّتوں آتا رہتا لیکن میں تب تک قبول نہ کرتا جب تک قرآن وحدیث دو عادل گواہ اس نکتے کی تصدیق نہ فرمادیتے۔'' (رسالہ قشیریہ 19 مطبوعہ مصر)

دوسری روایت میں فرمایا۔ ''بہت دفعہ حقیقت کا کوئی نکتہ چالیس دن تک میرے دل میں کھٹکتا رہتا میں تب تک اسے اپنے دل میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتا جب تک قرآن وسنت کے دو گواہ اس کے ساتھ نہ ہوں۔'' (نفحات الانس 27)

پچیسواں قول: امامِ طریقت حضرت ابوعلی رودباری جو حضرت جنید بغدادی کے جلیل القدر خلفاء رضی اللہ عنہ میں سے ہیں امام ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بزرگوں میں ان کے برابر طریقت کا علم کسی کو نہ تھا ان بزرگوں سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر (باجے) سنتا ہے اور کہتا ہے یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا

ہوں کہ احوال کے اختلاف کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا ہاں پہنچا تو ضرور ہے مگر جہنم تک" (رسالہ قشیریہ 33 مطبوعہ مصر)

چھبیسواں قول: حضرت سیدنا ابو عبداللہ محمد بن خفیف صبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہو۔" (طبقات کبریٰ از امام شعرانی 18)

ستائیسواں قول: امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری نے اپنی کتاب "اَلتَّعَرُّفُ لِمَذْهَبِ التَّصَوُّفِ" (اس کی شان میں اولیاء کرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو تصوف نہ پہچانا جاتا۔) اس کتاب میں حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے تصوف کی تعریف نقل فرمائی کہ تصوف ان ان اوصاف کا نام ہے۔ ان کو ختم اس پر فرمایا کہ شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنا۔ (تعرف باب اول)

اٹھائیسواں قول: حضرت ابو القاسم نصر آبادی رضی اللہ عنہ جو سیدنا ابوبکر شبلی اور سیدنا ابو علی روباری کے جلیل القدر اصحاب میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ "تصوف کی بنیاد یہ ہے کہ کتاب وسنت کو لازم پکڑے رہے۔" (طبقات کبریٰ 122)

انتیسواں قول: حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ حضرت جعفر بن محمد خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اسکے احکام کے علم سے بہتر میں کوئی چیز نہیں جانتا علم کے بغیر اعمال پاک نہیں ہوتے علم کے بغیر سب عمل برباد ہیں علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت واطاعت حاصل ہوتی ہے۔ علم کو وہی ناپسند کرے گا جو کم بخت ہے۔" (طبقات کبریٰ 118)

تیسواں قول: جلیل القدر عالم حضرت سیدی محمد وفی شاذلی کے پیرومرشد حضرت سیدی داؤد کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "علمائے ظاہر کے دل صفائی قلب کے جہان

اور گندگی کی دنیا کے درمیان واسطہ ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اولیاء وعوام کے درمیان واسطہ ہیں اور عام مخلوق پر رحمت ہیں کیونکہ غیب کی باتوں اور حقیقت کے علوم تک عوام کی رسائی نہیں اور یہ علماء وہ فیوض برکات عوام تک پہنچاتے ہیں۔'' (طبقات کبریٰ 189)

یہ قول صراحۃً اس بات کی دلیل ہے کہ علماء رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام اسی لئے بھیجے جاتے ہیں کہ خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہوں اس مخلوق کے لئے جو بارگاہِ غیب وحقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔

اکتیسواں قول: سلسلہ سہروردیہ کے پیشوا حضرت شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''فتنہ کے مارے ہوئے کچھ لوگوں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا ہے تاکہ صوفی کہلائیں حالانکہ ان کو صوفیوں سے کچھ تعلق نہیں بلکہ وہ دھوکے اور غلطی میں ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل خالص خدا کی طرف ہوگئے اور یہی مراد کو پہنچنا ہے اور شریعت کے طریقوں کی پابندی کرنا عوام کا کام ہے ان کا یہ قول خالص بے دینی اور زندیقی ہے اور اللہ کی بارگاہ سے دور کیا جانا ہے کیونکہ جس حقیقت کو شریعت رد کردے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے پھر انہوں نے حضرت جنید رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا کہ چوری اور زنا کرنے والے ایسے لوگوں سے بہتر ہیں۔'' (عوارف المعارف ص 42 ج 1 مطبوعہ مصر)

بتیسواں قول: حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب ''اعلام الہدیٰ وعقیدۃ ارباب التقی'' میں فرمایا۔ ''جس شخص کے لئے اور جس کے ہاتھ پر کرامات ظاہر ہوں وہ احکامِ شریعت کا پورا پابند نہ ہو تو ایسا شخص بے دین ہے اور جو خلاف عادت چیزیں اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں وہ کرامات نہیں بلکہ دھوکہ اور استدراج ہے۔'' (نفحات الانس از مولانا جامی علیہ الرحمۃ ص 19)

تنتیسواں قول: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ”ایک گروہ معرفت اور بارگاہِ الٰہی تک پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ وہ صرف معرفت کا نام ہی جانتے ہیں اور انکا گمان یہ ہے کہ ان کا فعل سب اگلے پچھلوں کے علم سے اعلیٰ ہے لہذا وہ سب فقیہوں، محدثوں، مُفسّروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تمام مسلمان اور علماء کو حقیر جانتے ہیں اور اپنے بارے میں اللہ تک پہنچنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ اللہ کے نزدیک فاسقوں اور منافقوں میں سے ہیں۔“ (احیاء العلوم 220ج3)

چونتیسواں قول: حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ”علم ظاہر میں جو شریعت کا ترازو ہے اسے ہاتھ سے نہ پھینکنا بلکہ جو شریعت کا حکم ہے فوراً اس پر عمل کر۔ اور اگر عام علماء کے خلاف تیری سمجھ میں ایسی بات آئے جو شریعت کے ظاہر حکم پر عمل کرنے سے تجھے روکے تو اس پر اعتماد نہ کر کیونکہ وہ معرفت نہیں بلکہ اس کی شکل میں ایک دھوکہ ہے جس کی تجھے خبر نہیں۔ (الیواقیت والجواہر ص22)

پینتیسواں قول: حضرت سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات میں فرماتے ہیں۔ ”جان لو کہ شریعت کا ترازو جو اللہ عزوجل نے زمین میں مقرر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو علمائے شریعت کے ہاتھ میں ہے۔ تو جب کوئی ولی شریعت کے اس پیمانے سے باہر نکلے حالانکہ اس کی عقل سلامت ہو تو ایسے شخص کا رد کرنا واجب ہے۔“

(الیواقیت والجواہر ص24)

چھتیسواں قول: نیز حضرت بحرالحقائق ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ”جان لو کہ اولیاء و پیر حضرات کے پیمانے کبھی شریعت سے خطا نہیں کرتے اور وہ شریعت کی مخالفت سے محفوظ ہیں۔“ (الیواقیت ص25)

سینتیسواں قول: نیز شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ”یقین جان کہ شریعت کا چشمہ ہی حقیقت کا چشمہ ہے کیونکہ شریعت کے دو دائرے ہیں۔ ایک اوپر ایک نیچے۔ اوپر کا دائرہ کشف والوں کے لئے ہے اور نیچے کا دائرہ فکر والوں کا ہے

اہل فکر جب اہل کشف کے اقوال تلاش کرتے ہیں اور انہیں اپنی فکر کے دائرے میں نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ قول شریعت سے باہر ہے۔ اس پر اہل فکر اہل کشف پر اعتراض کرتے ہیں مگر اہل کشف اہل فکر پر اعتراض نہیں کرتے اور جو کشف وفکر دونوں رکھتا ہے۔ وہ اپنے وقت کا حکیم ہے۔ لہذا جس طرح علوم فکر شریعت کا حصہ ہیں اسی طرح اہل کشف کے علوم بھی شریعت کا حصہ ہیں۔ تو دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اور آجکل کیونکہ دونوں پہلوؤں کا جامع شخص موجود نہیں لہذا محض ظاہر دیکھنے والوں نے شریعت وحقیقت کو جدا سمجھ رکھا ہے۔'' (الیواقیت والجواہر ص35)

سبحان اللہ! اس عبارت سے پتہ چلا کہ اہل ظاہر یعنی علماء اگر علومِ حقیقت کو نہ سمجھیں تو وہ معذور ہیں کہ وہ شریعت کے نیچے والے دائرے میں ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص ولایت کا دعویٰ کرے اور ظاہری علم کا انکار کرے وہ جھوٹا اور فریبی ہے کیونکہ اگر وہ حقیقتاً اوپر والے دائرے تک پہنچا ہوتا تو نیچے والے دائرے کا انکار نہ کرتا اور اس سے جاہل نہ ہوتا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ظاہر والے جڑیں اور باطنی علم والے شاخیں اگر شاخیں کاٹ دی جائیں تو اصل درخت باقی رہتا ہے۔ لیکن اگر کوئی بلند شاخ پر پہنچ کر جڑ کاٹ دے تو اس کی ہڈی پسلی کی خیر نہیں نیز اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اہل ظاہر اگر شریعت وحقیقت کو جدا سمجھیں تو ان کی غلطی ہے مگر اس وجہ سے وہ اپنے علم میں جھوٹے نہ ہوں گے۔ لیکن اگر تصوف کا دعویٰ کرنے والا علم ظاہر کا انکار کرے اور شریعت وطریقت کو جدا سمجھے تو وہ قطعاً جھوٹا اور مکار ہے۔

اڑتیسواں قول: حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ علوم الہیہ میں ولی کا کشف اس علم سے آگے نہیں ہوسکتا جو اس کے نبی کی کتاب اور وحی عطا فرما رہی

ہے۔اس مقام میں حضرت جنید نے فرمایا ہمارے یہ علم کتاب وسنت کی قید میں ہیں۔ایک اور عارف نے فرمایا جس کشف کی گواہی قرآن وحدیث نہ دیں وہ کچھ بھی نہیں تو ہرگز کسی ولی کے لئے قرآن مجید کے فہم کے بغیر کشف نہیں ہوسکتا۔اللہ عزوجل فرماتا ہے: ہم نے اس کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا اور موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں کے متعلق فرماتا ہے: ہم نے اسکے لئے تختیوں میں ہر چیز سے کچھ لکھ دیا۔تو سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ ولی کا علم کتاب سنت سے باہر نہ جائے گا۔اگر کچھ باہر ہو جائے تو وہ علم نہ ہوگا اور نہ ہی کشف ہوگا۔بلکہ اگر تم تحقیق کرو تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ جہالت تھی''

(فتوحات مکیہ جلد3)

انتالیسواں قول: حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔''اللہ تیری مدد کرے یقین جان، کرامت اللہ تعالیٰ کے نام مبارک (بَرٌّ) کے طفیل سے آتی ہے۔لہذا اسے صرف نیک لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔اور اس کی کرامت کی دو قسمیں ہیں۔(۱) حِسِّیّــہ یعنی حواس سے معلوم ہونے والی، (۲) معنویہ یعنی محض دل سے معلوم ہونے والی۔ان میں سے عوام صرف پہلی قسم کی کرامت کو جانتے ہیں کیونکہ وہ اسے اپنے حواس آنکھ کان وغیرہ سے جانتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کے دل کی بات بتا دینا، گزشتہ' موجودہ' آئندہ کی غیب کی باتیں بتا دینا' پانی پر چلنا' ہوا پر اڑنا' بہت لمبا فاصلہ چند قدم میں طے کرلینا ' آنکھوں سے چھپ جانا کہ آنکھوں کہ سامنے موجود ہوں مگر نظر نہ آئیں اور دوسری قسم کی وہ کرامت ہے جنہیں کرامات معنویہ کہتے ہیں اسے صرف خاص لوگ ہی پہچانتے ہیں عوام نہیں اور وہ یہ ہیں کہ اپنے نفس پر شریعت کے آداب کی پابندی لگائے رکھے عمدہ خصلتیں حاصل کرے اور اسے بری عادتوں سے بچنے کی توفیق دی جائے تمام واجبات کو ٹھیک وقت پر ادا کرنے کی پابندی کرتا رہے ان کرامتوں میں دھوکے اور فریب کا دخل نہیں ہوتا اور وہ

کرامتیں جن کو عوام پہچانتی ہیں ان میں دھوکہ اور فریب کا دخل ہوسکتا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظاہر کرامتیں جنہیں عوام دیکھتی ہیں جس آدمی سے ظاہر ہوں اسے شریعت پر استقامت کے نتیجے میں حاصل ہوں یا وہ کرامات خود استقامت پیدا کر دیں ورنہ وہ کرامت نہ ہوں گی اور کرامات معنویہ میں مکر و فریب کا دخل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ علم ان کے ساتھ ہے اور علم کی قوت اور اس کا شرف خود ہی تجھے بتائے گا کہ ان میں دھوکے کا دخل نہیں اس لئے کہ شریعت کی حدیں کسی کیلئے دھوکے کا پھندہ قائم نہیں کرتیں۔ انہیں وجوہات کی بنا پر شریعت سعادت حاصل کرنے کا صاف اور روشن راستہ ہے۔ علم ہی مقصود ہے اور اسی سے نفع پہنچتا ہے اگرچہ اس پر عمل نہ بھی ہو کیونکہ اللہ تعالی نے مطلقاً ارشاد فرمایا کہ ''عالم و بے علم برابر نہیں تو علماء ہی دھوکے اور فریب سے امان میں ہیں۔'' (فتوحات مکیہ ص 487ج2)

چالیسواں قول: تمام قطبوں میں جو سب سے اعلی اور ممتاز قطب ہیں وہ چار ہیں اول حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ دوسرے سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالی عنہ تیسرے سید کبیر بدوی رضی اللہ تعالی عنہ اور چوتھے سید حضرت ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالی عنہ یہ چوتھے جلیل القدر بزرگ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''شریعت درخت ہے اور حقیقت پھل ہے۔''

(طبقات کبری ص168)

درخت اور پھل کی نسبت بھی یہی بتا رہی ہے کہ درخت قائم ہے تو جڑ موجود ہے مگر جو جڑ ہی کاٹ بیٹھا وہ نرا محروم و مردود ہے پھر اس مثال کی بھی وہی حالت ہے جو ہم دریا و سرچشمہ کے بارے میں بیان کر آئے ہیں کہ درخت کٹ جائے تو آئندہ پھل کی امید نہ رہی مگر جو پھل آ چکے ہیں وہ باقی ہیں لیکن یہاں شریعت و طریقت میں جیسے ہی درخت کٹے گا آئے ہوئے پھل بھی فنا ہو جاتے ہیں اور فنا ہوتے ہی بس نہیں بلکہ انسان کا

دشمن ابلیس لعین غلیظ اور گوبر کے پھل جادو سے بنا کر اس کے منہ میں دیتا ہے اور یہ جہالت سے انہیں حقیقت کا پھل سمجھ کر خوشی خوشی نگلتا ہے جب آنکھ کھلے گی تو اس وقت پتہ چل جائے گا کہ منہ میں کیا بھرا تھا اس بات سے اللہ کی پناہ ہے۔

شریعت وطریقت کے لئے زیادہ موزوں مثال پان اور اسکی بیل ہے کہ پان خوشبو والا، اچھے رنگ والا، اچھے ذائقے والا، فرحت بخش، دل ودماغ کو تقویت دینے والا، خون صاف کرنے والا، منہ کی بو اچھی کرنے والا، چہرے پر سرخی لانے والا اور زینت کا باعث ہوتا ہے اور پھر اس کا عجیب خاصہ یہ ہے کہ جیسے ہی پان کی بیل سوکھے پان جہاں جہاں ہوں فوراً سوکھ جاتے ہیں اور شریعت بھی ایسے ہی ہے کہ اس کا پھل ''طریقت'' بہت فائدہ والا ہے مگر جیسے ہی اس کی اصل یعنی شریعت آدمی سے جدا ہو طریقت کے پھل بھی فوراً بے فائدہ ہو جاتے ہیں۔

اکتالیسواں قول: امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرومرشد حضرت علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''علم کشف یہ ہے کہ اشیاء جس طرح واقع اور حقیقت میں ہیں اسی طرح ان کے متعلق خبر دے اور جب تو اس کشف کی تحقیق کرے گا تو ہرگز اسے شریعت کے خلاف نہ پائے گا بلکہ وہ عین شریعت ہی ہے۔'' (میزان الشریعۃ الکبریٰ ص49)

بیالیسواں قول: نیز مذکورہ بزرگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''علمائے ظاہر ہوں یا علمائے باطن سب کے چراغ شریعت ہی کے نور سے روشن ہیں لہذا ائمہ مجتہدین اور ان کے مُقلِّدین کسی کا کوئی قول ایسا نہیں کہ حقیقت والوں کے اقوال ان کی تائید نہ کرتے ہوں ہمارے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں نیز انہوں نے فرمایا۔ ''تمام علمائے امت کے دلوں کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اقدس سے

مدد پہنچتی ہے تو ہر عالم کا چراغ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے نور باطن کے شمع دان سے روشن ہے۔" (میزان الشعریعۃ الکبریٰ ص49)

تینتالیسواں قول: نیز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی فرماتے ہیں۔ "صحیح اور سچا علم کشف کبھی بھی شریعت مطہرہ کے خلاف نہیں آتا۔"

(کتاب الجواہر والدرر الامام الشعرانی ص255 مطبوعہ مصر)

چوالیسواں قول: نیز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ "ہر حقیقت شریعت ہے اور ہر شریعت حقیقت ہے یعنی ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتی۔"

(میزان الشریعۃ ص50 مطبوعہ مصر)

پینتالیسواں قول: جلیل القدر امام حضرت عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر بزرگوں نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو قدرت دی ہے کہ کشف والا آدمی آسمان وعرش وکرسی ولوح قلم جہاں سے علوم حاصل کرتا ہے وہاں کی تصویریں بنا کر شیطان آدمی کے سامنے کر دے اور حقیقت میں وہ عرش وکرسی ولوح وقلم نہ ہوں بلکہ شیطان کا دھوکہ ہو اور شیطان اس دھوکے سے اپنا شیطانی علم اس کے دل میں ڈال دے اور یہ کشف والا اللہ کی طرف سے سمجھے اور اس پر عمل کر کے خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے۔ اسی لئے اولیاء کرام رضی اللہ عنہ نے کشف والے پر واجب قرار دیا ہے کہ جو علم اسے کشف کے ذریعے سے حاصل ہو اس پر عمل کرنے سے پہلے اسے کتاب وسنت پر پیش کرے اگر ان کے موافق ہو تو عمل کرے ورنہ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔" (میزان الشریعۃ ص13 مطبوعہ مصر)

اے نابیناؤ! تم نے شریعت کی طرف محتاجی دیکھی شریعت کا دامن نہ تھاما تو شیطان کچے دھاگے کی لگام دے کر تمہیں گھمائے پھرائے گا اس لئے حدیث میں بغیر فقہ پڑھے عبادت کرنے والے کو چکی کا گدھا قرار دیا ہے۔

چھیالیسواں قول: نیز امام شعرانی فرماتے ہیں۔ ولایت کی انتہا کبھی نبوت کی ابتداء تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور اگر کوئی ولی اس چشمہ تک بڑھے جس سے انبیاء کرام علیہم السلام فیض لیتے ہیں۔ تو ولی جل جائے اولیاء کرام کی انتہا یہی ہے کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق عبادات بجالاتے رہیں خواہ کشف حاصل ہو یا نہیں اور جب کبھی کوئی شریعت سے نکلے گا ہلاک ہو جائے گا۔ اور ان کی مدد کٹ جائے گی۔ اور انہیں کبھی ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل سے بذات خود بغیر شریعت کے واسطے کے لیں۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ تمام انبیاء و اولیاء حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مدد لیتے ہیں۔''

(الیواقیت والجواہر ص220 مطبوعہ مصر)

سینتالیسواں قول: نیز امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ''تصوف کیا ہے بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔''

اڑتالیسواں قول: پھر فرمایا۔ ''علم تصوف شریعت کے چشمے سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔''

انچاسواں قول: پھر فرمایا۔ ''جو نظرِ غور کرے وہ جان لے گا کہ اولیاء کے علوم میں سے کوئی چیز شریعت سے باہر نہیں۔ اور ان کے علوم شریعت سے باہر کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ ہر ہر لحہ شریعت ہی ان کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔''

پچاسواں قول: پھر فرمایا۔ ''تمام اولیاء رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ طریقت میں صدر بننے کے لائق نہیں مگر وہ جو شریعت میں زبردست مہارت رکھتا ہو۔ اور شریعت کے طریقوں اور اصطلاحات مثلاً خاص عام، ناسخ و منسوخ کو جانتا ہو۔ عربی زبان پر کامل عبور حاصل ہو۔ یہاں تک کہ عربی زبان کے مجاز و استعارہ وغیرہ جانتا ہو تو ہر صوفی فقیہ ہوتا ہے لیکن ہر فقیہ صوفی نہیں۔''

(مذکورہ چاروں اقوال از طبقات کبریٰ ص4 مطبوعہ مصر)

باونواں قول: حضرت عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ''ہمارے زمانے میں بعض لوگ صوفی ہونے کا دعویٰ کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ اے علم ظاہر والو! تم اپنے احکام کتاب وسنت سے لیتے ہو اور ہم خود صاحب قرآن سے لیتے ہیں یہ قول بالاجماع کئی وجوہ سے کفر ہے ان میں سے ایک وجہ تو یہی ہے کہ عاقل و بالغ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو شریعت کی پابندی سے آزاد قرار دیا۔'' یہیں فرمایا۔ ''اگر علمِ ظاہر چھوڑنے سے قائل کی مراد نہ سیکھنا اور اس کا اہتمام نہ کرنا ہے یہ خیال کرتے ہوئے کہ علمِ ظاہر کی حاجت نہیں تو ایسے آدمی نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو احمق بتایا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو معاذ اللہ بیوقوف ٹھہرایا اور اس نے رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے اتارنے کو فضول اور باطل ٹھہرایا تو کچھ شک نہیں کہ ایسا سمجھنے والا کافر اور سب سے سخت تر کافر ہے۔''

(حدیقہ ندیہ ص 112-111 مطبوعہ مصر)

ترپنواں قول: نیز امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے شریعت مطہرہ کی تعظیم کے بارے میں حضرت جنید بغدادی، سری سقطی بایزید بسطامی اور دیگر بزرگانِ دین رضی اللہ عنہ کے اقوال مبارکہ ذکر کرکے فرمایا۔ ''اے عاقل! اے حق کے طالب! دیکھ یہ طریقت کے عظیم المرتبت بزرگوں اور حقیقت کے عظیم ستونوں نے شریعت مطہرہ کی کیسی تعظیم فرمائی ہے اور وہ کیوں نہ کریں کہ وہ اسی تعظیم شریعت اور سیدھی راہ شریعت کی پیروی کے سبب اللہ تعالیٰ تک پہنچے اور ان بزرگوں سے یا ان کے علاوہ کسی اور ولی سے ایک بھی ایسا قول منقول نہیں کہ اس نے شریعت کے سامنے اپنی گردن جھکائی ہوئی نہ ہو۔ اور یہ اولیاء اپنے باطنی علوم کی بنیاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے پر رکھتے ہیں۔ تو تجھے حد سے گزرے ہوئے ان جاہلوں کی باتیں دھوکے میں نہ ڈالیں جو اپنی طرف سے صوفی بنتے ہیں لیکن وہ خود بگڑے ہوئے اور دوسروں کو بگاڑنے والے ہیں خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں وہ شریعت کے راستے سے ٹیڑھے ہوکر جہنم کے راستے پر چلتے ہیں جو شخص علمائے

شریعت کی راہ سے باہر ہے وہ طریقت کے بزرگوں کے مسلک سے خارج ہے کیونکہ ایسے لوگ شریعت کے آداب سے منہ پھیرنے کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور اس کے مضبوط قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں تو ایسے لوگ شریعت کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں اگر چہ ان لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ لوگ انوار سے روشن ہیں۔ طریقت کے جملہ جلیل القدر بزرگ تو شریعت کے آداب پر قائم ہیں۔ اور احکام الٰہی کی تعظیم کے معتقد ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں کمالات کا تحفہ دیا اور طریقت سے بے خبر لوگ اپنی خرافات پر دھو کے کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور ظاہر میں مسلمان لیکن حقیقت میں کافر ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ اپنے وہموں کے بتوں کے سامنے ادب سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیطان جو وسوسے ان کے ذہن میں ڈالتا ہے یہ انہیں وسوسوں اور فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ مکمل بربادی ہے اِن کے لیے جوان کا پیرو کار ہو یا ایسوں کے کاموں کو اچھا جانے اور یہ بربادی اس لئے ہے کہ وہ راہ خدا کے ڈاکو ہیں۔''

(حدیقہ ندیہ ج1 ص131-130 مطبوعہ مصر)

چوّنواں قول: سلسلہ چشتیہ اشرفیہ کے سردار، قطب ربانی حضرت مخدوم اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ''خلاف عادت فعل اگر ولایت سے متصف کسی شخص سے ظاہر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں اور اگر کسی شریعت کے مخالف سے ظاہر ہو تو استدراج کہتے ہیں۔'' (لطائف اشرفیہ ص126)

پچپنواں قول: حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بالواسطہ خلیفہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ و مرشد سے روایت کرتے ہیں۔ ''جب تک دل شریعت کو مکمل طور پر نہ تھام لے تب تک ولایت میں قدم رکھنا ناممکن ہے۔ بلکہ اگر شریعت کا انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔''

(نفحات الانس ص287)

چھپنواں قول: شیخ الاسلام حضرت احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا پہلے مصلّٰی ایک طرف رکھو اور جا کر علم سیکھو کیونکہ بغیر علم کے زُہد وتقویٰ میں پڑنے والا شیطان کا مسخرہ ہے۔''

(نفحات الانس ص210)

یہ قول ایک نفیس ولطیف حکایت کا حصہ ہے۔ ہم اس حکایت کا خلاصہ پیش کرتے ہیں تا کہ اس کلام کا مطلب معلوم ہوا اور سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کے سردار خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمۃ سے وہم دور ہو اور آجکل کے بہت سے وہ حضرات جو ولایت کی مسند کو اپنے باپ کی وراثت سمجھتے ہیں ان کے لئے ہدایت وعبرت کا سبب ہو۔ حضرت خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلہ چشتیہ کے جلیل القدر بزرگوں اور سرداروں کی اولاد میں سے تھے۔ ان بزرگوں کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آباؤ اجداد کے منصب پر بیٹھے۔ ہزاروں لوگ مرید ہوئے مگر صاحبزادہ صاحب ابھی نہ تو عالم ہوئے تھے۔ اور نہ ہی راہ طریقت میں کسی کامل مُرشد کی تعلیم سے چلے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت ان کے شامل حال ہوئی کہ ان کی تعلیم وتربیت کے لئے حضرت الاسلام سیدی احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالی عنہ کو ہرات بھیجا جب یہ بزرگ ہرات پہنچے تو لوگ ان کی عظیم الشان کرامت دیکھ کر ان کے مرید ومعتقد ہوگئے اور ان کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا۔ خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمتہ کو یہ بات نا گوار محسوس ہوئی اور ارادہ کیا کہ حضرت جامی علیہ الرحمتہ کو ملک سے نکال دیں چنانچہ مریدوں کا لشکر لیکر حرکت میں آئے حضرت الاسلام احمد جامی علیہ الرحمتہ کے ساتھیوں کو اس بات کی اطلاع ملی لیکن انہوں نے براہ ادب حضرت کو نہ بتایا مگر حضرت خود ہی خوب جانتے تھے۔ ایک دن جب صبح کا کھانا حاضر کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ٹھہرو ابھی کچھ قاصد آنے والے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد خواجہ مودود کے قاصد حاضر ہوگئے۔ حضرت والا نے انہیں کھانا کھلایا پھر فرمایا تم کہو گے یا میں بتادوں کہ تم کس لئے آئے ہو۔ انہوں نے عرض کی آپ ہی فرمادیں۔ فرمایا تمہیں خواجہ مودود نے بھیجا ہے کہ جا کر مجھے یہ کہہ دو جس طرح چاہیں گے نکال دیں گے۔

قاصدوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ ہاں خواجہ مودود نے یہی پیغام دے کر بھیجا ہے۔ حضرت احمد جامی علیہ رحمتہ نے اس پر فرمایا اگر ولایت سے مراد یہ دیہات ہیں۔تو یہ نہ اوروں کی ملک ہیں اور نہ خواجہ مودود کی اور اگر ولایت سے مراد یہ لوگ ہیں تو یہ لوگ سنجر کے بادشاہ کی رعایا ہیں اس اعتبار سے تو بادشاہ شیخ الشیوخ بنتا ہے اگر ولایت سے مراد وہ ہے جو میں جانتا ہوں اور جسے اولیاء جانتے ہیں تو کل ہم انہیں دکھا دیں گے کہ ولایت کا کام کیا اور کیسا ہوتا ہے قاصدوں کو یہ جواب دے کو بھیج دیا۔ پھر بارش شروع ہو گئی اور ایک دن رات مسلسل برستی رہی دوسرے دن صبح کے وقت حضرت جامی علیہ الرحمتہ نے فرمایا گھوڑے تیار کرو تا کہ خواجہ مودود کی طرف چلیں ساتھیوں نے عرض کی حضور ندی میں پانی بہت آ گیا ہے۔اب جب تک چند روز تک بارش موقوف نہ رہے کوئی ملاح بھی کشتی نہیں لے جا سکتا آپ نے فرمایا کچھ مشکل نہیں آج ہم ملاحی کریں گے۔جب سوار ہو کر جنگل میں پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ ہتھیار لے کر موجود ہے فرمایا یہ لوگ کیوں جمع ہیں عرض کی گئی ان کو معلوم ہوا کہ آپ کے مقابلے میں کوئی جماعت آئی ہے چونکہ آپ کے مرید اور محبت کرنے والے ہیں اس لئے آپ کے ساتھ چلنے کے لئے آئے ہیں۔فرمایا انہیں واپس کر دو تیر تلوار کا کام بادشاہ سنجر کا کام ہے اولیاء کے ہتھیار اور ہی ہوتے ہیں۔

الغرض چند خدام کو لے کر ندی کے کنارے پہنچے پانی خوب چڑھا ہوا تھا آپ نے فرمایا ہم نے کہا تھا کہ ملاحی ہم کریں گے یہ کہہ کر معرفت الہی کے بارے میں کلام کرنا شروع کیا لوگ سن کر آپے سے باہر ہو گئے آپ نے فرمایا آنکھیں بند کر لو اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر چلو لوگوں نے ایسا ہی کیا جس نے آنکھ کھولی اس کا جوتا پانی سے تر ہو گیا اور جس نے دیر سے آنکھ کھولی اس کا جوتا بھی خشک رہا اور سب نے اپنے آپ کو دریا کے پار پایا خواجہ مودود کے قاصدوں نے جب یہ معاملہ دیکھا فوراً جا کر صاحبزادے صاحب کو مطلع کیا کسی کو یقین نہ آیا صاحبزادے دو ہزار مسلح مریدوں کے ساتھ سامنے آ گئے جیسے ہی شیخ الاسلام کی نظر ٹکرائی فوراً بے اختیار ہو کر پیدل آئے اور حضرت شیخ الاسلام کے پاؤں چومے حضرت نے ان کی پیٹھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا ولایت کا کام دیکھا تم نہیں جانتے

اللہ والوں کی ولایت فوج اسلحے سے نہیں ہوتی جاؤ سوار ہو جاؤ تم ابھی بچے ہو تمہیں نہیں معلوم کہ تم کیا کرتے ہو پھر بستی میں آئے تو حضرت جامی علیہ الرحمتہ ایک محلے میں ٹھہرے اور صاجبزادے خواجہ مودود دوسرے محلے میں دوسرے دن صاجبزادے کے مریدوں نے کہا ہم تو احمد جامی کو ملک سے نکالنے آئے تھے اور آج ان کے ساتھ ایک ہی بستی میں ٹھہرے ہوئے ہیں کوئی طریقہ کار اختیار کرنا چاہیئے حضرت خواجہ مودود نے کہا میری درست رائے یہ ہے کہ صبح ان کی خدمت میں حاضر ہو کر واپسی کی اجازت لے لیں۔ پس ان کا کام ہماری طاقت میں نہیں۔ مریدوں نے کہا۔ درست رائے یہ ہے کہ ایک جاسوس مقرر کر لیں جب ان کے دوپہر کے آرام کا وقت آئے اور لوگ ان کے پاس سے چلے جائیں اور وہ تنہا ہوں اس وقت ہماری جماعت کے لوگ آپ کے ساتھ ان کے پاس جائیں اور قوالی شروع کریں اور وجد کی صورت بنائیں اس حالت پر ان پر حملہ کر کے کام تمام کر دیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا یہ ٹھیک نہیں وہ ولی ہیں صاحب کرامات ہیں۔

مگر جب دوپہر کو شیخ الاسلام کے آرام کا وقت ہوا خادم نے چاہا کہ بچھونا بچھائے فرمایا تھوڑی دیر ٹھہرو کچھ کام ہے۔ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا خادم نے دروازہ کھولا تو حضرت خواجہ مودود ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ کھڑے ہیں۔ سلام کے بعد قوالی شروع ہوئی ساتھیوں نے نعرے لگانے شروع کیئے انہوں نے چاہا کہ اپنا فاسد ارادہ پورا کریں کہ اچانک حضرت شیخ الاسلام نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا اے سہل تو کہاں ہے ارے اے سہل تو کہاں ہے۔ سہل نام کے یہ بزرگ شہر سرخی کے رہنے والے تھے اور ہمیشہ حضرت کے ساتھ رہتے تھے حضرت کے آواز دیتے ہی فوراً حاضر ہوئے اور ان فسادیوں پر ایک نعرہ مارا سب اپنی جوتیاں پگڑیاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صرف خواجہ مودود چشتی باقی رہ گئے۔ نہایت شرمندگی سے کھڑے ہوئے اور ننگے سر ہو کر معافی مانگی اور عرض کی حضور آپ جانتے ہیں کہ فساد میں میری مرضی نہ تھی فرمایا تم سچ کہتے ہو مگر تم ساتھ کیوں آئے۔ عرض کی میں نے برا کیا مجھے معاف کر دیں۔ فرمایا میں نے معاف کیا اب ان لوگوں کو بلاؤ اور دو خدمتگار مقرر کر و اور تین دن ٹھہرو۔

حضرت خواجہ مودود نے ایسا ہی کیا اس کے بعد خواجہ نے حاضر ہو کر عرض کی جو آپکا حکم تھا میں نے پورا کر دیا اب مزید کیا فرمان ہے فرمایا مصلّٰی ایک طرف رکھو اور پہلے جا کر علم پڑھو کہ بے علم زاہد شیطان کا مسخرہ ہے۔'' خواجہ نے عرض کی میں نے قبول کیا اور کیا فرمان ہے؟ فرمایا جب علم حاصل کرنے سے فارغ ہو جاؤ تو اپنا روحانی خاندان زندہ کرو۔ تمہارے آباؤ اجداد اولیاء و صاحب کرامات تھے۔ خواجہ مودود نے کہا حضرت آپ مجھے اپنے آباؤ اجداد کا سلسلہ زندہ کرنے کا فرماتے ہیں تو پہلے تبرکاً مسند پر بٹھا دیں۔ فرمایا آگے آؤ یہ آگے آئے حضرت شیخ الاسلام نے ہاتھ پکڑ کر اپنی مسند کے کنارے پر بٹھایا اور فرمایا تمہیں مسند پر بٹھاتا ہوں بشرطیکہ تم عالم بنو یہ تین مرتبہ فرمایا حضرت خواجہ مودود تین دن اور حاضر رہے فیض و برکات اور نوازشیں حاصل کیں پھر علم حاصل کرنے کے لئے بلخ و بخارا تشریف لے گئے چار سال میں علوم میں کامل ماہر ہو گئے ہر شہر میں خواجہ مودود کی کرامات ظاہر ہوئیں پھر علاقہ چشت میں پہنچے اور مریدوں کی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ مختلف جگہوں سے لوگ حاضر خدمت ہوئے اور حضرت کی برکتوں سے معرفت کی دولت اور ولایت کا مرتبہ حاصل کیا۔ حضرت خواجہ شریف زندی رضی اللہ تعالی عنہ جو نہایت اعلی پائے کے ولی و عارف اور اللہ تعالی کی بارگاہ تک پہنچے ہوئے بزرگ تھے انہیں جناب خواجہ کے مرید و تربیت یافتہ تھے۔

(نفحات الانس ص 211-209)

ستانواں قول: حضرت مولانا نورالدین جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اگر خلاف عادت ایک لاکھ افعال بھی ظاہر ہوں جب تک ان کا ظاہر شریعت کے احکام کے موافق نہ ہو اور باطن طریقت کے آداب کے مطابق نہ ہو تو درست یہ ہے کہ وہ استدراج ہوگا ولایت و کرامت نہیں۔ (نفحات الانس ص 19)

بعینہ اسی طرح ''لطائف اشرفی'' ص 129 میں ہے پھر دونوں کتابوں میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کا وہ قول مذکور ہے جو قول نمبر 32 گزرا۔

چند نفیس فوائد

ایک نفیس فائدہ: اس نفحات الانس شریف میں حضرت شیخ الاسلام عبداللہ ہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے۔ ''چشتی حضرات تمام کے تمام باطن میں پاک اور معرفت وفراست میں ہوشیار ہیں ان کے احوال اخلاص اور ترکِ ریاکاری کے ساتھ موصوف ہیں۔ اور وہ شریعت میں سستی کو جائز نہیں سمجھتے۔ (نفحات الانس ص18)

اور نفحات الانس کے قدیم قلمی نسخہ میں جو تین سو سال پرانا ہے یوں لکھا ہوا ہے۔ ''ہمارے چشتی بھائی چشتی بزرگوں کے حال مبارک کا مشاہدہ کریں کہ وہ ہرگز شریعت میں سستی کو بھی جائز نہیں سمجھتے چہ جائیکہ وہ احکام شریعت کو ہلکا جانیں اور چشتی ہونے کو شریعت کے احکام سے آزادی کا پروانہ سمجھیں سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات عالیہ سنئے فرمایا۔ ''قوالی کے جائز ہونے کے لئے چند چیزیں ضروری ہیں۔ سنانے والا، سننے والا، جو چیز سنائی جارہی ہے اور آلۂ سماع۔ قوالی سنانے والا مرد ہو بچہ اور عورت نہ ہو۔ سننے والا یادِ حق سے غافل نہ ہو اور جو چیز سنائی جارہی ہے وہ فحش اور مسخرہ پن نہ ہو اور آلۂ سماع میں ہے جیسے چنگ اور رباب یعنی آلات موسیقی وغیرہ ایسی کوئی چیز درمیان میں نہ ہو۔ جب یہ شرطیں پائی جائیں تو قوالی حلال ہے۔''

(سیر الاولیاء ص492-491)

دوسرا نفیس فائدہ: ایک مرتبہ چند مریدوں نے عرض کی کہ آجکل بعض خانقاہ والے درویشوں نے باجوں کے مجمع میں وجد کیا فرمایا اچھا نہ کیا جو بات شریعت میں ناجائز ہے وہ کسی طرح پسندیدہ نہیں۔ (سیر الاولیاء ص520)

تیسرا نفیس فائدہ: کسی نے عرض کی جب وہ لوگ وہاں سے باہر آئے ان سے کہا گیا کہ تم نے یہ کیا کیا وہاں تو باجے تھے وہاں کیوں قوالی سنی اور وجد کیا وہ بولے ہم ایسے

بے خود ہو گئے تھے کہ ہمیں باجوں کی خبر ہی نہ رہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ جواب بہانہ بالکل فضول ہے اس طرح تو سب گناہوں میں یہی حیلے ہوسکتا ہے۔ (سیر الاولیاء ص521)

دیکھو محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا شاندار جواب دیا کہ اس طرح تو گناہوں کا راستہ کھل جائے گا کوئی شراب پیئے اور کہہ دے کہ کمالِ استغراق کی وجہ سے ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ کوئی زنا کرلے اور کہے کہ ہمیں پتہ نہ چلا کہ بیوی ہے یا کوئی اجنبی عورت۔

چوتھا نفیس فائدہ: کسی نے عرض کیا کہ فلاں مجمع میں اپنے درویش احباب جمع ہوئے حالانکہ وہاں پر باجے وغیرہ حرام چیزیں تھیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ ”میں نے منع کیا تھا کہ باجے اور حرام چیزیں درمیان میں نہ ہوں انہوں نے اچھا نہ کیا۔“

(سیر الاولیاء ص522)

پانچواں نفیس فائدہ: حضرت کے خلیفہ شیخ محمد بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں نہایت شدید اور سخت تاکید سے ممانعت فرمائی یہاں تک کہ فرمایا اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور جماعت میں کچھ عورتیں بھی ہوں امام بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کرے اور اگر عورت بتانا چاہے تو وہ اپنے ہاتھ کی پشت ہتھیلی پر مارے ہتھیلی پر ہتھیلی نہ مارے کہ یہ کھیل کی مانند ہے اور اسی طرح اور بھی اس قسم کی چیزوں سے ممانعت آئی ہے۔ پس قوالی میں زیادہ ضروری ہے کہ ایسی چیزوں سے احتراز کرے۔ شیخ مبارک فرماتے ہیں: ”جب تالی بجانے کے بارے میں اس قدر احتیاط آئی ہے تو باجے سننے میں تو اور زیادہ ممانعت ہوگی۔“ بندگانِ خدا یعنی چشتی بزرگ تو تالی کو ناجائز جانیں اور نفس کے پیروکاران

پرستار اور ڈھولک سننے کی تہمت لگاتے ہیں جیسے آجکل لوگ کہتے ہیں کہ چشتی بزرگ سازوں (موسیقی) کے ساتھ قوالی سنتے تھے۔

چھٹا نفیس فائدہ: حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات بنام فوائد الفواد جنہیں حضرت میر حسن سنجری نے جمع کیا ہے ان میں بھی حضرت کا واضح ارشاد مذکور ہے کہ مزامیر (آلات موسیقی) حرام ہے۔

ساتواں نفیس فائدہ: حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ مولانا فخر الدین زرادی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہی حضرت کے حکم سے قوالی کے بارے میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے کشف القناع عن اصول السماع اس میں فرماتے ہیں۔''

ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قوالی سننا سازوں کے بہتان سے پاک ہے۔ وہ تو صرف قوالی کی آواز ہے۔ ان اشعار کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی کمالِ صنعت کی خبر دیتے ہیں۔''

مسلمانو! یہ بزرگ سچے ہیں یا وہ لوگ جو اپنی خواہش نفس کی حمایت میں ان بندگانِ خدا چشتی بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم پر سازوں کے ساتھ قوالی سننے کی تہمت لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو بھلائی کی توفیق اور ہدایت بخشے۔

آمین بجاہ النبی الآمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اٹھاونواں قول: خاندان چشتیہ کے جلیل القدر والی حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان میں حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔''ایک رات میں مدینہ منورہ میں بستر پر سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں اور سید صبغۃ اللہ بروجی رضی اللہ عنہ دونوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور وہاں صحابہ کرام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ایک مجمع لگا ہوا ہے۔ ان میں ایک شخص ہے جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہایت محبت کے ساتھ تبسم

والتفات فرماتے ہیں اور کچھ ارشاد فرماتے ہیں جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے حضرت سید صبغۃ اللہ سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں جن کی طرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اسقدر نظرِ رحمت ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ میر عبدالواحد بلگرامی ہیں اور ان کے اس مرتبہ کی وجہ ان کی کتاب سبع سنابل ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہوئی ہے۔ یہی حضرت میر عبدالواحد علیہ الرحمۃ اپنی اس کتاب سبع سنابل میں فرماتے ہیں۔

''اے صاحب تحقیق راہِ دین اسلام کے علماء جو انبیاء کے وارث ہیں ان کے تین گروہ ہیں''۔

(۱) محدثین (۲) فقہاء (۳) صوفیاء۔ (سبع سنابل ص4)

دیکھو کیسی عمدہ تصریح ہے کہ علمائے ظاہر و باطن سب انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے وارث ہیں۔

انسٹھواں قول: یہی حضرت میر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں۔ ''شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دین احمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یعنی دین اسلام ہی سلامتی والا اور سیدھا راستہ ہے خاتم النبیّن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہزاروں اولیاء و صوفیاء اور شہداء اور صدیقوں کے ساتھ اسی راستے پر چلے اور سب نے اسی راستے کو کانٹوں اور شکوک و شبہات سے پاک کیا اور اس راستے کی منزلیں اور نشانیاں واضح طور پر بیان کیں ہر قدم پر ایک نشان قائم کیا اور سرائے میں توشہ راہ رکھا اور ڈاکوؤں سے حفاظت کے لئے ایک قوی قائد سالا رہمراہ کیا تو اگر کوئی بدعتی (گمراہ) کسی دوسرے راستے کی طرف دعوت دے تو چاہیے کہ اس کی بات نہ سنیں اور دین حق کی مدد کے طور پر ایسے شخص کا رد کرنا فرائض میں سے شمار کریں بدعتی اور گمراہ لوگ خود کو دھوکے کے ساتھ اسلام کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں اور باطن میں فاسد عقائد چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دین کے دشمن اور شیطان کے بھائی ہیں اور جب علمائے دین کے علم اور بزرگانِ دین کے علم

کے نور کی وجہ سے بدعتوں اور گمراہیوں کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں تو ناچار یہ لوگ علمائے شریعت کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔علمائے ربانی جو اسلام کے آسمان کے ستارے ہیں وہ لوگوں کو ان انسانی شیطانوں سے بچاتے ہیں اور ان علما کے نورانی وجود شریعت کے چوروں کیلئے شہاب ثاقب کی طرح ہیں جو ان پر چاروں جانب سے برستے ہیں اور مار مار کر ان کو منتشر کر دیتے ہیں۔ (سبع سنابل ص8-9)

عمرو جاہل نے علمائے شریعت کو معاذ اللہ شیاطین کہا تھا الحمد للہ کہ ان اولیاء کرام کی موتی بکھیرنے والی زبان ہی سے اللہ عزوجل نے ثابت کر دیا کہ یہ جاہل عمرو اور اس کے ساتھی اور اس جیسا عقیدہ رکھنے والے ہی شیاطین اور دین کے دشمن ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا ہزار حمد کہ یہ کلمات بارگاہ رسالت میں شرفِ قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔جیسا کہ ابھی گزرا کہ سبع سنابل شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہوگئی اور مذکورہ عبارت اسی کتاب کی ہے۔

ساٹھواں قول: یہی عظیم بزرگ حضرت میر عبدالواحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ''چند شرائط جان کہ ان کے بغیر پیری ومریدی ہرگز جائز نہیں ایک یہ کہ پیر صحیح مسلک رکھتا ہو یعنی اس کا سلسلہ صحیح ہو دوسرا یہ کہ پیر شریعت کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی وسستی کرنے والا نہ ہو تیسرا یہ کہ پیر کے عقائد درست اور مذہب اہل سنت وجماعت کے موافق ہوں۔پیری ومریدی ان تین شرائط کے بغیر ہرگز جائز نہیں۔'' پھر شرط اول کی تفصیل ارشاد فرما کر شرط دوم کے متعلق ارشاد فرمایا۔''پیری کی دوسری شرط یہ ہے کہ پیر عالم ہو اور تمام عبادات پر عمل کرنے والا اور شریعت کے احکام میں کوتاہی وسستی کرنے والا نہ ہو اور شریعت کے احکام کو حقیر جاننے والا نہ ہو۔اور اگر شریعت کی عبادات کا عالم نہیں تو ان پر عمل ہرگز نہیں کر سکتا اور ایسا شخص شریعت کی حد سے گر جائے گا پس وہ پیری کے لائق

نہیں کیونکہ جو شخص حقیقت کے مقام سے گر جاتا ہے وہ طریقت پر قرار پکڑتا ہے اور جو شریعت سے گر جاتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور گمراہ شخص پیر بننے کے لائق نہیں۔

اور وہ درویش کہ جس کے پاس مخلوق بکثرت آتی ہے اسے شریعت کے مسائل میں احتیاط فرض ولازم ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ شریعت کے کسی باریک سے باریک مسئلہ کو بھی نہ چھوڑے کہ اس کا یہ عمل مریدوں کی گمراہی کا سبب بن سکتا ہے کیونکہ مرید پیر کے اسی ترک عمل کو دلیل بنا کر کہیں گے ہمارے پیر نے تو اس طرح کیا تھا اس طرح مرید گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہوں گے۔'' پھر حضرت نے تینوں شرطیں بیان کر کے فرمایا۔'' جب مرید پیر کو ان تین شرطوں کے ساتھ متصف پائے تو اس کی بیعت کر لے کہ اب اس کی بیعت کرنا جائز و پسندیدہ ہے اور اگر ان تین شرائط میں سے ایک بھی شرط پیر میں نہیں پائی جاتی تو اس کی بیعت جائز نہ ہوگی۔ اور اگر کسی نے لاعلمی میں کسی ایسے پیر کی بیعت کر لی ہو تو اسے چاہئے کہ بیعت توڑ دے۔''

(ملخص از سبع سنابل از ص 43-39)

خاتمہ

یہ بظاہر ساٹھ اقوال ہیں مگر حقیقۃً چالیس اولیائے کرام کے اسی اقوال ہیں کہ بعض شمار میں نہیں آئے اور متعدد جگہ ایک قول کے ضمن میں متعدد اقوال مذکور ہوئے ہیں اور ان سب کا مجموعہ اسی (80) ہے۔

تکملہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، سیدی ووالدی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارادہ تھا کہ جن اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال کتاب میں مذکور ہوئے ان کے ناموں کی فہرست بھی بنائیں امیر المومنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اورامام مالک وشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام لکھ کرارادہ کیا کہ عوام کے وہم کو دور کرنے اور مجتہدین کرام کی ولایت اور بلند مرتبہ کو ثابت کرنے کے لیے کچھ تحریر کریں ابھی چند جملے لکھے تھے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی توجہ کسی اوراہم کام کی طرف ہوگئی۔اور مذکورہ کام باقی رہ گیا۔اب رسالے کے چھپنے کا وقت آیا تو اس مقصد کے لئے فقیر(اعلی حضرت کے صاحب زادے مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ)نے قلم اٹھایا والد گرامی کے فیض عام اور لطف وکرم کی ایسی لہر آئی کہ قلم روکتے روکتے مضمون طویل ہوگیا۔لہذا بندہ نے بطور ضمیمہ کے اسے اور اس کے ساتھ فہرست بنا کر رسالے میں درج کردیا۔

تذییل جمیل (خوبصورت ضمیمہ)

اے اللہ میں حامد ہوں اور تو محمود ہے درود وسلام بھیج اپنے محبوب پر جو حامد و محمود ہیں اور آپ کی آل اور صحابہ پر ہمیشگی کے دن تک۔

رسالہ مبارکہ میں امام مالک وامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال سے دلیل پکڑی اور خاتمہ میں ''چالیس اولیائے کرام کے اَسی ارشادات'' کا جملہ لکھا۔یعنی فہرست اولیاء میں مذکورہ مجتہدین کے نام بھی درج کیے۔اور عوام چونکہ مجتہدین کرام کے مقام ولایت کو نہیں جانتی اس لئے ان کے وہموں کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگرچہ تمام جہاں سے زیادہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی وراثت حاصل کئے ہوئے ہیں مگر عوام پھر بھی انہیں علمائے ظاہر میں شمار کرتی ہیں۔حالانکہ وہ صرف علمائے ظاہر نہیں بلکہ علم باطن میں امام اور انتہائی بلند مقام کو پہنچے ہوئے ہیں نیز بعض لوگ اولیاء کرام کے اقوال میں کمی بیشی کرکے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں تا کہ علماء ومجتہدین کے خلاف عوام کو ابھاریں علماء دین نے ایسے تمام اقوال کے رد بارہا پیش کئے ہیں۔مثلاً حضرت سید علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول ہے جسے بعض لوگ مجتہدین کرام کے خلاف پیش کرتے ہیں ہم اسے اس کے رد سمیت ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''میں نے حضرت علی مرصفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بار بار فرماتے سنا کہ مجتہدین کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وارث تھے۔ علم حقیقت اور علم شریعت دونوں میں بخلاف بعض صوفی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے کہ انہوں نے کہا۔ مجتہدین صرف علم شریعت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وارث تھے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا وہ تمام علم جسے مجتہدین جانتے ہیں طریقت میں کامل آدمی کے علم کا چوتھائی حصہ ہے کیونکہ ہمارے نزدیک کوئی مرد اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مقام ولایت میں قولِ الٰہی الاول والآخروا لظاہر والباطن کی چاروں بارگاہوں کے علوم کا محقق نہ ہو جائے اور مجتہدین کو صرف اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک ''الظاہر'' کی بارگاہ کے علوم کی تحقیق ہے اور بس نہ انہیں حضرت ازل کا علم ہے نہ حضرت ابد کا اور نہ علم حقیقت کا ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ کلام جو مجتہدین کے بارے میں ہے کسی جاہل کا ہے۔ جو ائمہ کرام کے احوال نہیں جانتا وہ جو زمین کے اوتاد اور دین کی بنیاد ہیں حقیقت میں جلیل القدر ولی اور کشف و معرفت والو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں انتہائی عظیم مرتبہ رکھنے والے ہیں۔ وہ جس طرح ظاہر کے امام ہیں قطعاً یقیناً وہ باطن کے امام بھی ہیں۔'' (میزان الشریعۃ الکبریٰ ص 49 مطبوعہ مصر)

امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں اس قسم کے بیانات کے دریا لہرا رہے ہیں اور صفحات کے صفحات بھرے ہوئے ہیں ان میں سے چند ایک عبارتیں ہم نقل کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ''یہ اس لئے کہ حقیقت میں انہوں نے یعنی مجتہدین نے اپنے مذاہب کے اصولوں کی بنیاد علم حقیقت پر رکھی ہے۔ جو شریعت کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور ان کے مذاہب کی بنیاد شریعت کی سیدھی حد پر ہے۔ بلاشبہ وہ علمائے حقیقت بھی تھے بخلاف اس کے جو بعض مقلدین نے گمان

کرلیا کہ وہ علمائے حقیقت نہیں محض علمائے شریعت ہیں۔'' پھر امام شعرانی نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا۔ ''جو شخص ہم سے اس معاملہ میں جھگڑا کرے وہ ائمہ کرام کے مرتبے سے جاہل ہے۔ اللہ کی قسم قطعاً یقیناً وہ علمائے کرام شریعت وطریقت کے جامع تھے۔'' پھر امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے کانوں سے سنا ہوا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ جس سے مجتہدین کرام کا بلند مرتبہ اور حقیقت وشریعت دونوں میں ان کا اولیاء کا امام ہونا دو پہر کے سورج اور چودھویں رات کے چاند کی طرح واضح وروشن ہو جائے فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا۔ ائمہ کرام نے اپنے مذاہب کی تائید شریعت کے ساتھ حقیقت کے اصول پر چلنے سے فرمائی تاکہ اپنے پیروکاروں پر ظاہر کر دیں کہ وہ دونوں طریقوں کے علماء ہیں اور ارشاد فرماتے تھے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے اقوال میں سے ایک قول کا بھی دائرہ شریعت سے خارج ہو جانا اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک قطعاً ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ مجتہدین کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کی مراد پر مطلع ہیں اور اس لئے کہ وہ صحیح کشف رکھتے ہیں اور اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کی روح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح مبارک کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور جس مسئلہ میں دلائل کی وجہ سے توقف ہو تو وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھ لیتے ہیں کہ یہ حضور کا ارشاد ہے یا نہیں وہ اہل کشف کی شرائط کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے جاگتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کتاب وسنت سمجھتے ہیں پھر اسے اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہم اس آیت سے یہ سمجھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی فلاں حدیث سے یہ سمجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اسے پسند فرماتے ہیں یا نہیں۔'' (میزان الشریعۃ الکبریٰ ص47)

وہی حضرت علی خواص سے یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''ہم نے جو ائمہ مجتہدین کا کشف اوران کا روحانی حیثیت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا ذکر کیا ہے۔ جسے اس بارے میں یقین نہیں آتا اور وہ تردد کا شکار ہے تو ہم اس سے کہتے ہیں کہ یہ بھی اولیاء کی کرامات میں سے ہے۔ اگر ائمہ مجتہدین ہی اولیاء نہیں تو کائنات میں کوئی بھی ولی نہیں۔ بکثرت ایسے اولیاء جو مقام ومرتبہ میں ائمہ مجتہدین سے یقیناً کم ہیں ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہیں کثرت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حضوری نصیب ہوتی ہے۔ اوراس بات پران کے ہم زمانہ بزرگ ان کی تصدیق فرماتے ہیں۔ وہ اولیاء کرام جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا شرف اور صحبت وزیارت نصیب ہوئی ہے۔ جن کی کافی تفصیل طبقات الاولیاء میں مذکور ہے ان میں شیخ ابوالحسن شاذلی شیخ ابوالعباس مریسی، سیدی ابراہیم بتولی، علامہ جلال الدین سیوطی، شیخ احمد زوادی بحری وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا ایک خط آپ کے ایک رفیق شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس حضرت سیدی علی خواص علیہ الرحمۃ نے دیکھا۔ جو اس شخص کے جواب میں لکھا تھا جس نے بادشاہ کے پاس آپ کی سفارش طلب کرنے کو لکھا تھا اس خط کے جواب میں علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا تھا۔ ''میرے بھائی میں اس وقت تک 75 مرتبہ بیداری کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بالمشافہ حاضر ہو چکا ہوں اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بادشاہ وامراء کے پاس جانے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ سے ملاقات ترک کر دیں گے تو ضرور قلعہ میں جاتا اور بادشاہ سے تمہاری سفارش کرتا۔ میں ایک خادم حدیث ہوں جن حدیثوں کو محدثین نے اپنے طریقوں سے ضعیف کہا ہے ان کی تصحیح کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف محتاج ہوں اور بلاشبہ اس کا

نفع تمہارے نفع پر ترجیح رکھتا ہے۔ مذکورہ واقعہ کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت محمد بن ترین مداحِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں جاگتے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمنے سامنے زیارت ہوئی تھی۔ جب وہ صبح کے وقت روضہ اطہر پر حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اپنی قبر اطہر میں سے کلام فرمایا۔ یہ بزرگ اپنے اسی مقام پر فائز رہے حتیٰ کہ ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ شہر کے حاکم کے پاس اس کی سفارش کریں آپ علیہ الرحمۃ حاکم کے پاس پہنچے اور سفارش کی اس نے آپ علیہ الرحمۃ کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ تب سے آپ علیہ الرحمۃ کی زیارت کا سلسلہ ختم ہو گیا پھر یہ ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں زیارت کی تمنا پیش کرتے رہے مگر زیارت نہ ہوئی ایک مرتبہ ایک شعر عرض کیا تو دور سے زیارت ہوئی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''ظالموں کی مسند پر بیٹھنے کے ساتھ میری زیارت چاہتا ہے اس کا کوئی راستہ نہیں۔'' حضرت خواص فرماتے ہیں کہ پھر ہمیں ان بزرگ کے متعلق خبر نہ ملی کہ ان کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی یا نہیں حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔'' (میزان الشریعۃ الکبریٰ ص48)

امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ''حضرت امام ابوالحسن شاذلی اور ان کے شاگرد حضرت شیخ ابوالعباس مریسی علیہم الرحمۃ فرماتے تھے کہ اگر ہم لمحہ بھر کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے محروم ہو جائیں تو اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کریں۔'' (میزان الشریعۃ ص48)

یہ ارشادات ذکر فرما کر امام شعرانی نے فرمایا۔ ''جب یہ مرتبہ ہر ولی کی بابت ہے تو ائمہ مجتہدین تو اس مقام کے زیادہ مستحق ہیں۔'' پھر ارشاد فرماتے ہیں۔ ''ائمہ فقہاء کرام اور صوفیاء حضرات سب اپنے پیروکاروں کی شفاعت کریں گے اور روح نکلتے وقت ان کی

نگہبانی کریں گے اور یونہی منکر نکیر کے سوالات کے وقت اور حشر ونشر اور حساب اور میزان عمل اور پل صراط سے گزرنے کے وقت خیال رکھیں گے اور حشر کے ان مقامات میں سے کسی مقام میں اپنے پیروکاروں سے غافل نہ ہوں گے۔ اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

''جب مشائخ صوفیاء دنیا و آخرت میں تمام مشکلات اور تکلیفوں میں اپنے مریدوں اور پیروکاروں کی نگرانی فرماتے ہیں۔ تو ائمہ دین کیسے نہ نگرانی کریں گے۔ جو تمام جہاں کی میخیں اور دین کے ستون اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر امین ہیں بلاشبہ وہ ضرور ضرور مدد فرماتے ہیں شیخ السلام ناصر الدین لقانی کو وصال کے بعد بعض نیک لوگوں نے خواب میں دیکھا اِن سے پوچھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا جواب دیا۔ قبر میں جب منکر نکیر نے سوالات کے لیے مجھے بٹھایا تو حضرت امام مالک تشریف لائے اور کہا ایسے شخص سے بھی اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اسکے ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس کے پاس سے ہٹ جاؤ چنانچہ منکر نکیر ہٹ گئے۔'' (میزان الشریعة ص87)

اس کے بعد امام شعرانی فرماتے ہیں۔ ''ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ صحابہ کرام وتابعین اور ائمہ مجتہدین کا مقام دیگر تمام اولیاء کرام کے مقام سے زیادہ بڑا و عظیم ہے۔''

(میزان الشریعة الکبریٰ ص172)

ان اقوال کے علاوہ بھی بزرگوں کے اقوال کی نہریں موجیں مار رہی ہیں اور ان کے فیضوں کا سمندر لہریں لے رہا ہے مگر انصاف والے کے لیے یہ چند اقوال ہی کافی ہیں اور تعصب کرنے والے کے لئے دفتر بھی کافی نہیں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

تصورِ شیخ

سوال

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص مرشد کی صورت کو فیض پانے کا وسیلہ سمجھ کر ذکر یا مراقبہ کے وقت اس کا تصور کرتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ (علیہ رحمۃ) نے نقشبندیوں کے اشغال و وظائف کے بیان میں اپنی کتاب **قول الجمیل** میں فرمایا ہے۔ **واذا غاب الشیخ عنہ یتخیل صورتہ بین عینیہ بوصف المحبۃ اوالتعظیم فتفید صورتہ ما تفید صحبتہ**۔ ترجمہ:۔اور جب مرشد اس کے پاس نہ ہو تو محبت اور تعظیم سے اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان ہونے کا تصور جمائے تو اس مرشد کی خیالی صورت وہی فائدہ دے گی جو اس کی صحبت دیتی ہے اور یہ تصور اس طور پر کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے فیض مرشد میں نازل ہو کر مرید کے لطائف پر وارد ہوتا ہے۔

اور یہ تصور بھی اس وقت تک کرے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی پاک ذات سے اس مرید کا رابطہ وتعلق کامل طور پر نہ ہو جائے۔اور جب کامل مناسبت وتعلق حاصل ہو جائے تو پھر اس تصور شیخ کو ضروری نہ جانے۔ پس اب سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کے لئے تصور شیخ جائز ہے یا نہیں جبکہ وہ مرشد کو صرف فیض حاصل کرنے کا واسطہ اور وسیلہ جانتا ہے۔نہ عالم الغیب (غیب جاننے والا) نہ حاضر و ناظر اور نہ ہی پیر کو لائق عبادت ولائق سجدہ جانتا ہے بلکہ ان امور کا غیر خدا کے لئے ثابت کرنا شرک سمجھتا ہے۔

اگر یہ تصور شیخ جائز ہے تو کیا اس کی دلیل قرآن سے ہے یا حدیث سے یا مجتہدین کے اقوال سے یا امت کے اجماع سے ثابت ہے؟اور اگر یہ تصور جائز نہیں تو ادلہ

اربعہ (قرآن حدیث، اجماع، قیاس) میں اس کے ممنوع ہونے پر کون سی دلیل ہے؟ بیـنـو اتوجروا (بیان کرو تمھیں اجر دیا جائے)

الجواب: الحمدالله الذی هدانا لربط القلوب با عظم بر زخ بین الا مکان والوجوب والصلوۃ والسلام علی اجمل مطلوب اجل وسلة الا صلاح الخطوب صلوت تمحورین العیوب و تمثل فی الفواد صورۃ المحبوب منشهدا با لتوحید لعلام الغیوب و بالرسالة الکبری لشفیع الذنوب صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وعلی اله وصحبه وسائط الکرم قال الفقیر عبد المصطفی احمد رضاالمحمدی السنی الحنفی القادری البر کاتی البر یلوی لم الله تعالیٰ شعثه و تحت اللواء الغوثی بعثه (تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے ہمیں اس مقدس ذات کے ساتھ دلوں کو جوڑنے کی ہدایت فرمائی جو بندے اور خدا کے درمیان سب سے عظم وسیلہ وذریعہ ہیں یعنی حضور نبی کریم ﷺ اور درود وسلام ہو اس ذات پر جو حسین ترین مطلوب، امور کو درست کرنے کے لئے سب سے جلیل القدر وسیلہ وذریعہ ہیں ایسا درود ہو جو ہمارے عیبوں کے زنگ کو مٹادے اور ہمارے دلوں میں محبوب کی صورت نقش کردے اس حال میں ہم علام الغیوب (غیبوں کو جاننے والی ذات کے لئے توحید کی اور شفیع الذنوب (گناہوں کی شفاعت فرمانے والی ذات) کے لئے سب سے بڑی رسالت کی گواہی دینے والے ہیں۔

درود وسلام بھیجے اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی آل واصحاب پر جو جود وکرم کے واسطے ہیں اللہ کی بارگاہ میں محتاج عبدالمصطفی احمد رضا محمدی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی (اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں ترتیب پیدا فرمائے اور قیامت کے دن حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھنڈے کے نیچے اٹھائے) کہتا ہے۔

رابطہ قائم کرنے کیلیئے مرشد کا تصور کرنا از روئے شرع جائز ہے، اولیاء کرام کی بول چال میں اسے برزخ بھی کہتے ہیں اور یہ صاف دل صوفیاء کرام (اللہ تعالیٰ ان کے کامل رازوں سے ہمیں پاکیزہ فرمائے) میں متقدمین و متاخرین (اگلوں پچھلوں) میں جاری ہے اور ان سے منقول ہے اور ان اولیاء کرام کی بلند رتبہ تصنیفات اور عظمت و شرافت والے مکتوبات اور اسرار و ظائف والے ملفوظات میں کثرت کے ساتھ مذکور اور موجود ہے یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔

ایک نھایت اھم اصول

اس بات کو مضبوطی کے ساتھ تھام لینا چاہیے کہ شریعت کا اصول ہے کہ **دلیل دینا دعوی کرنے والے کے ذمہ ھے** یعنی جو اسے نا جائز کہتا ہے وہ دلیل دے کیونکہ جو اسے جائز مانتا ہے اسے دلیل کی ضرورت نہیں کہ وہ ایک عظیم اصول سے اسے جائز کہتا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ

''جب تک کسی چیز کا ممنوع ہونا ثابت نہ ہو جائے وہ جائز ہوتی ہے''

بعض حضرات جہالت کی وجہ سے یا جان بوجھ کر جاہل بنتے ہوئے دھوکہ کھاتے ہیں یا جان بوجھ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ تم جائز ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہو اور ہم اس جواز کے منکر ہیں لہٰذا اسے جائز ماننے والو تم دلیل دو حالانکہ یہ سخت بے توجہی و غفلت یا دھوکہ اور فریب دہی ہے یا تو ایسے لوگ جانتے نہیں یا جانتے تو ہیں لیکن مانتے نہیں کہ جائز کہنے کا مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کام سے منع نہیں کیا گیا یا یہ مطلب لے لیں کہ اس کام کا نہ تو حکم دیا گیا ہے اور نہ ہی منع کیا گیا۔ تو جو شخص کسی شے کو جائز قرار دے رہا ہے وہ تو صرف اس شے کے بارے میں حکم یا ممانعت کے وارد ہونے کی نفی کرنے والا ہے منکر نہیں ہے اور صرف نفی کرنے والے پر عقلاء اور شرعا دلیل دینا لازم نہیں بلکہ جو شخص کسی چیز کو حرام اور ممنوع کہہ رہا ہے حقیقتاً وہ اس بات کا دعویٰ کرنے والا ہے کہ شریعت نے اس شے سے منع کیا ہے۔ علامہ عبد الغنی نابلسی (علیہ رحمۃ) اپنے رسالے ''الصلح بین الاخوان'' میں

فرماتے ہیں **ولیس الاحتیاط فی الافتراء علی الله تعالیٰ باثبات الحرمة و الکراهة اللذین لا بد لهما من دلیل بل فی الاباحة التی هی الاصل** :۔ ترجمہ:۔ اور حرمت و کراہت ثابت کرکے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے میں احتیاط نہیں ہے حرمت و کراہت ثابت کرنے کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے بلکہ احتیاط تو مباح (جائز) ماننے میں ہے کہ جو اصل ہے۔

علامہ علی مکی (علیہ رحمۃ) اپنے رسالہ اقتداء بالمخاطب میں فرماتے ہیں مــــن

المعلوم ان الاصل فی کل مسئلة هو الصحة واما القول بالفساد و الکراهة فیحتاج الی حجة۔ ترجمہ:۔ یہ بات معلوم ہے کہ ہر مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ وہ جائز ہے اور فساد و کراہت کا قول کرنا دلیل کا محتاج ہے۔ الغرض ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ فقہ میں جو شخص کسی شے کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اس سے منع کرتا ہے علم مناظرہ کی اصطلاح میں وہ مدعی قرار دیا جاتا ہے یہ نہیں کہ جس نے جائز مانا وہ مدعی اور جو ناجائز مانے اسے منکر قرار دے دیا جائے لہٰذا ناجائز قرار دینے والا مدعی ہے اور جائز قرار دینے والا سائل و مدعا علیہ جس سے دلیل کا مطالبہ کرنا پاگل پن یا خود فریبی ہے جائز ماننے والے کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ اس شے کی ممانعت پر شریعت میں کوئی دلیل نہیں علم اصول فقہ کی مشہور کتاب ''مسلم الثبوت'' میں ہے۔ **کل ما عدم فیه المدرك الشرعی للحرج فی فعله و ترکه فذالك مدرك شرعی لحکم الشارع** :۔ ترجمہ:۔ ہر وہ طریقہ جس کے بارے میں شریعت میں کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کوئی واضح دلیل نہیں۔ تو یہ دلیل نہ ہونا ہی اس کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ (اللہ تعالیٰ اسے بخشے) اپنے رسالہ ''**اقامة القیامة علی طاعن القیام النبی القامة**'' اور ''**منیر العین فی حکم تقبیل الا بهامین**'' وغیرہ

میں اس بحث کو واضح کر چکا ہے یہ ان کے علم کی انتہاء ہے لیکن یہ دلیل دینا عقل اور صاحب فضل بزرگوں کے نزدیک ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی بات ہے اور ایسی دلیل پیش نہ کرنا پیش کرنے سے بہتر ہے۔ کسی فعل کے منقول نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اسے کرنا منع ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ کام کیا گیا ہو لیکن منقول نہ ہوا ہو۔ اس کی عام فہم مثال یوں سمجھیں کہ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کا روزانہ پنج وقتہ نماز پڑھنا کہیں منقول نہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آ گیا کہ ان سب نے پڑھی ہی نہیں پس واضح ہوا کہ قرآن وحدیث میں نقل نہ ہونا ممانعت کی دلیل نہیں یونہی کسی کام کا نہ کرنا اس کے ناجائز ہونے کو ثابت نہیں کرتا مثلاً صحابہ کرام نے حدیث کی کتابیں ترتیب سے نہیں لکھیں اس سے یہ لازم نہیں کہ کتابیں لکھنا ناجائز ہے کاش منکرین جائز ہونے کا معنی سمجھتے۔ جواز کا معنی ہے **لم یؤمر به ولم ینه عنه** (نہ اس کا حکم دیا گیا اور نہ اس سے منع کیا گیا)۔

منکرین کا دعویٰ

منکرین کہتے ہیں چونکہ فلاں کام (مثلاً تصور شیخ) کا حکم نہیں دیا گیا لہٰذا یہ ناجائز ہے حالانکہ یہ تو جواز کی تعریف میں آتا ہے تو جائز ہونے کی دلیل ہوئی یا ناجائز ہونے کی؟ جواز کی تعریف کے دو جز ہیں (**لم یومر به**) (اس کا حکم نہیں دیا گیا) (**لم ینه عنه**) (اس سے منع نہیں کیا گیا) تصور شیخ کے ناجائز ہونے پر وہابیہ نے دلیل دی **لم یومر به** (اس کا حکم نہیں دیا گیا) اب خود غور کریں کہ یہ دلیل جائز ہونے کی ہے یا ناجائز ہونے کی؟

ایک منطقی دلیل

جواز کی پوری تعریف عام ہے اور یہ دو جز خاص ہیں خاص کے پائے جانے سے عام (جواز) پایا جائے گا یا ختم ہو جائے گا؟ خاص کا پایا جانا تو عام کے پائے جانے کی دلیل

ہے جیسے انسان کا پایا جانا حیوان کے پائے جانے کی دلیل ہے نہ کہ نہ پائے جانے کی لہٰذا کوئی فعل منقول ہو لیکن اس کے کرنے کا یا نہ کرنے کا حکم نہ ہو یا فعل منقول ہی نہ ہو تو یہ جواز کی تعریف میں داخل ہوگا۔ کہ دونوں صورتوں میں جواز کی تعریف لم یومر بہ ولم ینہ عنہ پائی گئی مگر منکرین اوندھی عقل رکھتے ہیں کہ جواز کی دلیل کو عدم جواز کی دلیل بناتے ہیں وھل ھذا الا بھت بحت اور یہ کتنا حیران کن جھوٹ ہے۔

یہ مذکورہ بحث بھی فقیر نے اپنے رسائل مذکورہ (اقامۃ القامۃ اور منیر العین) اور رسالہ انھار الانوار من یم صلوۃ الاسرار اور رسالہ سرور العید السعید فی حل الدعا بعد صلوۃ العید وغیرھا میں تمام کردی اوران بحثوں کی بہترین تحقیق و تفصیل خاتم المحققین، امام المدققین، علم العلماء لکرام، سیف السنۃ، علم الاسلام سیدنا عبد الوالد مولانا نقی علی خان قدس سرہ الماجد نے اپنی کتاب ''اذاقۃ الاثام لما نعی عمل المولدو القیام'' اور اپنی دوسری عظیم الشان کتاب ''اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد'' میں بیان فرمائی ہے۔ ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔

منکرین کے دعوے کو مان لیا جائے تو اب وہابیوں کے اصول یعنی وہابیوں کی اس دلیل کو کہ جس شے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ منقول نہیں وہ نا جائز ہے تو یہ ایک تصور شیخ ہی کیا اکابر اولیائے کرام میں شروع سے اب تک جو وظائف و اعمال اور اشغال واذکار رائج ہے اور جو کچھ ان کا معمول رہا وہ سب کا سب بری بدعت اور حرام وممنوع قرار پائے گا۔ کیونکہ ان میں بہت سے تو کلی طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ و تابعین علیہم الرضوان سے ثابت نہیں اور بہت سے وہ ہیں کہ جن کے مخصوص طریقے مخصوص انداز منقول نہیں لیکن بد بخت منکرین سے کچھ بعید نہیں کہ فرمان الٰہی حدیث قدسی من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب (جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی میں اسے اعلان جنگ کرتا ہوں) کو

بھول کر نہایت ڈھٹائی و بے حیائی کے ساتھ اولیاء کرام کے معمولات و وظائف کو بدعت اور حرام قرار دے دیں اور طریقت کے ستونوں اور حقیقت کے ان بادشاہوں (اولیاء کرام) کو بدعتیں ایجاد کرنے والے اور برائیاں رائج کرنے والے قرار دے دیں۔ یہ کہہ دینا ان وہابیوں، دیوبندیوں کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ **قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر** :۔ ترجمہ: تحقیق ان کے مونہوں سے بغض ظاہر ہو چکا اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

لیکن یہ یاد رہے۔ کہ وہابیوں کو یہ قاعدہ مان کر اپنے گھر والوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا پڑے گا۔

(1) ذرا امام الطائفہ (دیوبندی وہابی ٹولے کے امام) اسماعیل دہلوی کے نسب کے اعتبار سے دادا، شاگردی کے اعتبار سے دادا اور بیعت کے اعتبار سے پردادا یعنی جناب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سن لو کیسا کھلا اقرار فرماتے ہیں۔ "**صحبتنا متصلة الی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم وان لم یثبت تعین الا داب ولا تلك الا شغال اه ملخصا**" ترجمہ:۔ ہماری صحبت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہے اگرچہ خاص یہ آداب و اشغال ثابت نہیں اسی میں ہے۔

لا تظنن النسبة لا تحصل الا بهذا الاشغال بل هذا طریق لتحصلیها من غیر معر فیها و غالب الر ای عند ی ان الصحابة و التابعین کانوا یحصلون السکینة بطرق اخری ترجمہ:۔ یہ نہ سمجھنا کہ نسبت بس انہی اشغال سے حاصل ہوتی ہے بلکہ اس کی تحصیل کے کئی طریقے ہیں۔ انہی افعال پر منحصر نہیں اور میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور ہی طریقوں سے نسبت حاصل فرماتے ہیں۔

(2) وہابیہ کے تیسرے معلم مولوی خرم علی صاحب **نصیحة المسلمین قول**

الجمیل کے ترجمے شفاء العلیل میں اس کے بعد لکھتے ہیں۔ ''مترجم کہتا ہے مصنف محقق (شاہ ولی اللہ صاحب) نے کلام دل پذیر (دل پسند) اور تحقیق عدیم النظیر (بے مثل) سے شبہات ناقصین (اعتراض کرنے والوں کے شبہات) کو جڑ سے اکھاڑ دیا بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ مخصوص وظائف صحابہ تابعین کے زمانے میں نہ تھے تو بدعت سیئہ (بری ایجاد) ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس امر (کام، مقصد) کے واسطے اولیائے طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ اشغال مقرر کیے ہیں وہ امر زمانہ رسالت سے اب تک برابر چلا آرہا ہے گو اگرچہ طرق اس کی تحصیل (اس کو حاصل کرنے) کے مختلف ہیں۔ فی الواقع (حقیقتاً) اولیائے طریقت مجتہدین شریعت جیسے ائمہ اربعہ کے مانند ہیں مجتہدین شریعت نے استنباط احکام ظاہر شریعت (ظاہری شریعت کے احکام معلوم کرنے) کے اصول ٹھہرائے (بنائے) اولیائے طریقت نے باطن شریعت (شریعت کے خفیہ شعبے) کی تحصیل کے جس کو طریقت کہتے ہیں قواعد مقرر فرمائے تو یہاں بدعت سیئہ کا گمان سراسر غلط ہے۔

ہاں یہ البتہ ہے کہ حضرات صحابہ علیہم الرضوان کو بسبب صفائی طبیعت (طبیعت و فطرت کے صاف و پاک ہونے کی وجہ سے) اور حضور خورشید رسالت (اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں) تحصیل نسبت (نسبت حاصل کرنے میں) اشغال وظائف کی حاجت نہ تھی بخلاف متاخرین (بعد میں آنے والوں) کے کہ ان کو بسبب بعد زمان رسالت زمانہ رسالت کے دور ہونے کی وجہ سے البتہ اشغال مذکورہ کی حاجت ہوئی جیسے صحابہ کرام کو قرآن و حدیث کے فہم میں قواعد صرف ونحو کے دریافت کی حاجت نہ تھی اور اہل عجم (غیر عرب) اور بالفعل کے موجودہ زمانے (عرب) اس کے محتاج ہیں۔ ''و اللہ اعلم''

(3) امام الطائفہ اسمعیل دہلوی کے نسبتی اعتبار سے چچا علم کے اعتبار سے باپ اور طریقت کے اعتبار سے دادا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب "قول الجمیل" کے حاشیہ میں فرماتے ہیں اس طرح پیشوایان طریقت نے جلسات وہیئات (مخصوص انداز وطریقے) واسطے اذکار مخصوصہ کے (مخصوص اذکار کے لئے) ایجاد کئے ہیں مناسبات خفیہ (پوشیدہ مناسبتوں) کے سبب سے جن کو مرد صاف الدین (دین میں اپنے معاملات کو درست رکھنے والا) اور علوم حقہ (سچے علوم) کا عالم دریافت کرتا ہے (الی قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

مولوی خرم علی بلہوری اپنے ترجمے کے ساتھ اسے نقل کر کے کہتے ہیں یعنی ایسے امور کو مخالف شرع (خلاف شریعت) یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔

(4) مرزا مظہر جانِ جاناں صاحب (جنہیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ قیم طریقہ احمدیہ وداعی سنت نبویہ ومتجلی بانواع فضائل وفواضل کہا) اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں "مراقبات باطوار معمولہ کہ درقرون متاخرہ رواج یافتہ از کتاب وسنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام واعلام از مبدء فیاض اخذ نمودہ اند شرع ازاں ساکت وداخل دائرہ اباحت"

ترجمہ:۔ مخصوص طریقوں سے کئے جانے والے مراقبات جو بعد کے زمانے میں رواج پکڑ گئے ہیں کتاب وسنت سے ماخوذ نہیں ہیں بلکہ مشائخ کرام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے الہام اور اعلام (بتانے) کے ذریعے سے اختیار کئے ہیں شریعت ان معمولات و وظائف کے بارے میں خاموش ہے اور یہ مراقبات اباحت (جواز) کے دائرے میں داخل ہیں"۔

(5)　انہیں مرزا مظہر جان جاناں کے ملفوظات میں ہے ''حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ طریقہ نو بیان نمودہ اند'' (حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیا طریقہ بیان فرمایا ہے) اس میں ہے ''حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقہ جدیدہ بیان نمودہ اند (حضرت شاہ ولی اللہ نے جدید طریقہ بیان فرمایا ہے۔

اب ان حوالوں کو یاد رکھئے اور دیکھیں کہ وہابیت کے پورے تو جب ہیں کہ آنکھیں بند کر کے اپنے ان بزرگوں کو بھی بدعتی کہہ بھاگیں۔ ورنہ یہ تو سراسر ظلم وستم اور سینہ زوری ہے کہ بڑے بڑے محبوبان خدا جو کئی صدیوں سے یہ افعال کرتے چلے آ رہے ہیں وہ سب معاذ اللہ بدعت ایجاد کرنے کے مجرم اور ایرے غیرے ٹھہرائے جائیں اور جن کے ہم نے حوالے دیئے ہیں ان پر کوئی آنچ اس وجہ سے نہ آئے کہ ان کا تعلق اسمٰعیل دہلوی کے ساتھ بنتا ہے یہ دین تو نہ ہوا دھینگا مشتی ہوئی۔ اے حضرت یہ سب تو ایک طرف رہا اب ذرا امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کی خبر لیجئے وہ سر بازار اپنا اور اپنے پیر و مرشد کا بدعتی اور مخترع فی الدین (دین میں منگھڑت چیزیں لانے والا) ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔ صراط مستقیم میں لکھتا ہے:

(6)　اشغال مناسبہ ہر وقت ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند ولھذا محققین ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناء علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعین کردہ شود

''ہر وقت کے مناسب اشغال و وظائف اور ہر زمانے کے مناسب ریاضتیں اور عبادتیں جدا جدا ہوتی ہیں اس لئے مختلف سلاسل کے بڑے بڑے محققین اولیاء نئے نئے وظائف بنانے میں کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس بنا پر وقت کے تقاضا کے پیش نظر مصلحت

دیکھتے ہوئے اس کتاب صراط مستقیم کا ایک باب اس وقت کے مناسب جدید اشغال کے لئے متعین رکھا ہے''۔

خدارا ذرا ہٹ دھرمی کی نہیں خدالگتی کہو نہ صرف اشغال بلکہ بدعت کی تعریف کی ساری بحث کا یہیں خاتمہ ہو گیا اب کیا ہوئے وہ فتوی جن میں کسی فعل کے جواز کیلئے قرون ثلثہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ وتابعین کے زمانے) کی تخصیص پر جابرانہ اصرار کیا جاتا تھا اب بات بات پر من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد ترجمہ: جو ہمارے دین کے معاملہ میں وہ چیز ایجاد کرے جو دین سے نہیں تو وہ مردود ہے اور کل بدعة ضلالة و کل ضلا لة فی النار ترجمہ: ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔ ان حدیثوں کا تذکرہ کیا گیا امام الوہابیہ اور اس کے پیشوا شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا مظہر جان جاناں وغیرھا تیرھویں صدی میں بیٹھے خاص دین کے عظیم ترین معاملے عبادات اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے کے طریقوں میں نئی نئی باتیں گڑھ رہے ہیں۔ جن کا اُنہیں خود اقرار ہے کہ تین زمانے (نبی کریم علیہ السلام، صحابہ تابعین کے زمانے) ہی نہیں تین تین چھ اور چھ چھ بارہ زمانوں تک کوئی نام ونشان نہیں ہے لیکن نہ وہ بدعتی ٹھہرتے ہیں اور نہ ان کے اصل ایمان خلل آتا ہے نہ ان کے لئے ''اصحاب البدع کلاب اھل النار '' (بدعتی جہنمیوں کے کتے ہیں) پڑھا جاتا ہے۔ نہ یہ باتیں مردود اور گمراہی اور فی النار شمار کی جاتی ہیں۔ یہ یجوز للوھابی مالا یجوز لغیرہ (وہابی کے لئے وہ سب جائز ہے جو دوسروں کے لئے ناجائز ہے) کا فتوی کہاں سے آیا اب اسے کیا کہیے مگر یہ کہ ''اذالم تستحی فاصنع ماشئت'' (جب تیری حیا ختم ہو جائے تو جو چاہے کر) مولیٰ عزوجل ان وہابیوں، تبلیغیوں کو ہدایت دے۔ آمین۔

چند اہم عبارات

خیر یہ بات دور پہنچی خاص اسی تصور شیخ کے متعلق چند اکابر علمائے کرام رحمہم اللہ کی عبارتیں حاضر کرتا ہوں لیکن میں نے خود حضرات اولیاء قدست اسراھم کے ارشادت پیش نہیں کئے اس لئے کہ اولا بالکل ظاہر ہے کہ کہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیھم نے ہی ان افعال کو ایجاد کیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ تصور شیخ کا طریقہ بڑے بڑے اولیاء کرام کا معمول رہا ہے اور ان کی تصانیف میں بہت جگہ اس کا واضح بیان موجود ہے البتہ اولیائے کرام رحمہم اللہ کے ارشادات ذکر نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ شاید ان کے ارشادات منکر متعصب کو نفع بھی نہ دیں بلکہ شاید کیا یقیناً اولیاء کرام کے ارشادات انہیں نفع نہ دیں گے کہ منکر خود بھی اولیاء کرام کے قول وفعل سے اس تصور شیخ کے ثبوت پر مطلع ہے پھر بھی اس کا انکار کرتا ہے اور اس کو باطل وگمراہی قرار دینے کا دعویدار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں ہند کے شیخ عاشق المصطفی، وارث انبیاء (علوم انبیاء کے وارث) ناصر الاولیاء حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ القوی پر کہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں وآنچہ مروی ومحکی است از مشائخ اھل کشف در استمد اد از ارواح کمل واستفادہ ازاں خارج از حصر ست و درکتب ورسائل ایشاں ومشھورست میان ایشاں وحاجت نیست کہ آں راذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سو نکند اور اکلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک'' ترجمہ:۔ اہل کشف مشائخ سے کاملین کی روحوں سے مدد طلب کرنا اور ان سے فائدہ حاصل کرنا اس قدر کثرت سے مروی ہے کہ شمار سے باہر ہے۔ اور ان مشائخ کی کتابوں اور رسالوں میں مذکور ہے اور ان کے درمیان یہ بات مشہور ہے اور ان بزرگوں کے اقوال کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں اور شاید کے منکر متعصب کو ان کے ارشادات مبارکہ سے کوئی فائدہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اس بے ادبی سے عافیت میں رکھے۔

افسوس مدعیان حقانیت (سچے ہونے کا دعوی کرنے والے) منکرین کی حالت یہاں تک پہنچی کہ بندگان خدا مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے بزرگ رحمۃ اللہ علیہ محبوبان خدا اولیاء کرام کے کلام ان کے سامنے پیش کرنا فضول اور بے فائدہ سمجھتے ہیں بلکہ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے مقابلے میں اور بھی گستاخیوں پر نہ اتر آئیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام باتوں سے محفوظ فرمائے لہٰذا میں صرف علماء کرام رحمھم اللہ کے اقوال پیش کروں گا جن کے مانے بغیر منکرین کو چارہ نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک عبارت تو سائل نے سوال میں نقل کی جس کے ترجمہ میں وہابیوں کے تیسرے معلم "شفاء العلیل" میں یوں کہتے ہیں جب مرشد اس کے پاس نہ ہوتو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے بطریق محبت اور تعظیم کے تو اس (مرشد) کی خیالی صورت وہ فائدہ دے گی جو اس کی صحبت فائدہ دیتی ہے پس مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا مولانا نے فرمایا حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ تر قریب ہے۔ انتہی اب کون کہے کہ شاہ صاحب یہ وہی راہ ہے جسے کچھ دنوں بعد آپ کے قریب گھر والے ٹھیٹ پکی بت پرستی قرار دینگے۔ شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ میں فرماتے ہیں۔

(7) الطریق الثالث طریق الر ابطة با لشیخ الی ان قال ینبغی ان تحفظ صورته فی الخیال و تتوجه الی القلب الصنوبری حتی تحصل الغیبة والفناء عن النفس: یعنی خدا تک پہنچنے کی تیسری راہ شیخ کے ساتھ رابطہ کا طریقہ ہے چاہئے کہ اس کی صورت اپنے خیال میں محفوظ رکھ کر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو۔ یہاں تک کہ اپنے نفس میں غیبت وفنا حاصل ہو۔

(8) ان وقفت عن الترقی فینبغی ان تجعل صورة الشیخ علی کتفك الا یمن و تعتبر من کتفك الی قلبك امرا ممتد او تاتی با لشیخ علی ذالك الامر الممتد وتجعله فی قلبك فانه یر جی لك بذالك حصول الغیبة والفنا: یعنی اگر تو ترقی سے رک رہے تو یوں چاہئے کہ صورت

شیخ کو اپنے داہنے کندھے پر خیال کر لے اور کندھے سے دل تک ایک جگہ فرض کرے اور اس پر صورت شیخ کو لا کر اپنے دل میں رکھے کہ اس سے تیرے لیے غیبت وفنا ملنے کی امید ہے۔

یہ عبارتیں شاہ ولی اللہ صاحب نے رسالہ تاجیہ نقشبندیہ سے نقل کیں جن کی نسبت لکھا کہ حضرت والد بزرگ وار یعنی شاہ عبدالرحیم صاحب اسے بہت پسند فرماتے ہیں اور مریدوں کو اسی کے مسلک (طریقے) پر چلاتے اسی میں یہ بھی لکھا کہ:

(9) اگر مرشد سے جدائی دراز ہو تو اپنے تربیت کرنے والے مرشد کی صورت خیال میں حاضر کرا امید ہے کہ اس کی برکت سے جدائی ملاپ میں بدل جائے گی۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی اسی کتاب ''انتباہ'' میں رسالہ عزیزیہ سے جس کی اجازت اپنے والد ماجد سے پائی لکھا۔

(10) ''صورت مرشد پیش خود تصور کردہ بعد ذکر گوید الرفیق ثم الطریق در حق ایشاں و برائے نفی خواطر نفسانی وھواجس شیطانی ووساوس ظلمانی اثرے تمام وارد:۔

ترجمہ:۔ شیخ کی صورت کا تصور اپنے سامنے کرے اس کے بعد ذکر کرے پہلے دوست پکڑو پھر سفر کرو کا مقولہ انہیں لوگوں کے حق میں وارد ہے اور یہ تصور شیخ نفسانی وسوسوں اور شیطانی حملوں اور تاریکی کے خوف کو دور کرنے کے لئے بہت موثر چیز ہے اسی انتباہ میں رسالہ عزیزیہ سے لکھا۔

(11) ''بلکہ حضرت سلطان الموحدین برھان العاشقین حجۃ المتکلمین شیخ جلال الحق و الشرع والدین مخدوم مولانا قاضی خان یوسف ناصحی قدس سرہ العزیز چنیں مے فرمودند کہ صورت مرشد کہ ظاہر دیدہ می شود مشاھدہ حق سبحانہ وتعالیٰ ست در پردہ آب وگل کہ ان اللہ خلق آدم علی صورۃ الرحمن من رانی فقدرای الحق درحق او درست شدہ:۔ ترجمہ بلکہ مخدوم مولانا قاضی خان یوسف ناصحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح

فرماتے ہیں کہ شیخ کی صورت جو ظاہر میں ہم دیکھتے ہیں یہ جسم انسانی کے پردے میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہے اور شیخ کی صورت جو خلوت میں دیکھتے ہیں یہ جسم انسانی کے پردے کے بغیر اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہے کیونکہ حدیث ''اللہ تعالیٰ نے آدم کو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا اور حدیث نبوی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا'' یہ حدیثیں پیر کے حق میں درست ہیں۔

(12) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں آیت مبارکہ (**واذکر اسم ربك**) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی یاد کن نام پروردگار خود را بر سبیل دوام در ہر وقت و ہر شغل خواہ بزبان خواہ بقلب خواہ بروح خواہ بہ سر خواہ بخفی خواہ باخفی خواہ بنفس خواہ ذکر یک ضربی خواہ دوضربی خواہ بجس نفس خواہ بے جس خواہ بدوں برزخ خواہ با برزخ الی غیر ذالك من الخصوصیات التی استنبطها الماهرون من اهل الطرائق و تعین احد الشقین ازیں خصوصیات مذکورہ مفوض بصوابدید شیخ و مرشد ست کہ بحسب حال ہر چہ را اصلح داند تلقین فرماید چنانچہ دو آیت دیگر فرمودہ **فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون اه ملتقطا۔**

(ترجمہ اپنے پروردگار کے نام کو ہمیشہ ہر وقت اور ہر کام میں یاد رکھ خواہ زبان کے ساتھ، خواہ دل کے ساتھ، خواہ روح کے ساتھ، خواہ لطیفہ سر کے ساتھ، خواہ لطیفہ خفی کے ساتھ، خواہ لطیفہ اخفی کے ساتھ، خواہ لطیفہ نفس کے ساتھ، خواہ ذکر یک ضربی ہو، خواہ دو ضربی، خواہ سانس بند کر کے ہو یا بغیر سانس روکے، خواہ تصور شیخ کے ساتھ ہو یا تصور شیخ کے بغیر یا اس کے علاوہ دوسرے کسی طریقے سے اور کسی ایک صورت کا متعین کرنا پیر و مرشد کی مرضی پر ہے کہ جو مرید کے لئے زیادہ بہتر جانے اس کی تلقین کر دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے ''ذکر والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے''۔

اس عبارت سے جیسا تصورِ شیخ کا جائز ہونا ثابت ہوا اس کے علاوہ اور بھی بہت سے جلیل القدر فائدے حاصل ہوئے مثلاً

(1) تصورِ شیخ کے ساتھ ذکر کرنا قرآن مجید کی آیت کے حکم کے تحت داخل ہے۔

(2) ذکر کرنے پر قرآن مجید میں جو عظیم ترغیبیں آئی ہیں وہ ترغیبیں اس تصورِ شیخ والے ذکر کے لئے بھی ثابت ہونگی گویا قرآن عظیم بھی تصورِ شیخ کی ترغیب دلا رہا ہے۔

(3) وہ حکم جس میں کوئی قید بیان نہ ہو اس میں اپنی طرف سے کچھ کمی زیادتی کی اجازت نہیں اور اس کا حکم اس کی تمام صورتوں میں جاری رہے گا چنانچہ یہ حکم کہ اپنے رب کا نام تذکرہ کرو ہر قید سے آزاد ہے جس طرح چاہے ذکر کیا جائے ثواب ہوگا۔ کیونکہ شریعت میں مطلق کام کی اجازت ہی اس کی تمام صورتوں کی اجازت کے لئے کافی ہوگی۔ جس کے بعد خاص خاص صورتوں کے لئے خاص دلیلوں کی حاجت نہیں اصول فقہ کی اصطلاح میں جسے مطلق کہتے ہیں اسے منطق والا مطلق سمجھنا خطا اور غلطی ہے۔

(4) نیک بات میں اگر چند مخصوص چیزیں شامل ہو جایں تو وہ بری نہیں جب تک اس مجموعی چیز میں ممانعت کی وجہ شرع سے ثابت نہ ہو مثلاً ذکر الٰہی نیک چیز ہے کوئی شخص روزانہ فجر سے پہلے دوزانو بیٹھ کر ایک تسبیح خانہ کعبہ کی سمت منہ کر کے پڑھے تو جائز ہے حالانکہ اس نے ذکر الٰہی کے ساتھ (۱) قبل از فجر (۲) روزانہ (۳) بیٹھ کر (۴) دوزانو ہو کر (۵) ایک ہی تسبیح (٦) خانہ کعبہ کی سمت منہ کرنا۔ یہ چھ امور مزید شامل کر لئے لیکن چونکہ اس میں کوئی ناجائز چیز پیدا نہیں ہوئی لٰہذا یہ جائز ہے یونہی تصورِ شیخ ہے کہ اس سے کوئی چیز ناجائز نہیں بنی لٰہذا وہ جائز ہے اور مجموعہ کے ممنوع ہونے کی مثال کوئی آدمی بیت الخلاء میں جا کر ذکر کرتا ہے اگرچہ ذکر کرنا جائز بیت الخلاء میں جانا جائز لیکن مجموعہ ایسا ہے جس سے شرع نے منع کیا کہ ناپاک جگہ ذکر الٰہی منع ہے۔

(5) جو شخص کسی چیز کو جائز مانتا ہے اس کے لئے اسی قدر کافی کہ یہ خاص صورت مطلق کے تحت داخل ہے جو اسے ممنوع بتاتا ہے وہ مدعی ہے اسی خاص صورت سے ممانعت شریعت سے ثابت کرے۔

(6) عبادت کی مخصوص صورتیں شریعت کے بتانے پر موقوف ہیں لہٰذا چلنے اور رکنے دونوں میں شرع مطہر کا اتباع (پیروی) واجب ہے جہاں شریعت رک جائے ہم آگے نہ بڑھیں گے اور جہاں وہ آگے چلے وہاں ہم رکیں گے نہیں تو اپنی طرف سے قرآن مجید کے مطلق بے قید حکم کو مقید قید والا بنا دینا اور مقید کو مطلق بنا دینا منع ہے جس طرح شریعت نے ایک مخصوص طریقے میں عبادت کے کسی طریقے کو منحصر کر دیا ہو تو وہاں دوسرا طریقہ بنانا خلاف شریعت ہے یونہی جہاں شریعت نے کسی خاص طریقے میں منحصر نہ کیا ہوگا بلکہ اس کام کی ہر طرح سے اجازت دی ہو وہاں پر اس کھلی اجازت کو خاص صورتوں میں منحصر کر دینا ناجائز ہے۔

عبادات الٰہیہ کے توقیفی یعنی شرع پر موقوف ہونے کے یہی معنی ہیں۔ یہ نہیں کہ عبادت خلاف قیاس غیر معقول (عقل میں نہ آنے والی چیز) ہے لہٰذا اپنے مورد (خاص صورتوں) پر بندر ہے گی جیسے نواب صدیق حسن بھوپالی وہابی نے گمان کیا اس کی مثال یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی مدد کا حکم دیا یہ حکم بغیر قید کے ہے خواہ کوئی پانی پلا کر مدد کرے یا کھانا کھلا کر یا شفاخانہ کھول کر یا ہسپتال بنا کر یا راستے سے تکلیف دہ چیز اٹھا کر یا بیٹھنے کی جگہ درخت یا سائبان لگا کر ہر طریقہ جائز، یونہی درود شریف پڑھنے کا حکم مطلق دیا خواہ کوئی بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر، صبح پڑھے یا شام، گھر میں پڑھے یا باہر، نماز سے پہلے پڑھے یا بعد، اذان سے پہلے پڑھے یا بعد، آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے، تنہا پڑھے یا دوسروں کے ساتھ جمع ہو کر، شریعت نے درود پڑھنے کو کسی خاص صورت کے ساتھ مقید نہیں

کیا، لہٰذا شریعت نے حکم مطلق رکھا اور قید نہیں لکھا لگائی تو وہابیوں دیوبندیوں اور تبلیغیوں کا قید لگانا ناجائز اور باطل ومردود ہے۔

(7) بدعت کی وہابیانہ تعریف وتفسیر کہ ''جو بات زمانہ اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھی کہ جو کام صحابہ نے نہ کیا یا جو کچھ قرون ثلثہ زمانہ نبوی صحابہ تابعین میں نہ تھا وہ بدعت ہے جب کہ ان سب وہابیوں نے مختلف الفاظ وانداز میں یہی تعریف کی ہے تو یہ تعریفیں سب باطل اور جھوٹی ہیں''۔

بدعت کی تعریف

(8) بدعت کی دو اعتبار سے تعریفیں ہیں۔

(1) ہر وہ کام جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا وہ بدعت یعنی نئی چیز ہے اس تعریف کو لیں تو حدیث کل بدعة ضلالة ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔ عام نہیں بلکہ ایسا عام ہے جس سے بعض صورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے کیوں کہ مدارس دینیہ کتب حدیث جمع قرآن ہزار ہا طریقے اس تعریف کے مطابق بدعت تو ہیں مگر گمراہی نہیں بلکہ بہت اچھے ہیں معلوم ہوا کہ حدیث میں وہ عموماً ہیں جن میں بہت سی صورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

بدعت کی دوسری تعریف ہے ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترجمہ:۔ ہر وہ چیز جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والے حق کے خلاف ایجاد کی جائے اگر یہ تعریف لیں تو اس میں کسی کام کا استثنا نہیں کیونکہ ہر وہ طریقہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہو وہ باطل ہے پہلی تعریف کو لغوی اور دوسری تعریف کو شرعی کہتے ہیں وہابیوں نے عجیب کھچڑی پکائی کہ آدھی تعریف تو پہلی لے لی کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور حکم نیچے سے لے لیا کہ ہر نئی چیز ناجائز

ہے یہ خاص ایجاد انہی نجدی حضرات کی ہے جس پر شریعت سے بالکل کوئی دلیل نہیں اور جس کی بناء پر شاہ عبدالعزیز اور شاہ ولی اللہ صاحب سے ہزار برس تک کے شریعت کے امام اور طریقت کے سردار یا ہزاروں تابعین بدعتی قرار پائے۔

بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ راستہ جاننے اور دیکھنے والے پیر سے اس کا کوئی چارہ حاصل کیا جائے اور وہ چارہ تصور شیخ ہے پس طالب راہ ابتداء میں پیر کے آئینہ کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتا۔ مکتوبات کی جلد دوم میں ہے۔

(15) نسبت رابطہ هموارہ شمارا با صاحب رابطہ می دارة و واسطہ فیض انعکاسی می شود شکر این نعمت عظمی بجا باید آورد:۔ ترجمہ تصور شیخ کی وجہ سے مرشد سے تعلق قائم رہتا ہے اور یہ تصور فیوض ملنے کا ذریعہ ہے اس نعمت عظمیٰ کے حصول پر شکر بجالانا چاہیے۔

(16) جلد سوم میں لکھا ہے

پرسیدہ بودند کہ لم این چیست کہ چودر نسبت رابطہ فتور میرود در اتیان سائر طاعات التذاذ نمی یابد بد انند کہ همان وجهیکہ بسبب فتور رابطہ گشتہ است مانع التذاذ ست (الی قول) استغفار بامدغود تابکرم اللہ سبحانہ اثر آن مرتفع گردد:۔ انہوں نے سوال کیا کہ اس بات میں کیا راز ہے کہ جب تصور شیخ میں فتور آتا ہے تو تمام عبادتوں میں لذت حاصل نہیں ہوتی وہ جانیں کہ وجہ یہ ہے کہ رابطہ شیخ میں فتور آنا عبادتوں کی لذت حاصل ہونے میں رکاوٹ ہے۔ استغفار کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کا اثر اٹھ جائے۔

ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو جائے جو انہوں نے مکتوبات کی جلد دوم مکتوب سیم میں فرمایا ہے۔

(17) "خواجہ محمد اشرف درزش نسبت رابطہ رانو نسبت بودند کہ سجدے اسیلا یا فتہ است کہ در صلوات آں رامسجود خود می دانر و می بیند و اگر فرضاً نفی کند منتفی نمیگرد دد محبت اطوار ایں دولت متمنائے طلاب است از ھزاراں یکے را مگر بدھند صاحب ایں معاملہ مستعدتام المناسبة سبب یحتمل کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات اور اجذب نماید رابطہ را چریب نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجود لہ چرا محارب و مساجد رانفی نکنند ظھور این قسم دولت سعادت منداں را میسر است تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند و در رنگ جماعہ بے دولت کہ خودرا مستغنی دانند و قبلہ توجہ از شیخ خود منحرف سازند و معاملہ خودرا برھم زنند" ترجمہ:۔ خواجہ محمد اشرف نے لکھا تھا کہ رابطے کی نسبت یہاں غالب ہوگئی ہے کہ نمازوں میں اسے مسجود جانتا اور دیکھتا ہوں اگر بالفرض اس کو دور بھی کرنا چاہتا ہوں تو نہیں ہوسکتا ہم نے جواب دیا یعنی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اے محبّ محترم! طالبان حق اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے اور شیخ مقتدا کی قلیل صحبت سے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو رابطہ مسجود

الیہ ہے نہ مسجودلہ محرابوں کی اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے اس قسم کی دولت سعادت مندوں کو نصیب ہوتی ہے تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ سمجھیں اور تمام اوقات اسی طرف متوجہ رہیں۔ نہ ان بد بخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں اور توجہ کے مرکز کو اپنے شیخ کی طرف پھیر لیتے ہیں۔

الحمدللہ! اس واضح مفہوم والی عبارت کا ایک ایک لفظ نجدیت کی جڑیں اکھیڑ دینے والا ہے۔

اب ہم علماء کی عبارات پر آتے ہیں پاکیزہ کتاب "حدائق الانوار فی الصلوۃ والسلام علی النبی المختار" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱۹) الحدیقۃ الخامسۃ فی الثمرات التی یجتنبھا العبد بالصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والفوائد التی یکتسبھا و یفتنبھا یعنی پانچواں حدیقہ ان پھولوں کے بیان میں جنہیں بندہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر چنتا ہے اور ان فائدوں کے بارے میں جنہیں درود کی برکت سے حاصل کرتا ہے پھر چالیس فائدے گنوا کر کہتے ہیں۔

(20) الاحدی والاربعون من اعظم الثمرات واجل الفوائد المکتسبات بالصلوۃ علیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انطباع صورتہ الکریمۃ فی النفس:۔ وہ فائدہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیج کر حاصل کرتے ہیں ان جلیل القدر فائدوں میں سے ایک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا دل میں نقش ہونا ہے۔

(21) امام ابوعبداللہ ساحلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیۃ السالک میں فرماتے ہیں

ان من اعظم الثمرات واجل الفوائد المکتسبات با لصلوۃ علیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انطباع صورتہ

الکریمة فی النفس انطبا عاثابتا متا صلا متصلا وذالک بالمداومة علی الصلوٰة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باخلاص القصد و تحصیل الشروط والاداب و تدبر المعانی حتی یتمکن حب من الباطن تمکنا صادقا خالصا یصل بین نفس الذاکر و نفس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویؤلف بینھما فی محل القرب والصفا:

ثمرات وفوائد کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیج کر حاصل کئے جاتے ہیں (ان کے اعظم واجل سب سے عظیم اور جلیل القدر) ہے یہ کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا پائیدار و مستحکم ودائمی نقش دل میں ہوجائے یہ یوں حاصل ہوتا ہے کہ خالص نیت اور شرائط وآداب کی رعایت اور معانی میں غور وفکر کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہمیشگی اختیار کرے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ایسے سچے خالص طور پر دل میں جم جائے جس سے درود بھیجنے والے کے نفس کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نفس مبارک سے ملاقات اور قرب اور صفائی قلب کے مقام میں باہم الفت حاصل ہو۔

(22) علامہ فاسی محمد بن احمد علی قصری رحمۃ اللہ علیہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرماتے ہیں: قد ذکر بعض من تکلم علی الاذکار و کیفیة التربیة بھا انه اذا کمل لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فلیشخص بین عینیه ذاته الکریمة بشریة من نور فی ثیاب من نور یعنی لتنطلع صورته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی روحانیته و یتالف معھا تالفا یتمکن به من الاستفادة من اسراره والاقتباس من انواره صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال فان لم یرزق

تشخص صورة فیری کانه جالس عند قبره المبارك یشیر الیه متی ما ذکره فان القلب متی ماشغله شئی امتنع من قبول غیره فی الوقت الی آخر کلامه فیحتاج الی تصویر الروضة المشرفته والقبور المقدسة لیعرف صورتها ویشخصها بین عینیه من لم یعرف من المصلین علیه فی هذا الکتب وهم عامة الناس وجمهور هم اه ملخصا یعنی بعض علماء جنھوں نے اذکار اوران سے مریدین کی تربیت کی کیفیت بیان کی فرماتے ہیں:

جب لا اله الله محمد رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کامل ہو جائے تو چاہیے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت اس کے آئینہ روح میں نقش ہو جائے اور وہ الفت پیدا ہو جائے جس کے سبب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسرار سے فائدہ حاصل کر سکے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار سے کچھ نور چن سکے وہی عالم فرماتے ہیں جسے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور میسر نہ ہو وہ یہ خیال جمائے کہ گویا مزار مبارک کے سامنے حاضر ہے اور ہر بار ذکر شریف کے ساتھ مزار اقدس کی طرف اشارہ کرتا رہے یہ اس لئے کہ دل میں ایک تصور جم جائے تو اس وقت دوسری کسی شے کو قبول نہیں کرتا"۔

اسے نقل کر کے علامہ فاسی فرماتے ہیں جب یہ بات ٹھہری تو روضہ مطہرہ قبر انور کی تصویر بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جن "دلائل الخیرات" پڑھنے والوں کو ان کا نقشہ معلوم نہیں۔ اور اکثر لوگ ایسے ہی ہیں تو انھیں تصور جمانے میں آسانی ہو شیخ عبدالحق محدث قدس سرہ جذب القلوب الی دیار المحبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کتاب "ترغیب اهل السعادت" میں فرماتے ہیں:

(23) "از فوائد صلوۃ بر سید کائنات علیه افضل الصلوۃ است تمثل خیال وے صلی الله علیه وسلم درعین که لازم کثرت صلوۃ ست بانعت حضور و توجه اللهم صلی وسلم علیه" اھ ملتقطا

حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے فوائد میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال مبارک آنکھوں میں بس جاتا ہے جو کہ کثرت درود کو لازم ہے جب کہ درود شریف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف اور درود کے معنی پر توجہ کے ساتھ ہو۔

امام محمد بن الحاج عبدری مکی قدس سرہ "مدخل" میں فرماتے ہیں۔

(24) من لم یقدر له بزیارته صلی الله تعالی علیه وسلم بجسمه فلینوها کل وقت بقلبه و لیحضر قلبه انه حاضر بین یدیه متشفعا الی من منّ به علیه کما قال الامام ابو محمد بن السید البطلیوسی رحمۃ الله تعالی علیه فی رقعته التی ارسلها الیه صلی الله تعالی علیه وسلم من ابیات الیک

اخر من زللی و ذنبی وانت اذالقیت الله حسبی
وزورة قبرک المحجوج قدما
مناى و بغیتی ولو شاء ربی جان احرم زیارته
بجسمی فلم احرم زیارته بقلبی الیک غدت رسول
الله منی تحیة مومن دنف محب

یعنی جسے مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت جسم سے نصیب نہ ہوئی ہو وہ ہر وقت دل سے اس کی نیت رکھے اور دل میں یہ تصور جمائے کہ میں حضور پرنور صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ کے حضور حاضر ہوں حضور سے اس ذات کی بارگاہ میں اپنے لئے شفاعت چاہ رہا ہوں جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں داخل فرما کر مجھ پر احسان کیا جیسا کہ امام محمد بن سید بطلیوسی نے اپنی اسی عرضی جو مزار پرانوار پر بھیجی یہ اشعار عرض کئے کہ یارسول اللہ میں اپنی لغزش و گناہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ چاہتا ہوں اور جب میں خدا سے ملوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے کافی ہیں۔ حضور کی قبر مبارک کی زیارت کہ ہمیشہ سے جس کا حج ہوتا ہے یعنی لوگ خاص اس کی نیت کر کے دور دور سے حاضر ہوتے ہوں میری آرزو و مراد ہے اگر میرا رب چاہے اگر جسم سے اس کی زیارت مجھے نصیب نہ ہوئی تو دل کی زیارت سے محروم نہیں ہوں۔ صبح کے وقت حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوں یارسول اللہ میری طرف سے ایک محبّ بیمار محبت کا سلام ہو۔

امام احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و فتح محمد یہ اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

(25) یلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر فی مقام الهیبة کما کان یفعل بین یدیه فی مایة (از هو فی وتستحضر علمه یوقوته بین یدیه) علیه الصلوة والسلام سماعه لسلامه کی هو فی حال حیاته اذلا فرق بین موته و حیاته فی مشاهدته لا مته و معرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم و خواطرهم و ذالک عنده جلی لا خفاء به ویمثل (یصور) الزائر وجهه الکریم علیه الصلوة والسلام فی ذهنه ویحضر قلبه جلال رتبته وعلو منزلته وعظیم حرمته اھ ملخصا

یعنی زائر ادب وخشوع اور عاجزی کو لازم پکڑ لے آنکھیں بند کئے مقامِ ہیبت میں کھڑا ہو جیسا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ کے عالم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کرتا کہ وہ اب بھی زندہ ہیں اور تصور کرے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی حاضری سے آگاہ ہیں اُس کا سلام سُن رہے ہیں بعینہ اُسی طرح جیسے حال حیات ظاہری میں کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات وحیات دونوں حالتوں میں یکساں ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اُمت کو دیکھتے اور ان کے احوال کو پہچانتے اوران کی نیتوں اور ارادوں اور دل کے خطرات سے آگاہ ہیں۔ اور یہ سب باتیں حضورِ والا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی روشن ہیں۔ جس میں کوئی پوشیدگی نہیں اور زائر اپنے ذہن میں حضورِ والا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کریمہ کا تصور جمائے اور دل میں حضور کی بزرگی، مرتبہ وبلندی قدر واحترام عظیم کا خیال جمائے۔

(26) علامہ رحمت اللہ ہندی تلمیذ امام ابن الہمام ''منسک متوسط'' اور علامہ علی قاری مکی اس کی شرح مسلك متقسط میں فرماتے ہیں:

ثم توجه (ای بالقلب والقالب) مع رعاية الارب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعا فاضعا خاشعا مع الذلةولا نكسار والخشية والوقار والهيبة والا فتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب (من سوى مرامه) واضعا يمينه على شماله مستقبلا لو جهه الكريم مستد بر اللقبله متمثلا صورته الكريمة فى خيالك (اى فى تخيلات بالك لتحسين حالك) مستشعرا انه عليه الصلوة والسلام عالم بحضورك وقيامك وسلامك (اى بل بجميع افعالك واحوالك وار تحالك ومقامك) وكانه حاضر جالس بازائك مستحضر اعظمته وجلاله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اھ ملخصا

یعنی زیارت کے لئے حاضر ہونے والا دل و بدن دونوں سے انتہائی ادب کے ساتھ مزارِ اقدس کی متوجہ ہو کر مواجہہ شریف میں کھڑا ہو تو اضع خشوع ،خضوع ، عاجزی، انکساری، خوف، وقار، ہیبت ومحتاجی کے ساتھ آنکھیں بند کئے، اعضاء کو حرکت سے روکے دل اس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کئے ہوئے داہنے ہاتھ کو بائیں پر باندھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرے دل میں حضور انوارِ صلوٰت اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کا تصور باندھے کیونکہ یہ خیال تجھے خوشحال کردے گا اور خوب یقین کرلے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیری حاضری وقیام وسلام بلکہ تمام افعال و احوال اور منزل منزل کوچ و مقام سے آگاہ ہیں اور یہ تصور کر کہ گویا حضور تیرے سامنے حاضر وتشریف فرما ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت وجلال کا خیال اپنے ذہن میں رکھ۔

امام مجد الدین ابوالفضل عبداللہ بن محمود موصلی اپنے متن "مختار کی شرح" اختیار میں پھر سلطان اورنگزیب انار اللہ تعالٰی برھانہ (اللہ تعالٰی ان کی دلیل کو منور فرمائے) کی بلند بخت حکومت کے علماء نے "فتاوی عالمگیری" میں فرمایا۔

(27) یقف کما یقف فی الصلوٰت ویمثل صورته الکریمة البهیة کانه نائم فی لحده عالم به یسمع کلامه یعنی زائر روضہ منورہ کے قریب دست بستہ (ہاتھ باندھے) باادب یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روشن صورت کا تصور باندھے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرقد اطہر (قبر منور) میں آرام فرما ہیں زائر کو جانتے اور اس کا کلام سنتے ہیں"۔

امام اجل قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے شفاء شریف میں امام ابوابراہیم تجیبی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے ہیں۔ واجب علی کل مومن متی ذکرہ صلی تعالی

علیه وسلم او ذكر عنده ان يخضع و يخشع ويتو قر ويسكن من حركته ويا خذ في هيبته واجلاله بما كان ويا خذ نفسه لو كان بين يديه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ويتادب بما ادبنا الله تعالىٰ به " ہر مسلمان پر فرض ہے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا حضور کا ذکر اس کے سامنے کیا جائے کہ خضوع وخشوع ووقار بجالائے جسم کا کوئی ذرہ حرکت نہ کرے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیبت و تعظیم میں اپنے نفس کو اُس طرف پر مقید کرے جس طرح خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے خاص حضوری میں رہتا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُس جناب کیلئے مؤدب ہونا سکھایا"۔

(28) (جیسے فرمانِ الٰہی ہے يا يها الذين امنو لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهر و اله با لقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون: اے ایمان والو اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ اُن کے حضور چلا کر بات کرو جیسے ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو)۔ (سورۃ الحجرات، پارہ نمبر ۲۶)

علامہ شہاب الدین خفاجی شفاء کی شرح نسیم الریاض میں مذکورہ عبارت پر فرماتے ہیں

(29) يفرض ذالك ويلاحظه ويتمثله فكانه عنده یعنی ذکر شریف کے وقت یہ فرض وملاحظہ کرے کہ خاص حضوری میں ہوں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کا تصور ایسا جمائے کہ گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس جلوہ فرما ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فاضل رفیع الدین خان آبادی "تاریخ الحرمین" میں لکھتے ہیں

(30) شبے در طواف بودم و هجوم بسیار بود بخیال خود حضور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یاد کردم تصور نمودم که آپ سرور علیه وعلی اله الصلوۃ و السلام درطواف هستند وجماعۃ صحابه بآں حضرت طواف میکنند ومن بطفیل ایشاں در مجمع حاضرم ور وزے پیش باب بیت اللہ ایستاده دعا میکردم با خود قصه روز فتح یاد کردم وتصور نمودم که جناب اقدس نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم در دروازه ایستاده اندو صحابه کرام بحسب مرتبه ومقام خود در خدمت شریف حاضر اندو کفار قریش ترساں و هراساں در حضور آمده اندو آنحضرت از ایشاں عفو فرموده ملاحظه ایں حال باعث شد بتوسل از آنجناب و دعا در حضرت عزت جلت عظمته برائے مغفرت خود جمیع اقارب و احباب و قضائے حوائج دین و دنیا و نرجو من اللہ الاجابۃ انشاء اللہ تعالیٰ دوستاں راکجا کنی محروم تو که بادشمناں نظر داری (ترجمہ): ایک روز میں طواف میں تھا اور ہجوم کثیر تھا۔ اپنے خیال میں میں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کیا اور تصور کیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف میں ہیں۔ اور صحابہ کرام کی جماعت بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کررہی ہے۔ اور میں بھی ان کے طفیل اس مجمع میں حاضر ہوں اور ایک دن میں بیت اللہ

شریف کے دروازے کے سامنے دعا کر رہا تھا اور فتح مکہ کا قصہ یاد کیا اور تصور کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دروازے میں تشریف فرما ہیں اور صحابہ کرام بھی اپنا مقام اور مرتبہ کے مطابق خدمت اقدس میں حاضر ہیں اور کُفارِ قُریش بھی ڈرتے کانپتے آرہے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو معاف فرمارہے ہیں یہ حال سبب بنا کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اللہ جلا جلالہ کی بارگاہ میں اپنی اور اپنے رشتے داروں اور دوستوں کی مغفرت کیلئے اور دین و دنیا کی حاجتیں پوری کرنے کیلئے دُعا کروں اور ہم اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی اُمید رکھتے ہیں۔ آپ تو دشمنوں پر بھی نظر رکھتے ہیں۔

الحمدللہ فی الحال یہ تیس حوالے عظیم فائدوں والے ہیں اور جو باقی رہ گئے وہ ان سے بہت زیادہ ہیں پھر انصاف پسند کو اس قدر بھی کافی اور جھگڑالو آدمی کیلئے ایک دفتر بھی مفید نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے مُعافی اور بے ادبی سے عافیت طلب کرتے ہیں۔

تنبیہ لطیف

یہ تو شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی تقریر سے واضح ہوگیا کہ تصورِ شیخ کا جائز ہونا تو قرآن مجید کی مطلق (جس میں قید نہ ہو) آیات سے ثابت اور حاصل ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ مسائل کے حل کیلئے اہل ذکر یعنی اولیاء اللہ رحمھم اللہ کی طرف رجوع کیا جائے یہ بات قرآن کریم کی اس آیت "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" (اہل ذکر سے پوچھو اگر نہیں جانتے) سے ثابت ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے کلام میں اشارہ کے طور پر اور وہابیوں کے تیسرے معلم مولوی خرم علی کے حوالے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوا کہ اولیائے طریقت، شریعت کے مجتہدین کی طرح ہیں اور خود وہابی ٹولے کے امام اسمٰعیل دہلوی نے "صراط المستقیم" میں ان طریقت میں مجتہد ہونا تسلیم کیا ہے چنانچہ اس نے کہا:

(31) "اولیائے کبار از صحابِ طرق امامت درفن باطن شریعت حاصل کردہ

واجتہاد در قواعد اصلاحِ قلب کہ خلاصہ دین متین ست بھم رسانیدہ بودند"

(مختلف سلاسل والوں میں سے بڑے بڑے اولیاء شریعت کے باطنی شعبہ میں درجۂ امامت حاصل کئے ہوئے ہیں اور دل کی اصلاح جو کہ دین متین کا خلاصہ ہے اسمیں درجۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں)۔

مگر مجھے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ ان حضرات کے اقوال سے صرف تصور شیخ کا جواز ثابت نہ ہوا/ بلکہ اس تصور شیخ کی شدید/ ترغیب اور تاکید کے ساتھ لالچ دلانا اور تصورِ شیخ کا بارگاہِ الٰہی تک پہنچنے کے راستوں میں سب سے قریبی راستہ ہونا خود ان کے امام و مجتہدِ طریقت بلکہ مجتہدِ شریعت کے روشن اشاروں اور تصریحات کے ساتھ ثابت ہو گیا اب یہاں ذہن میں آئے گا کہ آپ نے شریعت کے مجتہد سے اس کا جواب کیسے ثابت کیا تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں حضرت مجدد الف ثانی کے اقوال تصور شیخ کے بارے میں آپ دوبارہ دیکھ لیں اور اب مرزا مظہرِ جانِ جاناں کا قول حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں سنئے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اسمٰعیل دہلوی کے دادا شاہ ولی اللہ صاحب نے مرزا مظہرِ جانِ جانا ں کی تعریف میں کیا کچھ لکھا ہے۔

لہٰذا مرزا مظہرِ جانِ جاناں بھی ان کے نزدیک معتبر ہوئے اب یہی مرزا مظہرِ جانِ جاناں نے شیخ مجدد الف ثانی (جنہوں نے تصور شیخ کو جائز اور بہت عمدہ قرار دیا) کی شان میں فرمایا ہے کہ حضرت مجدد نہ فقط طریقت میں بلکہ شریعت میں بھی امام مجتہد تھے مکتوب پانزدھم (پندرھویں) میں لکھتے ہیں مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہ نائب کامل آنحضرت اند بنائے طریقہ خود رابر اتباعِ کتاب وسنت گزاشتہ اند علماء در اثبات رفع سبابہ رسالھا مشتمل بر احادیث صحیحہ وروایاتِ فقھیہ حنفیہ تصنیف کردہ اند تاجائیکہ حضرت شاہ یحیی رحمۃ اللہ

علیه فرزندِ اصغر حضرت مجدد نیز دریں باب رساله تحریر نموده اندو در نفی رفع یک حدیث به ثبوت نه رسیده وترکِ رفع از جناب حضرت مجدد بنا بر اجتهاد واقع شده وسنت محفوظ از نسخ براجتهاد مجتهد مقدم ست حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل نائب تھے اس لئے آپ نے اپنی بنیاد کتاب وسُنت پر رکھی علماء نے تشہد کی اُنگلی اُٹھانے کے اثبات (ثابت) کرنے کے لئے بہت سے رسالے تصنیف کئے جو صحیح احادیث اور فقہ حنفی کی روایات پر مشتمل ہیں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے چھوٹے فرزند (حضرت شاہ یحییٰ علیہ الرحمۃ نے بھی اس مسئلہ میں ایک رسالہ لکھا اور اُنگلی اُٹھانے کی نفی) میں ایک بھی حدیث ثبوت کے طور پر پیش نہ کر سکے اور مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا تشہد میں اُنگلی اُٹھانے کی نفی کرنا اجتہاد کی بنا پر تھا اور وہ سُنت جو منسوخ نہ ہو وہ اجتہاد پر فوقیت رکھتی ہے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ مرزا مظہرِ جانِ جاناں حضرت مجدد الف ثانی کو مجتہدِ شریعت مانتے تھے اور حضرت مجدد تو تصور شیخ کو جائز اور مفید قرار دیتے ہیں تو امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی وغیرہ منکرین جنہیں نہ طریقت میں لیاقت نہ شریعت میں مہارت اور اسے منصب تجدید (مجدد ہونا) اور منصب اجتہاد (مجتہد ہونا) حاصل تو بڑی بات ہے ولی مجدد اور امام مجدد کے سامنے ایسوں کی بکواس کون سنتا ہے اگرچہ مغز ماخور درحلق خود بد رید (ہمارا مغز کھاتے ہیں اور اپنا گلا پھاڑتے ہیں)۔

تنبیہ لطیف:

یہاں تک تو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو مجتہد مانا اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے تصور شیخ کو جائز مانا۔ اب اگر مزید آگے چلیں گے تو تصور شیخ کا جواز صرف مجتہد کے قول سے نہیں

بلکہ اسماعیل دہلوی کے ایمان کے مطابق ایک معصوم صاحب کے قول سے ثابت ہوگا وہ کس طرح اب زیادہ توجہ کیجئے گا کہ یہ کیا؟

معصوم صاحبِ وحی سے اس کا صراحۃً ثبوت کیسے ہوا تو ہم کہتے کہ اسمٰعیل دہلوی کی بات آپ نے سُنی ہوتی تو آپ کو تعجب نہ ہوتا۔ صراط مستقیم میں بیان کرتا ہے کہ اولیاء میں جو حکیم (خالص مرتبہ ولایت ہے) ہوتا ہے جسے صدیق وامام ووصی بھی کہتے ہیں اُس پر خُدا کی یہاں سے وحی آتی ہے، اسے صرف غیب وشہادت کے بارے میں ہی کائنات کے بعض احکام اور صرف سلوک وطریقت کے عاجزی معاملات کے بارے میں نہیں بلکہ طریعت و ملت اسلامیہ کے کلی احکام بھی انبیاء کے واسطے کے بغیر آتے ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کا ہم استاذ ہوتا ہے۔ وہ انبیاء کی مثل معصوم ہوتا ہے اس پر خاص امور شرعیہ میں انبیاء علہم السلام کی تقلید کچھ ضروری نہیں ہوتی بلکہ ایک اعتبار سے انبیاء کی طرف وہ خود محقق ہوتا ہے۔ اس کا علم جسے حکمت کہتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے علم سے ہرگز کم نہیں ہوتا صرف اتنا فرق ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اعلانیہ وحی آتی ہے اور اس حکیم صاحب پر پوشیدہ وحی آتی ہے چنانچہ اس کی عبارت دیکھئے۔

(32) ''پوشیدہ نہ خواھد مانہ کہ صدیق من وجہ مقلدِ انبیاء مے باشد ومن وجہ محقق در شرائع علوم کلیہ شرعیہ اور ابدو واسطہ میر سد بوساطت نور جبلی و بوساطتِ انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام پس در کلیاتِ شریعت و حکم احکام ملت ادرا شاگرد انبیاء ہم مے تو اں گفت وہم استاذ انبیاء ھم و نیز طریقہ اخذ آں ھم شعبہ ایست از شعب وحی کہ آں رادر عرف شرع بنفث فی الروح تعبیر می فرمایند وبعضے اھل کمال آں رابوحی باطنی مے نامند همیں معنی را بامامت

ووصایت تعبیر می کنند و علمِ ایشاں راکہ بعینہ علمِ انبیاء ست لیکن بوحی ظاھری متلقی نشدہ بحکمت مے نا مند لابد او رابمحا فظتے مثل محافظت انبیاء کہ مسمی بعصمت ست فائز مے کنند و ایں حفظہ نصیبۂ انبیاء و حکماء ست و همیں را عصمت نا مند ندانی کہ اثبات وحی باطن وحکمت وجاھت وعصمت مر غیر انبیاء را مخالف سنت و از جنس اختراع بدعت ست ندانی کہ ارباب با ایں کمال از عالم منقطع شدہ اند اھ ملتقطا (ترجمہ: پوشیدہ نہ رہے کہ صدیق ایک اعتبار سے انبیاء کا مقلد ہوتا ہے اور ایک اعتبار سے مسائل میں خود محقق ہوتا ہے شریعت کے کلی علوم اس کو دو واسطے سے حاصل ہوتے ہیں۔ فطری نور کے واسطے سے اور انبیاء علیھم السلام کے واسطے سے پس شریعت کے احکام میں اور ملت اسلامیہ کے احکام میں اُسے انبیاء کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور انبیاء کا ہم استاذ بھی نیز ان صدیقوں کا احکام حاصل کرنے کا طریق وحی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے جسے شریعت کی بولی میں "نفث فی الروع" (روح میں پھونک دینا) سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور بعض اہلِ کمال اِسے وحی باطنی کا نام دیتے ہیں۔ اس معنی کو امامت اور وصایت (وصی ہونے) سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کا علم انبیاء کا علم ہوتا ہے لیکن ظاہری وحی کے ذریعے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اس کا نام رکھا جاتا ہے مگر انبیاء کرام کی جس طرح حفاظت کی جاتی ہے جسے عصمت کہتے ہیں اسی طرح ان صدیقوں کی حفاظت بھی کی جاتی ہے اور یہ حفاظت صرف انبیاء وحکما کے لئے ہے اور اسی کو عصمت بھی کہتے ہیں تو یہ نہ سمجھنا کہ غیر انبیاء کیلئے وحی باطنی اور حکمت اور وجاہت اور عصمت ثابت کرنا خلافِ سُنت ہے اور بدعت گھڑنے کے قبیل سے ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ صاحبِ کمال لوگ اس جہاں سے اپنا تعلق ختم کر چکے ہیں؟)

معاذاللہ ثم معاذاللہ یہ کتاب "صراط مستقیم" جو حقیقتاً سیدھا نہیں بلکہ ٹیڑھا راستہ اور مستقیم نہیں نا مستقیم ہے جس کی عبارت ہم نے نقل کی بلکہ چھپی نہیں بلکہ چھپی ہوئی کتاب ہے مطبع ضیائی میرٹھ 1258 سے صفحہ 42 تک ان گندے کفریات اور قطعی مردود باتوں کا جوش دیکھ لیجئے خیران وہابیوں کی شیطانی اصطلاح میں حکیم وحکمت کے معنی تو معلوم ہوئے یہی علوم صدیقیت ہیں جو ان خود ساختہ باطنی نبیوں کو پوشیدہ طور پر دیئے جاتے ہیں۔

یہاں تک تو یہ معلوم ہوا کہ اولیاء میں حکیم اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک معصوم اور صاحب وحی ہوتے ہیں۔ اب آئندہ عبارت سے معلوم ہوگا کہ تصور شیخ کو جائز اور اچھا قرار دینے والے شاہ ولی اللہ صاحب ان کے نزدیک نہ صرف حکیم بلکہ حکیموں کے سردار ہیں تو شاہ صاحب بھی ان کے باطنی معصوم اور صاحب وحی ہوئے تو تصور شیخ کا جواز خود ہی معصوم اور صاحب وحی کے قول سے ثابت ہوگیا۔ اب حوالہ ملاحظہ فرمائیں اسی بحث میں شاہ ولی اللہ صاحب کو سید الحکماء لکھا ہے۔

(33) "ایں صدیقیت را جناب سید الحکماء و سید العلماء اعنی الشیخ ولی اللہ بقرب الوجود تعبیر میفر مایند" (اس صدیقیت کو جناب حکماء اور علماء کے سردار شیخ شاہ ولی اللہ بقرب الوجود تعبیر کرتے ہیں۔)

اب کیا شک رہا کہ اسمٰعیل دہلوی کے ایمان پر شاہ ولی صاحب بھی (استغفراللہ) انہیں چھپے رسولوں بوڑھے معصوموں میں ہیں اور ان شاہ صاحب کے علوم بھی پوشیدہ وحی کے ساتھ ان پر اترے اور شاہ صاحب کی عبارتیں آپ سُن چکے کہ تصور شیخ "الانبیاء" میں کیسا جائز اور اچھا قرار دیا ہے اور اس کی کتنی تلقین اور تعلیم دی ہے۔ پھر اب اس تصور شیخ کا انکار اسمٰعیل دہلوی کے ایمان کے مطابق خود اپنے خود ساختہ پیغمبر کا رد کر کے کافر ہو جانا ہی

ہوا فرق صرف اتنا ہوگا کہ چونکہ شاہ صاحب کو پوشیدہ نبی ماننا ہے تو ظاہری پیغمبر کا انکار کرنے والا کھلا کافر اور پوشیدہ پیغمبر کا انکار کرنے والا ڈھکا چھپا کافر (اللہ رب العلمین کی پناہ ایسے اقوال سے اور عزت اللہ ہی کے لئے ہے) ان وہابی حضرات نے بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بنایا یہاں تک کہ ان کے مذہب کے مطابق پر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم تو ایک طرف ان کے خود ساختہ پیغمبر بھی اور ہمارے سچے رسولوں علیہم السلام میں سے بھی کوئی شرک کرنے سے نہ بچا (معاذاللہ) یہ اُس کی سزا ہے کہ ہر جگہ اپنے منہ آپ ہی کافر ٹھہرتے ہیں کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز المنان (نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی طاقت نہیں مگر اللہ کی توفیق سے جو غالب بہت احسان کرنے والا ہے) مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوبوں کا صدقہ ہمیں دین حق پر قائم رکھے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت اور سُنت پر دنیا سے اُٹھائے آمین۔

الحمدللہ کہ یہ حق و سچ کو ظاہر کرنے والا مختصر جواب جمادی الآخر ۱۳۰۹ھ ترتیب دیا اور تاریخ کے لحاظ سے اس کا نام "الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطہ" رکھا ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین آمین الحمدللہ رب العلمین واللہ سبحانہ وتعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (اے اللہ ہماری طرف سے قبول فرما بے شک تو سننے جاننے والا ہے اور اللہ درود بھیجے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی تمام آل اور صحاب پر آمین تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا علم مکمل اور سب سے زیادہ مضبوط ہے۔)

تصور شیخ کا طریقہ

از الوظیفہ الکریمة

خلوت میں آوازوں سے دور مکان شیخ اور وصال ہو گیا۔ تو جس طرف مزار شیخ ہو ادھر متوجہ بیٹھے محض خاموشی باادب بکمال خشوع اور صورت شیخ کا تصور کرے اور اپنے آپ کو اس کے حضور حاضر جانے اور یہ خیال جمائے کہ سرکار رسالت علی افضل الصلوۃ والتحیۃ سے انوار و فیوض شیخ کے قبل پر فائض ہورہے ہیں میرا قلب قلب شیخ کے نیچے بحالت دریوزہ گری لگا ہوا ہے اس میں سے انوار و فیوض ابل ابل کر میرے دل میں آرہے ہیں اس تصور کو بڑھائے یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے اس کی انتہا پر صورت شیخ خود متمثل ہو کہ مرید کے ساتھ رہے گی اور ہر کام میں مدد کرے گی اور اس راہ میں جو مشکل اسے پیش آئے گی اس کا حل بتائے گی۔

تنبیہ: اذکار و اشغال میں مشغول ہونے سے پہلے اگر قضا نمازیں یا روزے ہوں ان کا ادا کر لینا یعنی جس قدر ممکن ہو نہایت ضروری ہے جس پر فرض باقی ہو اس کے نفل و اعمال مستحبہ کام نہیں دیتے بلکہ قبول نہیں ہوتے جب تک فرض ادا نہ کر لے۔

تنبیہ: اذکارہ اشغال کے لے تین بدرقوں کی ضروت ہے۔ تقلیل طعام (کم کھانا) تقلیل کلام (کم بولنا) تقلیل منام (کم سونا) وباللہ التوفیق

سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

کے تصور کا طریقہ

از تصنیف لطیف امیر اہلسنت علامہ محمد الیاس قادری (دامت برکاتہم العالیہ)

فیضان سنت

پیارے اسلامی بھائیو! سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے بن جایئے! دنیا کے حسین و دلفریب نظاروں کے دلدل سے نکل کر صحرائے مدینہ کا نقشہ پردہ ذہن پر کھینچ لیجیے!

میرے پیارے مدنی آقا ﷺ کی آرامگاہ پر جو سبز قبہ بنا ہوا ہے وہی سبز گنبد جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ہر آنکھ ترس رہی ہے وہ سبز گنبد جس پر نثار ہونے کے لئے ہر دل بے قرار رہتا ہے جس کے جلوؤں میں دنیا کا تمام حسن و جمال سمٹ آیا ہے وہی سبز گنبد جس کے ہجر و فراق میں سینۂ عشاق ہر گھڑی فگار رہتا ہے جس کا تذکرہ چھڑ جائے تو دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے اس پیارے اور دلکش سبز سبز گنبد کا مقابلہ روئے زمین کی کوئی حسین سے حسین فلک بوس عمارت بھی نہیں کرسکتی۔

اس حسین و دلکش سبز گنبد کا تصور جما لیجئے! اب تصور ہی تصور میں مسجد نبوی شریف کی پر کیف نورانی اور معطر فضاؤں سے گزرتے ہوئے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے حسین سبزی جالیوں کے سامنے مواجہہ شریف کی طرف منہ کر کے چار ہاتھ تقریباً دو دو گز کے فاصلے پر کھڑے ہو جائیں یقیناً ان سنہری جالیوں کے پیچھے ہمارے دلوں کے تاجدار دونوں جہاں کے مالک و مختار حبیب کردگار شفیع روز شمار غمزدوں کے غمگسار بیکسوں کے مددگار انبیاء کے سردار ﷺ عین حیات ظاہری کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ آپ ﷺ زائر کو ملاحظہ فرما رہے ہیں پہچان بھی رہے ہیں بلکہ دلوں پر جو خطرات گزر رہے ہیں ان پر بھی مطلع ہیں اب آنکھیں بند کر کے سید المحبوبین ﷺ کے حسین تخیل میں کھو جائیے تصور جمانے کی کوشش کیجئے تصور ہی تصور میں آقا ﷺ کا جلوہ دیکھ لینے کی تڑپ بڑھا دیجئے دل کی آنکھوں سے ہی دیکھ لیجئے۔ چہرہ روشن گول اور کتنا حسین و دلربا ہے۔ رنگ گندمی پھر اوپر سے سفید و گلابی رنگت ملاحت اور صباحت کا حسین امتزاج رخسار گوشت سے بھرے بھرے۔ ریش مبارک (داڑھی مبارک) سیاہ گھنی اور گول و نورانی پیشانی کھلی صاف کشادہ جیسے سفید چاندی کا ایک ٹکڑا کوئی سلوٹ نہیں کوئی لکیر نہیں ابرو سیاہ کماندار اور آپس میں ملے ہوئے مبارک ابروں کے نیچے درخشندہ اور سرگیں آنکھیں ان میں سرخ ڈورے کتنے بھلے معلوم ہو رہے ہیں ناک

مبارک اونچی اور باریک اللہ عزوجل اللہ عزوجل دہن مبارک جیسے گلاب کی پیتاں۔ قربان! لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہے۔ دندان مبارک سفید اور چمکدار سچے موتیوں کی لڑی کی طرح دمک رہے ہیں اور ان سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں پھر گول سر اقدس پر عمامہ شریف کا تاج حسن والا کو دوبالا کر رہا ہے قربان ہو جائیں اس نورانی اور رحمت بھرے چہرے کی طلعت پر حسن و جمال کے حسین تصور میں گم ہو کر ان پر درود پاک پڑھیں تو اس کی چاشنی ہی کچھ اور ہے اس طرح درود وسلام پڑھیں تو یقیناً ڈھیروں ثواب حاصل ہو گا اور کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نصیب ہوں گی۔

روئے بدر الدجی دیکھتے رہ گئے ۔۔۔ چہرۂ والضحی دیکھتے رہ گئے

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایسی حدیث صحیح جو نہ منسوخ ہو اور نہ ہی تمام اماموں نے اسے ترک کر دیا ہو البتہ چار اماموں یا ان کے علاوہ اماموں میں سے کسی نے اس پر عمل کیا جیسے نماز میں بلند آواز سے آمیـــن کہنا اور نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ اٹھانا اور وتر کی تین رکعتیں ایک قعدہ اور ایک سلام کے ساتھ ادا کرنا یہ تمام افعال احادیث میں مذکور ہیں اور کسی نہ کسی امام نے ان پر عمل کیا ہے لیکن فقہ حنفی میں ان پر عمل نہیں کیا جاتا اب اگر کوئی حنفی آدمی احادیث کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ افعال بجالائے تو کیا وہ حنفی رہے گا یا نہیں؟ اگر آپ کہیں کہ وہ شخص حنفی نہیں رہے گا تو یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ حالانکہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "رد المحتار المعروف فتاوی شامی" میں امام ابن الشحنہ کے حوالے سے یہ قول منقول ہے "جب حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے اور وہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کے خلاف ہو تو آدمی حدیث پر عمل کرے اور یہی اس کا مذہب بن جائے اور حنفی آدمی حدیث پر عمل کرنے کی بناء پر حنفی ہونے سے نکل نہیں جائے گا کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے صحت کے ساتھ یہ قول منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جب حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اس کو امام ابن عبدالبر نے امام ابو حنیفہ اور دیگر اماموں سے حکایت کیا ہے۔

نیز کتاب "مقامات مظهری" میں حضرت مظہر جان جاناں حنفی کے "سولھویں مکتوب" میں ہے "اگر کوئی حنفی شخص حدیث صحیح پر عمل کرے گا تو وہ امام ابو حنیفہ کے مذہب سے خارج نہیں ہو جائے گا کیونکہ امام صاحب کا قول منقول ہے کہ جب حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور اگر کوئی شخص صحیح حدیث پر مطلع ہونے

کے باوجود حدیث پر عمل کرنے کی بجائے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے قول پر عمل کرے تو اس نے خود امام صاحب کی مخالفت کی کیونکہ امام صاحب کا فرمان ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مقابلے میں میرے قول کو چھوڑ دو''۔

حضرت مظہر جان جاناں کے اسی مکتوب میں مذکور ہے ''اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حدیث پر عمل کی صورت میں حنفی آدمی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مذہب سے نکل جاتا ہے تو یہ کہنے والا اگر اپنے اس دعویٰ پر کوئی دلیل رکھتا ہے تو ہمارے سامنے لاکر دکھائے''۔

یونہی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی نے اپنی کتاب "عقد الجید" میں فرمایا ''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کا سبب نہیں ہوسکتا مگر پوشیدہ منافقت یا کھلی حماقت''۔ ان سب بزرگوں کے اقوال کا کیا جواب ہوگا اگر کوئی شخص حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے حنفی ہونے سے خارج ہونے کا کہتا ہے اور اگر بزرگوں کا ذکر کردہ موقف درست ہے یعنی فقہ حنفی کے مقابلے میں حدیث پر عمل کرنے والا حنفی ہی رہتا ہے تو ایسے شخص کو برا بھلا کہنا گناہ اور غلط ہے یا نہیں؟

﴿فتویٰ﴾

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے پاک کو ناپاک سے جدا کرنے کیلئے حق و باطل میں فرق کرنے والی وہ کتاب نازل فرمائی جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور جس نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھا دیا ہے اس کے مطابق آپ انسے لوگوں کیلئے واضح فرمادیں پس اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو حدیث کے بیان کے ساتھ ملا دیا اور درود وسلام ہوں اس ذات بابرکات پر جس نے قرآن کی وضاحت فرمائی دین کے اصول قائم فرمائے اور جس نے مجتہدین کو اپنے ذہنوں کو کام میں لانے (یعنی اجتہاد کرنے) کی اجازت عنایت فرمائی اور مجتہدین نے احکام کو سخت

محنت کے ساتھ استنباط کیا۔ پس اگر آئمہ نہ ہوتے تو حدیث نہ سمجھی جاتی اور اگر حدیث نہ ہوتی تو کتاب اللہ نہ سمجھی جاتی اور اگر کتاب اللہ نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا حکم معلوم نہ ہوتا پس یہ کتنا عجیب سلسلہ ہے جو ہدایت دیتا ہے اور مدد کرتا ہے اور قیامت تک درود و سلام ہوں آپ کی آل، آپ کے اصحاب، آپ کی ملت کے مجتہدین اور آپ کی تمام امت پر"۔

﴿الجواب﴾

میں (امام احمد رضا علیہ الرحمۃ) کہتا ہوں اصول حدیث کے اعتبار سے حدیث کا صحیح ہونا اور مجتہد کے عمل کیلئے حدیث کا صحیح ہونا ان دونوں میں فرق ہے کبھی اصول حدیث اور مجتہد کے عمل دونوں کے اعتبار سے حدیث صحیح ہوتی ہے اور کبھی اصول حدیث کے اعتبار سے حدیث صحیح ہوتی ہے لیکن مجتہد کے عمل کے لئے حدیث صحیح نہیں ہوتی اور کبھی مجتہد کے عمل کے لئے حدیث صحیح ہوتی ہے لیکن اصول حدیث کے اعتبار سے حدیث صحیح نہیں ہوتی یوں کہہ لیں کہ علمی دنیا میں اصول حدیث کی حدیث صحیح اور مجتہد کے عمل کیلئے حدیث صحیح کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

﴿علماء کے عمل سے حدیث کا قوی ہونا﴾

کبھی یوں ہوتا ہے کہ کوئی حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہوتی ہے لیکن اُمت کے امام اور ملت اسلامیہ کے امانت دار پیشوا کچھ خارجی امور کی وجہ سے شرعی قواعد کے ساتھ اس حدیث کے موافقت رکھنے کی وجہ سے اس حدیث کے سنداً ضعیف ہونے کے باوجود اس پر عمل فرماتے ہیں اور ان کا عمل ہی حدیث کے قوی اور صحیح ہونے کا سبب بن جاتا ہے اب غور فرمائیں کہ یہاں حدیث پر عمل اس کے صحیح ہونے کی وجہ سے نہیں کیا گیا بلکہ علماء رحمھم اللہ کے عمل کرنے کی وجہ سے حدیث کو صحیح قرار دے دیا گیا، اور یہ امر محدثین کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ جلیل القدر امام حدیث امام ترمذی علیہ الرحمہ نے ایک حدیث روایت

کی کہ ’’جس نے بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کیا یعنی ایک کو دوسری کے وقت میں پڑھا وہ کبیرہ گناہ کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر آیا‘‘ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ’’اس حدیث کا راوی حنش بن قیس یعنی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے‘‘ امام احمد اور دوسرے اماموں نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا لیکن علماء کا عمل اسی حدیث پر ہے۔

چار اقوال

قول (۱):۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ کے اس قول پر تبصرہ فرماتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ’’التعقبات علی الموضوعات‘‘ میں فرماتے ہیں ’’امام ترمذی علیہ الرحمہ نے اپنے اس قول کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس حدیث کو علماء علیہم الرحمہ کے عمل کی وجہ سے قوت حاصل ہوگئی اور بے شک متعدد اماموں نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اگرچہ حدیث کی سند قابل اعتماد نہ ہو‘‘۔

قول (۲):۔

امام شمس الدین سخاوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ’’فتح المغیث‘‘ میں شیخ ابو الحسن قطان سے نقل کرتے ہیں ’’حدیث ضعیف حجت نہیں ہوتی البتہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کریں گے اور احکام میں اس پر عمل سے باز رہیں گے لیکن جب حدیث ضعیف کی سندیں زیادہ ہو جائیں یا علماء کا عمل اس کے ساتھ مل جائے یا کسی دوسرے صحابی سے اسی سے ملتی جلتی صحیح حدیث مل جائے یا حدیث، قرآن پاک کے ظاہر سے موافقت رکھتی ہو تو احکام میں بھی حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا۔

قول (۳):۔

جلیل القدر حنفی فقیہ، محقق امام محمد بن عبدالواحد کمال الدین صاحب فتح القدیر اپنی کتاب کے باب ’’صفۃ الصلوۃ‘‘ میں فرماتے ہیں ’’کسی حدیث کے ضعیف ہونے کا

یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ حدیث حقیقت میں باطل ہے بلکہ اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ حدیث محدثین کی بیان کردہ شرطوں پر پوری نہیں اترتی لہٰذا یہ بات ممکن ہے کہ کوئی حدیث جسے ضعیف قرار دیا گیا ہے وہ حقیقت میں صحیح ہو مثلاً کہ کوئی ایسی خارجی چیز مل جائے جس سے یہ پتہ چل جائے کہ ضعیف راوی نے یہ خاص حدیث ٹھیک روایت کی ہے پس اس وجہ سے اسے حدیث صحیح قرار دے دیا جائے گا''۔

﴿مجتہد کے حدیث صحیح کو ترک کرنے کی وجوہ﴾

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ حدیث صحیح ہوتی ہے مگر امام مجتہد اس پر عمل نہیں کرتا اس کے کئی اسباب و وجوہ ہوتے ہیں ذیل میں ان کو ہم کچھ تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

پہلا سبب : کتاب اللہ کا نسخ

حدیث صحیح متواتر نہیں بلکہ مشہور یا عزیز یا غریب ہے اور اس پر عمل کرنے سے کتاب اللہ کا نسخ لازم آتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے لَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ''نہ کھاؤ اسے جس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا''۔

یعنی وہ جانور جس کے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا وہ حرام ہے اس کا گوشت نہ کھایا جائے اگر کسی آدمی سے بھول کر تکبیر چھوٹ جائے تو وہ معاف ہے لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا تو وہ جانور حرام ہے جیسا قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ اب ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس جانور کے بارے میں پوچھا گیا جس کے ذبح کے وقت جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اسے کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام ہر مسلمان کے دل میں (تو) موجود ہوتا ہے۔'' اب اگر اس حدیث پر عمل کیا جائے تو کتاب اللہ کے حکم کا کوئی محمل نہیں رہے گا اور یہ نسخ ہوگا جب کہ خبر واحد کے ساتھ کتاب کا نسخ نہیں ہوسکتا''۔

دوسرا سبب: کتاب اللہ پر اضافہ

حدیث صحیح پر عمل نہ کرنے کا سبب بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے کتاب اللہ پر زیادتی ہوتی ہے یعنی قرآن پاک میں ایک حکم بغیر قید کے مذکور ہوتا ہے اور یہ حدیث اس کو مقید کر رہی ہوتی ہے۔ یہ مقید کرنا حدیث مشہور یا متواتر کی وجہ سے تو جائز ہے لیکن خبر واحد کی وجہ سے نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:

فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ

"اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ"۔ (پارہ ٦ سورة المائدہ آیت ٦)

اس آیت میں چار چیزوں کو وضو قرار دیا ہے اور بسم اللہ پڑھنے یا نیت کرنے یا پے در پے دھونے یا ترتیب سے اعضاء دھونے کا حکم نہیں ہے جب کہ بعض احادیث میں ان چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے جیسے فرمایا "کہ جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں" یونہی نیت کے بارے میں ہے "کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"۔ یہاں احادیث تو صحیح ہیں مگر ان میں تاویل کی گئی ہے اور ان کے ظاہری مفہوم کو ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آتی ہے۔

تیسرا سبب: روایتوں کی غیر مناسب قلت

حدیث صحیح ایسی چیز کے بارے میں ہو جس کا وقوع بار بار ہوتا ہے اور کثیر لوگ اس میں مبتلا ہیں یا ایسا واقعہ ہے جس کا مشاہدہ کرنے والے کثیر ہو سکتے ہیں یا ایسا معاملہ ہے جس کی طرف بلانے والے اسباب کثیر ہیں مگر ان تمام چیزوں کے باوجود حدیث کو روایت کرنے والا اِکّا دُکّا راوی ہے حالانکہ جب معاملہ ایسا عام ہے تو روایت کرنے والے بھی کثیر ہونے چاہئیں تو اس امر کے پیش نظر مجتہد حدیث کو ترک کر دیتا ہے۔

چوتھا سبب: نسخ کا تکرار

کبھی حدیث کو مجتہد اس وجہ سے ترک کر دیتا ہے کہ اس حدیث سے نسخ کا تکرار لازم آتا ہے یعنی ایک چیز مثلاً پہلے ممنوع تھی پھر اسے جائز کر دیا گیا اور اب ایسی حدیث صحیح پائی گئی جو اس جواز کو پھر ختم کر دے تو یہ نسخ کا تکرار ہے اس وجہ سے بھی مجتہد حدیث صحیح کو ترک کر دیتا ہے۔

پانچواں سبب: دو صحیح احادیث کا تعارض

کبھی حدیث صحیح کو اس وجہ سے ترک کر دیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلے میں دوسری حدیث موجود ہوتی ہے اور دو متعارض حدیثوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کے اصولوں میں سے کوئی اصول ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے تو راجح پر عمل کیا جاتا ہے اور مرجوح کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

چھٹا سبب: حدیث کا قابل تاویل ہونا

کبھی حدیث صحیح کو اس وجہ سے ترک کر دیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلے میں حدیث موجود ہے اور دونوں میں سے ایک میں تاویل ہو سکتی ہے اور دوسری حدیث میں تاویل نہیں ہو سکتی تو جس میں تاویل نہیں ہو سکتی، اس پر عمل کیا جائے گا اور جس میں تاویل ہو سکتی ہے، اس پر اس مسئلہ میں عمل نہیں کیا جائے گا۔

ساتواں سبب: احادیث کا لازم الترک ہونا

بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ دو حدیثیں برابر درجے کی ہوتی ہیں اور دونوں میں تطبیق ممکن نہیں ہوتی اور نہ ہی دونوں کی تاریخ کا علم ہے کہ اس کی بنیاد پر بعد والی کو ناسخ اور پہلے والی کو منسوخ قرار دے دیا جائے لہٰذا دونوں کو ساقط قرار دیا جاتا ہے اس صورت میں دونوں ہی صحیح حدیثوں پر عمل ترک کر دیا جاتا ہے۔

آٹھواں سبب: اکابر اسلاف کا عمل حدیث کے خلاف ہونا

بعض اوقات حدیث صحیح پر عمل اس لئے ترک کر دیا جاتا ہے کہ زمانہ گزشتہ میں علماء کا عمل اس کے خلاف گزرا ہے تو علماء کا عمل اس بات پر دلیل ہوتا ہے کہ اس حدیث صحیح کے مقابلے میں کوئی زیادہ قوی دلیل موجود ہے تبھی اسے ترک کر کے اس کے خلاف عمل کیا گیا۔

نواں سبب: (امت کا عمل حدیث کے خلاف ہونا)

بعض اوقات حدیث صحیح کو اس لئے ترک کرتے ہیں کہ امت کا عمل اس کے خلاف ہے مثلاً ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مُخابرہ سے منع فرمایا یعنی زمین کو یوں ٹھیکے پر دینے سے منع کیا کہ زمین ایک کی ہوگی اور کام دوسرا کرے گا اور نفع دونوں کے درمیان مثلاً نصف نصف تقسیم کیا جائے گا۔ حدیث میں تو اس سے منع کیا گیا مگر امت کا عمل اس کے خلاف ہے حتیٰ کہ صحابہ کرام بھی مُخابرہ کیا کرتے تھے یہاں بھی حدیث صحیح کو امت کے عمل کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔ اصطلاح میں اسے تَعامُلِ نَاس کہا جاتا ہے۔

دسواں سبب: راوی صحابی کا عمل مروی حدیث کے خلاف ہونا

بعض اوقات حدیث صحیح کو یوں ترک کر دیا جاتا ہے کہ ایک صحابی نے ایک حدیث روایت کی اور حدیث بھی مفسر ہے یعنی اس میں کسی قسم کا اجمال نہیں پھر اسی روایت کرنے والے صحابی کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے تو صحابی کے عمل کو لیا جاتا ہے اور حدیث کو ترک کر دیتے ہیں کیونکہ صحابی کا اس حدیث کے خلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابی کے نزدیک اس حدیث کا نسخ ثابت ہے۔

گیارہواں سبب: علتِ عمل کا ختم ہو جانا

بعض اوقات حدیث صحیح کو اس لئے ترک کر دیا جاتا ہے کہ اس حدیث کا حکم کسی خاص علت کی وجہ سے تھا اور اب وہ علت ختم ہوگئی تو حدیث کا حکم بھی ختم ہو گیا جیسے قرآن

پاک میں زکوۃ کے مستحقین میں ان لوگوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو کافر ہوں اور انہیں زکوۃ اس لئے دی جاتی ہے تا کہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہوں یا وہ لوگ جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں انہیں اس لئے زکوۃ دی جاتی ہے تا کہ ان کے دل اسلام پر جم جائیں پھر اس مدّ کو صحابہ کرام نے ترک کر دیا کہ مسلمانوں کی جب کثرت ہوگئی تو اس امر کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یونہی بعض اوقات حدیث میں بھی ہوتا ہے کہ علت ختم ہو جانے کی وجہ سے حدیث پر عمل نہیں کیا جاتا۔

بارہواں سبب: حالات کی تبدیلی

بعض اوقات اس لئے حدیث صحیح پر عمل نہیں کیا جاتا کہ حدیث کا حکم حالات زمانہ کے اعتبار سے تھا اور اب وہ حالات باقی نہیں۔ بلکہ بدل گئے جیسے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں عورتیں مسجد میں نماز پڑھتی تھیں حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو''۔ اس کے باوجود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس معاملے میں ان الفاظ سے تصدیق کی کہ ''اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی عورتوں کی ان چیزوں کو ملاحظہ فرما لیتے جو عورتوں نے نکالی ہیں تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اس سے منع فرما دیتے''۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصود یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حیات ظاہری کے زمانہ مبارکہ کے حالات کچھ اور تھے اور انہی حالات کی بنا پر عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی اجازت تھی، اب وہ حالات باقی نہیں رہے لہٰذا اب عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں۔

تیرہواں سبب: عرف کی تبدیلی

حدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ وہاں کے عرف واستعمال کے اعتبار سے تھا وہ عرف دوسرے علاقے میں موجود نہیں یا اب ختم ہو گیا تو ایسی حدیث صحیح پر بھی عمل نہیں کیا جاتا کہ دارومدار جب عرف پر تھا اور عرف باقی نہیں رہا تو حدیث کا حکم بھی باقی نہیں رہے گا۔

چودھواں سبب: (دفع حرج)

کبھی حدیث کو اس لئے بھی ترک کردیا جاتا ہے کہ اب اس پر عمل کرنے میں بہت زیادہ تنگی اور حرج واقع ہوتا ہے لہٰذا اس کا لحاظ کرتے ہوئے حدیث کو ترک کردیا جاتا ہے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ "اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر تنگی نہیں چاہتا"۔ اور فرمایا

وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ "اور اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی"۔

پندرھواں سبب: کسی حدیث کا حکم وجوباً نہیں بلکہ سیاسۃً ہونا

بعض اوقات حدیث کو اس لئے ترک کیا جاتا ہے کہ اب اس حدیث پر عمل سے فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے جیسے حدیث مبارک میں غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو (۱۰۰) کوڑے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کردینا ہے لیکن اس پر عمل کرنے میں یوں فتنہ ہے کہ وہ آدمی دوسری جگہ جا کر زیادہ جری ہوجائے گا یا کسی اور گناہ کا ارتکاب کرے گا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو جلاوطن کیا تو وہ کافروں کے ملک میں جا کر مرتد ہوگیا۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افسوس کا اظہار فرمایا اور آئندہ کبھی یہ سزا نہ دینے کا ارادہ کرلیا۔

سولھواں سبب: حدیث میں مذکور فعل کا بسبب عادت، بیماری یا عارضے کے ہونا

بعض دفعہ اس لئے حدیث کو ترک کردیا جاتا ہے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جو فعل مذکور ہے وہ کسی عارضے مثلاً بیماری کی وجہ سے تھا یا بطور عادت کے تھا، امت پر اسے بطور سنت مقرر کرنا مقصود نہ تھا جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فجر کی سنتوں

کے بعد لیٹ جاتے پھر اُٹھ کر فرض کی نماز پڑھاتے یا بعض دفعہ چار رکعت والی نماز میں پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے سجدوں کے بعد اُٹھنے سے پہلے تھوڑی دیر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے، یہ بیٹھنا بیماری کی وجہ سے تھا۔ لہٰذا جو امر بطور عادت یا کسی عارضے کی وجہ سے کیا اس حدیث پر بھی عمل نہیں کیا جاتا۔

سترہواں سبب: حدیث میں مذکور فعل کی کوئی خاص حاجت یا سبب ہونا

بعض دفعہ اس لئے حدیث کو ترک کر دیا جاتا ہے کہ اس میں جس عمل کا بیان ہے وہ عمل کسی خاص حاجت وسبب کی بنا پر کیا گیا ہے، دائمی طور پر اسے لاگو کرنا مقصود نہیں جیسے کبھی کبھار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ظہر میں بعض آیتیں بلند آواز سے تلاوت فرماتے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ دعائے قنوت بلند آواز سے پڑھتے تو یہ لوگوں کو بتانے کیلئے تھا کہ ظہر میں بھی قرائت ہے اور دعائے قنوت اس موقع پر پڑھی جائے گی۔ بلند آواز سے پڑھنے کو بیان کرنا مقصود نہیں تھا۔

اٹھارہواں سبب: حدیث کا مقصود محض اخبار ہونا

بعض دفعہ حدیث پر اس لئے عمل نہیں کیا جاتا کہ اس میں جو بیان ہوتا ہے وہ حکم شرعی بیان کرنے کیلئے نہیں ہوتا بلکہ محض ایک خبر دینا مقصود ہوتا ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا عَلَیْكَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتٰی "بوقت ملاقات ابتداءً سلام کہنے والے کا علیك السّلام کہنا مردوں کو سلام کہنا ہے"۔ اس حدیث کا یہ مقصد نہیں کہ مردوں کو یوں سلام کرو کہ وہ تو حدیث میں مذکور ہے کہ اس میں بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ کہا جاتا ہے بلکہ علیك السّلام تحیّۃ الموتی کہنے سے مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ کفار مردوں کو سلام کہنے کیلئے علیك السّلام استعمال کرتے ہیں۔ اس حدیث کے اور بھی مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔

الــغــرض یہ اٹھارہ (18) وجوہات بیان کی گئی ہیں جن کی وجہ سے مجتہد حدیث صحیح کو ترک کر دیتا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں اس سے پتہ چلا کہ اصول حدیث کے اعتبار سے حدیث کے صحیح ہو جانے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ حدیث مجتہد کے عمل کے لئے بھی صحیح ہو جائے بلکہ اس کیلئے مزید متعدد اُمور کی ضرورت ہوتی ہے۔

﴿صحابہ وتابعین وآئمہ حدیث کا بعض احادیث صحیحہ کو ترک کرنا﴾

• حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر پچھلے مجتہدین تک کوئی امام مجتہد ایسا نہیں گزرا جس نے کسی نہ کسی حدیث میں تاویل نہ کی ہو یا کسی حدیث کو مرجوح نہ قرار دیا ہو یا کسی نہ کسی وجہ سے حدیث پر عمل کو ترک نہ کیا ہو اس کی مثالیں ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

مثال نمبر (1):

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت ہے کہ ''ایک آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں جنبی ہو گیا ہوں یعنی مجھ پر غسل فرض ہو گیا ہے اور میرے پاس پانی نہیں (اب میں کیا کروں؟) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم نماز نہ پڑھو۔ یہ سن کر حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو یاد نہیں کہ آپ اور میں ایک جنگ میں تھے۔ ہم دونوں پر غسل فرض ہو گیا تو آپ نے نماز نہ پڑھی جبکہ میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا اور پھر نماز پڑھی۔ جب ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا تمہیں اپنے ہاتھوں اور چہرے کو مسح کر لینا ہی کافی تھا (تیمم کیلئے) حضرت عمر فاروق نے یہ سن کر ارشاد فرمایا ''اے عمار! اللہ تعالیٰ سے ڈر''۔ (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۶۱) مراد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار کی روایت کردہ حدیث صحیح کو قبول نہ کیا اور نہ ہی اس پر عمل فرمایا۔

مثال نمبر (2):

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ جب انہیں ان کے شوہر نے طلاق بائن دی تھی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کیلئے نہ تو خرچہ ہے اور نہ ہی رہائش۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت ایک ایسی عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑیں گے جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ اس نے یاد رکھا یا وہ بھول گئی۔ طلاق بائن والی عورت کیلئے خرچہ بھی ہے اور رہائش بھی''۔

(مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۷۸۵)

مثال نمبر (3):

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیمّم والی حدیث بیان کی تو آپ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اس حدیث تیمّم کو قبول نہیں کیا۔

(مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۶۱)

مثال نمبر (4):

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث جو مثال نمبر (۲) میں گزری یہ حدیث جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ذکر کی گئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا مَا لِفَاطِمَةَ اَلَا تَتَّقِی اللّٰهَ ؟'' فاطمہ کو کیا ہے؟ کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتی ؟'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح کو ترک کر دیا۔

مثال نمبر (5):

یونہی ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جس چیز کو آگ پر پکایا جائے اسے کھانے سے وضو کرنا پڑے گا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ کیا فرماتے ہیں اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو اس پر مزید وضو کرنا ہوگا؟ اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے۔ اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث صحیح کو ترک کر دیا۔

مثال نمبر (6):

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث ذکر کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کے دو رکنوں (رکن عراقی اور شامی) کا استلام نہیں فرماتے تھے اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''بیت اللہ شریف کے کسی رکن کا بھی استلام ترک نہیں کیا جائے گا''۔ یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترک کر دیا۔

مثال نمبر (7):

حضرت براء اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے معروف صحیح حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ہے لیکن اکثر جلیل القدر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں نے اس حدیث پر عمل نہ کیا اور وضو کو لازم قرار نہ دیا۔

﴿حدیث صحیح کے ترک میں اقوال آئمہ﴾

قول نمبر (1):

فقہ مالکی کے پیشوا حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''علماء کا عمل

حدیثوں سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہے"۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کا عمل لازماً قرآن و حدیث کی دلیل کی بناء پر ہوتا ہے)

قول نمبر (2):

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکاروں نے فرمایا "جہاں ایک بات علماء کے عمل سے ثابت ہو وہاں حدیث سنانا ایک ضعیف کام ہے"۔

قول نمبر (3):

آئمہ تابعین کی ایک جماعت کے پاس جب ان کے خلاف حدیثیں پہنچتیں تو وہ فرماتے "ہمیں ان حدیثوں کی خبر ہے مگر علماء کا عمل اس کے خلاف پر رہا ہے لہٰذا ہم وہی قبول کرتے ہیں"۔

قول نمبر (4):

حضرت امام محمد بن ابو بکر بن جریر سے ان کے بھائی بارہا یہ کہتے کہ "تم نے فلاں حدیث کے مطابق حکم کیوں نہیں کیا"؟ تو آپ علیہ الرحمہ جواب میں فرماتے "میں نے علماء کو اس پر عمل کرتے ہوئے نہ پایا"۔

قول نمبر (5):

بخاری و مسلم کے استاد، محدثین کے امام حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے تھے "اہل مدینہ کی پرانی سنت حدیث سے بہتر ہے"۔

یہ تمام اقوال امام ابن الحاج مالکی نے اپنی کتاب "مَدُ خَلُ" میں ذکر فرمائے۔

﴿ترک حدیث میں وہابیوں کے شیخ الکل کی شہادت﴾

وہابیوں کے شیخ الکل فی الکل مولوی نذیر حسین دہلوی اپنی کتاب "معیار الحق" میں لکھتے ہیں "بعض آئمہ کا ترک کرنا بعض احادیث کو فرع تحقیق ان کی ہے کیونکہ انہوں

نے احادیث کو قابل عمل نہیں سمجھا۔ بدعویٔ نسخ یا بدعویٔ ضعف اور امثال اسکے''۔ وہابیوں کے شیخ الکل نے ترک حدیث کے صرف دو (۲) سبب نسخ اور ضعف ہی بیان نہیں کیے بلکہ لفظ ''امثال'' ذکر کر کے بتادیا نسخ وضعف کے علاوہ بھی کچھ ایسے اسباب ہیں جن کی وجہ سے اماموں نے بعض احادیث کو نا قابل عمل سمجھا اور بے شک ایسا ہی ہے خود مولوی نذیر حسین صاحب کی ''معیار الحق'' میں اس کی مثال موجود ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی حدیث صحیح ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز اس وقت میں پڑھی جب ٹیلوں کا سایہ ان کی مثل ہو گیا''۔ اس حدیث کو مولوی صاحب مذکور نے بعض شافعی مقلدوں کی تقلید کر کے لایعنی وفاسد تاویلیں کر کے نا قابل عمل ٹھہرایا ہے اور اپنے گناہ کا عذر یوں بیان کیا کہ یہ سچی تاویلیں حدیثوں میں مطابقت پیدا کرنے کیلئے کی گئی ہے۔ یونہی نذیر حسین دہلوی نے محض اپنا مذہب ثابت کرنے کیلئے صحیح حدیثوں کو اپنے باطل ومردود دعووں کے ذریعے واہیات ومردود قرار دیا جس کی تفصیل فقیر (امام احمد رضا علیہ الرحمہ) کے رسالہ ''حاجِزُ الْبَحْرَیْنِ الْوَاقِیُ عَنْ جَمْعِ الصَّلٰوتَیْنِ'' میں مذکور ہے۔ یہ رسالہ صرف ایک مسئلہ سے متعلق ہے اور اس رسالہ میں نذیر حسین دہلوی کی کرتوتیں اور حرکتیں ذکر کی گئی ہیں۔ بقیہ مسائل میں جو کارگزاریاں ہیں کس شمار میں ہیں؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کوئی بھی عقل مند اپنا ہو یا غیر اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ اصول حدیث کے اعتبار سے حدیث کے صحیح ثابت ہو جانے سے اس پر عمل لازم نہیں ہو جاتا بلکہ عمل کا ہر جگہ لازم ہو جانا محال ہے کیونکہ بہت جگہ دو حدیثیں برابر درجہ کی صحیح ہوتی ہیں لیکن آپس میں متعارض ہوتی ہیں مثلاً ایک حدیث کی رو سے وہ عمل جائز اور دوسری حدیث کی رو سے وہ عمل ناجائز ہے۔ اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث صحیح پر عمل کرنا لازم ہے تو اس کے کہنے کے مطابق ایک عمل جائز بھی ہے اور ناجائز بھی اور یہ صراحۃً دو متضاد چیزوں کا جمع ہونا ہے اور یہ محال ہے۔

اس تمام گفتگو سے ثابت ہوگیا کہ سوال میں جو اقوال مذکور ہیں ان سے اور ان جیسے دوسرے اقوال سے مراد حدیث کا اصول حدیث کے اعتبار سے صحیح ہونا نہیں بلکہ مجتہد کے عمل کیلئے صحیح ہونا مراد ہے اور خبر سے مراد یہی ہے کہ وہ خبر مجتہد کے نزدیک واجب العمل ہو یعنی اس پر عمل کرنا لازم ہو۔

اب یہ بات بالکل واضح وروشن ہے اور بغیر کچھ غور وفکر کے سمجھ میں آنے والی ہے کہ اگر کوئی حدیث مجتہد نے پائی اور اس میں تاویل کر لی یا کسی اور وجہ سے اس حدیث پر عمل نہ کیا تو وہ حدیث اس امام کا مذہب نہیں بن سکتی کیونکہ اگر وہ حدیث اس امام کا مذہب بنے تو وہی دو ناممکن چیزیں جمع ہو جائیں گی کہ جب مجتہد نے اس حدیث میں تاویل کی تو وہ اس کا مذہب نہ رہی اگر چہ دوسری جگہ اوروں نے اسے مذہب بنا بھی دیا۔

پس معلوم ہوا کہ سوال میں مذکور امام صاحب کے قول کی بنا پر کسی حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ چونکہ مذہب امام اس حدیث کے خلاف ہے لہٰذا وہ قول ترک کیا جائے اور اس حدیث کو امام کا مذہب قرار دیا جائے یہ کہنا دو چیزوں پر موقوف ہے۔

اولاً : یقینی طور پر یہ بات ثابت اور معلوم ہو کہ یہ حدیث امام صاحب تک نہیں پہنچی کیونکہ اگر حدیث امام تک پہنچی اور پھر امام نے اس حدیث کے خلاف کیا تو یہ حدیث امام کا مذہب قطعاً نہیں ہو سکتی بلکہ دوسرے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے جو قول امام نے کیا وہی اس کا مذہب ہے اس وجہ سے علامہ زرقانی نے "موطا امام مالک" کی شرح میں تصریح فرمائی کہ "یہ بات ثابت ہو چکی کہ کسی حدیث کا مذہب مجتہد ہونا صرف اس صورت میں ہے جب کہ یقین ہو کہ حدیث مجتہد کو نہ پہنچی تھی ورنہ اگر اس بات کا احتمال ہو کہ مجتہد نے حدیث پائی اور اس کا محمل کچھ اور بیان کیا تو وہ حدیث اس امام کا مذہب نہ ہو گی۔

ثانیاً: دوسری بات جس پر حدیث کے مذہب امام ہونے کا دارومدار ہے وہ یہ ہے کہ قول امام کے خلاف کسی حدیث کو مذہب امام بتانے والا حدیث کے راویوں اور حدیث کے الفاظ کی اطلاع رکھتا ہو نیز دلیل بنانے کے طریقے اور قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے کے طریقے جانتا ہو نیز ان چیزوں سے تعلق رکھنے والے اصولوں کو جانتا ہو اور ان پر مکمل مہارت حاصل ہو۔ اس چیز کے حصول کیلئے اسے کئی سخت منزلیں طے کرنا ہوں گی اور وہ چار منزلیں ہیں جن میں سے ہر دوسری منزل پہلی منزل سے زیادہ کٹھن ہے۔

﴿استنباط احکام کی چار منازل﴾

﴿پہلی منزل﴾

پہلی منزل حدیث کے راویوں کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ اس مدعی کو راویوں کے قابل اعتماد ہونے میں سچائی میں حافظے اور حدیث کو یاد رکھنے کے مراتب معلوم ہوں پھر یہ کہ ہر راوی کے بارے میں اَسماءُ الرِّجال کے اماموں کے اقوال معلوم ہوں اور راوی میں طعن و اعتراض کی وجوہات اور راوی کے قابل اعتماد ہونے کے مراتب پتا ہوں اور جرح کہاں مقدم ہے اور تعدیل کہاں مقدم ہے اور راوی میں طعن پر ابھارنے والی چیزیں کون سی ہیں اور راوی کن چیزوں کی بنیاد پر لائق اعتماد ہوتا ہے؟ کہاں راوی نے تحقیق سے کام لیا اور کہاں سستی سے؟ یا راوی کو صحیح قرار دینے میں محدث نے کہاں تحقیق سے کام لیا اور کہاں نرمی برتی؟ ان تمام باتوں کا علم ہو۔

نیز خاص اس حدیث کے راوی کا مرتبہ صحیح یا ضعیف ہونے میں کیا ہے؟ اس کیلئے اس راوی سے متعلق تمام اقوال معلوم ہوں اس کے موافق ہوں یا اس کے مخالف اور راویوں نے کہاں خطا کی اور کہاں انہیں وہم لاحق ہوا؟ ان تمام باتوں پر اطلاع ہو۔ حدیث کے

راویوں کے نام، ان کے القاب، ان کی کنیتیں، ان کے نسب نیز راویوں کو جن مختلف طریقوں سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے حدیث میں تدلیس [1] کرنے والے بزرگ ان سب کا علم ہو اور اگر کوئی راوی مبہم ہے اس کی تعیین کہ یہ کون ہے اور بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ متعدد راویوں کے نام بھی ایک جیسے ہوتے ہیں اور ان کے باپوں کے نام بھی ایک جیسے ہوتے ہیں یا یوں ہوتا ہے کہ نام لکھنے میں ایک جیسے ہوتے ہیں مگر پڑھنے میں مختلف ہوتے ہیں جیسے مِسْوَر اور مُسَوِّر تو ایسی جگہوں میں ہر راوی کی تعیین ہو کہ یہاں کون سا راوی مراد ہے؟ راویوں کی ولادت و وفات کی جگہیں اور رہائش کے علاقے یعنی شہر اور جن علاقوں کی طرف سفر کیا اور جن راویوں سے ملاقات ہوئی اور جن سے حدیثیں سنیں نیز اس راوی کے اساتذہ کون سے ہیں اور اس کے شاگرد کون سے ہیں؟ ان سب چیزوں پر مکمل اطلاع ہو نیز حدیث کے لینے کے طریقے اور آگے بیان کرنے کے طریقے اور تدلیس اور اس بات کا علم ہو کہ اگر راوی کا حافظہ آخری عمر میں متغیر ہو گیا تھا تو حافظے کے متغیر ہونے سے پہلے کن لوگوں نے اس راوی سے حدیثیں روایت کیں؟ اور بعد میں کن لوگوں نے روایت کیں اور وہ کون سے ہیں جنہوں نے دونوں حالتوں میں حدیثیں روایت کیں؟ پہلی منزل میں بیان کردہ تمام چیزوں کا جسے علم ہو اور ان پر مہارت ہو وہ ان تمام چیزوں کو جاننے کے بعد صرف اتنا کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کی سند کیسی ہے؟

---

[1] تدلیس یہ ہے کہ راوی اس شیخ سے جس سے اس نے حدیثیں سنی ہیں وہ حدیث روایت کرے جو نہیں سنی ہوئی یا جس شیخ سے حدیث نہیں سنی محض ملاقات ہوئی ہو اس کی طرف سے حدیث بیان کرے ایسے الفاظ سے جس سے یہ وہم ہو کہ اس نے یہ حدیث سنی ہوئی ہے۔

صحیح 2 ہے یا حسن 3 یا صالح 4 ساقط 5 یا باطل یا معضل 6 یا مقطوع 7 یا مرسل 8 یا متصل 9

﴿دوسری منزل﴾

دوسری منزل یہ ہے کہ حدیث کی جتنی اور جس قسم کی بھی کتابیں ہیں مثلاً صرف صحیح حدیثیں جمع کرنے کا التزام کرنے والی کتاب ہے فقہی ابواب کی ترتیب والی ہے یا ایک ہی صحابی کی تمام روایتیں ایک جگہ جمع کرنے والے کتاب ہے یا ایک شیخ کی حدیثیں جمع کرنے والی ہے یا ایک خاص موضوع سے متعلق ہے الغرض ہر قسم کی کتب احادیث میں خاص مطلوبہ حدیث کی تمام سندیں اور جملہ سندوں کے اعتبار سے مختلف الفاظ پر گہری نظر ہو، تاکہ اس سے پتہ چلے کہ یہ حدیث اتنے کثیر افراد کی روایت کردہ ہے جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہے یا ان سے کچھ لوگوں نے روایت کیا ہے یا صرف ایک ایک راوی نے روایت کیا ہے یا وہ حدیث ایک خاص راوی کے اعتبار سے فرد ہے نیز اسے یہ بھی علم حاصل ہو کہ یہ حدیث ایسی تو نہیں کہ جس میں ایک معتمد ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ معتمد ثقہ راوی کی مخالفت کی ہے یا

---

۲ صحیح وہ ہے جو ایسے عادل راویوں کی نقل سے ہو جو تام الضبط ہوں اور حدیث کی سند متصل ہو اور اس حدیث میں کوئی پوشیدہ علت نہ ہو اور نہ ہی اس میں اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو۔

۳ حسن وہ حدیث ہے جس کے راوی میں ضبط کی کمی ہو اور باقی صفات کامل ہوں۔

۴ صالح وہ حدیث ہے جس سے استدلال کیا جاسکے۔

۵ ساقط وہ حدیث ہے جو مرتبہ اعتبار سے گر گئی ہو۔

۶ معضل وہ حدیث ہے جس میں درمیان سند سے دو راوی پے در پے گر گئے ہوں۔

۷ مقطوع اصولاً وہ حدیث ہے جس کی سند تابعی پر ختم ہو جائے۔

۸ مرسل وہ حدیث ہے جس میں تابعی بلاواسطہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرے۔

۹ متصل وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

ایک ضعیف راوی نے کسی معتمد کی مخالفت کی ہے نیز تمام کتب احادیث اور تمام سندیں اور تمام مختلف الفاظ دیکھنے سے بھی علم حاصل ہو کہ کس نے اس حدیث کی سند کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا؟ اور کس نے صرف صحابی تک پہنچایا؟ اور کس نے سند کو صرف تابعی تک پہنچایا اور یہ بھی علم حاصل ہو کہ حدیث ایسی تو نہیں کہ جس میں سند ظاہراً متصل ہے مگر دوسرے راوی نے درمیان میں ایک راوی کی زیادتی کی ہے اور جس نے اس راوی کا ذکر نہیں کیا وہ زیادہ معتبر ہے نیز اسے سند اور متن میں اضطراب پر اطلاع حاصل ہو۔

جب حدیث کے تمام مختلف الفاظ اور تمام سندوں کو جمع کیا جائے گا تو اس سے حدیث کی سند یا الفاظ میں پایا جانے والا ابہام دور ہوگا اور وہم ختم ہوگا اور پوشیدہ بات واضح ہوگی اور مشکل و مجمل بات ظاہر و بین ہوگی اسی وجہ سے امام ابو حاتم رازی نے فرمایا ہم جب تک حدیث کو ساٹھ (۶۰) طریقوں (سندوں اور الفاظ) سے نہ لکھ لیتے اس وقت تک حدیث کی پہچان حاصل نہ ہوتی۔

جب کوئی شخص مذکورہ تمام باتوں کو جان لے گا تو اسے صرف اتنا علم حاصل ہوگا کہ حدیث کیسی ہے؟ اس میں معتمد راوی کی اپنے سے زیادہ معتمد راوی سے مخالفت ہے یا نہیں؟ اس میں زیادہ ضعیف کی کم ضعیف راوی سے یا ضعیف کی ثقہ راوی سے مخالفت ہے یا نہیں؟ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہے یا صحابی تک؟ اس حدیث کو ایک آدمی نے روایت کیا یا بہت سے لوگوں نے؟ وغیرھا۔

﴿تیسری منزل﴾

جو شخص کسی حدیث کو مذہب امام کے خلاف پا کر مذہب رد کر کے اس حدیث کو امام کا مذہب قرار دیتا ہے اس کیلئے تیسری منزل یہ ہے کہ حدیث کی پوشیدہ علتوں پر مطلع ہو کیونکہ بہت دفعہ ہوتا ہے کہ حدیث اصولوں کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہے مگر اس میں ایسی باریک پوشیدہ چیزیں ہوتی ہیں جو حدیث قبول کر کے قبول مقبول ہونے میں خرابی ڈالتی ہیں

ان پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہونا انتہائی پیچیدہ کام ہے کئی سو سالوں سے اس کام پر قادر کوئی شخص نہیں پایا گیا اور اگر کوئی شخص بالفرض علتوں کی تمام وجوہات کا احاطہ کرنے کے بعد کسی حدیث کو تمام علتوں سے پاک مانے تو یہ تین منزلیں طے کرنے کے بعد وہ صرف اتنا کہہ سکتا ہے کہ یہ حدیث اصول حدیث کے اعتبار سے صحیح ہے لاکھوں حدیثوں کو حفظ کرنے والے تمام بزرگان دین اور حدیث پر صحیح یا ضعیف وغیرھا ہونے کا حکم لگانے والے تمام جلیل القدر محدثین جو درجہ اجتہاد تک نہ پہنچے ہوں ان کی رسائی صرف اسی مقام مذکور تک ہے۔

﴿تقلید کے منکرین پر لاجواب اعتراض﴾

غیر مقلد وہابیوں کی حالت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک چند حدیثیں پڑھ کر اپنے آپ کو مجتہد سمجھتا ہے اور جلیل القدر مجتہدین کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتا ہے اور تقلید کو شرک کہتا ہے حالانکہ ابھی تک جو ہم نے منزلیں بیان کی ہیں ان تک پہنچنے کے لئے بھی یہ منکر تقلید، حدیث کی کتابیں لکھنے والے محدثین اور اَسماءُ الرِّجال کے اماموں کی تقلید کر کے ہی پہنچتا ہے۔ یعنی محدثین کسی حدیث یا راوی کو ضعیف کہیں تو وہابی تقلید کرتے ہوئے ضعیف کہے گا اور اگر محدثین صحیح کہیں تو وہابی اس حدیث یا راوی کو صحیح کہے گا اور چونکہ وہابی اسی کو تقلید کہتے ہیں لہٰذا تقلید کو حرام بلکہ شرک کہنا اور پھر خود ہی اس کا ارتکاب کرنا پرلے درجے کی بے حیائی و بے غیرتی ہے بلکہ وہابیوں کے مذہب کے مطابق تو شرک ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ اور دیگر اماموں کی تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے تو کونسی حدیث یا آیت میں آیا ہے کہ امام بخاری یا امام ترمذی بلکہ امام احمد یا امام ابن مدینی کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہہ دیں تو وہ حقیقتاً ایسی ہی ہوتی ہے اور کونسی حدیث میں آیا ہے کہ راویوں کے بارے میں امام ذہبی وعسقلانی بلکہ ان سے اوپر کے امام نسائی وابن عدی و دار قطنی بلکہ ان سے اوپر کے امام یحییٰ بن معین و شعبہ و ابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی واضح

حق ہے؟ جب وہابیوں کے نزدیک احکام الٰہیہ پہچاننے میں ان بزرگوں کی تقلید جائز نہیں جو محدثین سے کئی درجے افضل و اعلیٰ اور زیادہ علم و عظمت والے ہیں اور یہ محدثین جن بزرگوں کے مقلد و پیروکار ہیں اور محدثین خود ان مجتہدین کی بزرگی و عظمت کو تسلیم کرتے ہیں تو احکام الٰہیہ پہچاننے سے چھوٹے کام یعنی حدیث یا راوی کو صحیح یا ضعیف کہنے میں بڑے بزرگوں یعنی مجتہدین سے کم درجہ رکھنے والوں یعنی محدثین کی تقلید کرتے ہیں حالانکہ حدیث یا راوی سے متعلق صحت وضعف کا حکم لگانے میں رائے کی گنجائش بہت زیادہ ہے جبکہ احکام الٰہیہ پہنچاننے کا میدان نہایت تنگ و دشوار ہے اگر وہابیوں کو تقلید سے اتنی ہی نفرت و دشمنی ہے تو ایک مرتبہ تمام محدثین کی تقلید کو ترک کر کے کسی حدیث کے راویوں پر معتمد وغیر معتمد ہونے کا حکم لگا کر دکھائیں، ہرگز ہرگز وہابی یہ کبھی بھی نہیں کر سکتے اور بغیر محدثین کی تقلید کے ان کا گزارہ نہیں ہوسکتا خیر ہم شیطان کے مسخروں کو منہ نہیں لگاتے اور اپنی بات کی طرف آتے ہیں۔

﴿مقام غور﴾

انصاف کرنے والے مسلمان بھائی! ذرا مذکورہ منازل کی دشواری کو دیکھیں کہ اس میں امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری جیسے جلیل القدر محدث پر کیسی سخت گرفتیں کی گئیں؟ اور ان پر کیسے کیسے اعتراض ہوئے؟ اور امام ابن حبان جیسے عظیم محدث، اسماء الرجال کے ماہر اور گہری نظر رکھنے والے کو اسی میدان میں متساہل (سُست) قرار دیا گیا بلکہ ان سے بڑھ کر امام ترمذی ہیں ان جیسے عظیم امام حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینے میں متساہل (سُست) قرار دیا گیا یونہی امام بخاری و امام ابوزرعہ جیسے محدثین جن کے علم کا لوہا امام مسلم جیسے محدث نے مانا ان سے بھی مذکورہ منازل میں خطائیں ہوئیں جیسا کہ "فَتْحُ الْبَارِیْ وَ عُمْدَۃُ الْقَارِیْ" کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

اور چوتھی منزل جو احادیث سے احکام کا نکالنا ہے وہ تو اتنی مشکل و پیچیدہ ہے کہ اس تک پہنچنا تو اجتہاد کے نور سے روشن آفتاب بن کر ہی ممکن ہے۔ محدثین کے اماموں کے امام حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر حدیث کی منزلوں کو کس نے طے کیا ہوگا؟ لیکن وہ بھی جب احادیث میں بعض کو بعض پر ترجیح دے کر احکام نکالنے پر آئے تو کیسی خطا کی چنانچہ بکری کے دودھ والا قصہ معروف ہے کہ ایک بکری کا دودھ پینے والوں کے درمیان حرمت رضاعت ثابت کردی اور اس مسئلہ پر پھر کیسی تکلیفیں اٹھائیں۔ پھر یونہی امام عیسیٰ بن ابان کا قصہ مشہور ہے۔ عیسیٰ بن ابان بہت بڑے امام ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں طلب حدیث میں مشغول تھا اور میں ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور ایک مہینہ وہاں قیام کرنے کی نیت کی لہٰذا میں نماز پوری پڑھنے لگا یعنی قصر نہیں کرتا تھا۔ ایک دن امام ابو حنیفہ کے ایک شاگرد مجھے ملے اور کہا کہ آپ نے خطا کی۔ کیونکہ آپ نے منیٰ اور عرفات جانا ہے تو آپ مقیم کیسے ہوئے بلکہ مسافر ہی رہے۔ یہ سن کر میں نے قصر شروع کی۔ پھر منیٰ سے واپسی پر میرے ساتھی کا جانے کا ارادہ تھا اور میرا بھی جانے کا ارادہ تھا لہٰذا میں نے قصر جاری رکھی۔ اس پر پھر مجھے ابو حنیفہ کے ایک صاحب نے کہا آپ نے خطا کی کیونکہ جب تک آپ مکہ سے سفر نہیں کریں گے مسافر نہیں بنیں گے یہ سن کر میں نے کہا کہ ایک مسئلہ میں دو جگہ میں نے خطا کی لہٰذا میں امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوا اور فقہ سیکھنے لگا۔

(شامی جلد ۲ صفحہ ٦۔٦ مطبوعہ بیروت)

اسی وجہ سے جلیل القدر امام سفیان بن عیینہ جو کہ امام شافعی و امام احمد کے استاد اور امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاد اور جلیل القدر آئمہ محدثین اور مجتہد فقہاء اور تبع تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں ''حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدوں کو''۔

غیر مجتہد کا حدیث پر عمل کرنا کیسا ہے؟

امام ابن الحاج مکی اپنی کتاب ''مدخل'' میں فرماتے ہیں ''امام سفیان بن عیینہ کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کو کبھی ظاہر حدیث سے جو معنی سمجھ میں آتا ہے اس پر جم جاتا ہے

حالانکہ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مراد کچھ اور ہے یا وہاں کوئی اور دلیل ہوتی ہے، جس پر اس شخص کو اطلاع نہیں ہوتی یا وہاں متعدد اسباب ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا ان باتوں پر قدرت نہیں پاتا مگر وہ جو علم کا دریا بنتا ہے اور اجتہاد کے مرتبے تک پہنچتا ہے خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز کرے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی اور اسے دل میں جگہ دی اور ٹھیک ٹھیک اوروں تک پہنچا دی بہت سے لوگوں کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر اس حدیث کی فہم وفقہ (سمجھ) کی صلاحیت نہیں ہوتی اور بہت سے اگرچہ لیاقت وصلاحیت رکھتے ہیں مگر دوسرے ان سے زیادہ سمجھدار وفقیہ ہوتے ہیں۔ (مسند احمد، سنن دارمی، ابو داؤد، جامع ترمذی، ابن ماجہ، مختارۃ، مدخل، ابن حبان)

اگر صرف حدیث کا معلوم ہو جانا حکم کو سمجھنے کیلئے کافی ہوتا تو پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد اقدس کا کیا معنی ہے؟ اس حدیث سے پتہ چلا کہ حدیث کا یاد ہونا اور ہے اور اس کا سمجھنا اور ہے اور حدیث کی صحیح سمجھ اور اس سے مسائل نکالنا مجتہدین وفقہا ہی کا کام ہے۔

﴿امام اعظم کا حدیث وفقہ میں مقام﴾

امام ابن حجر مکی شافعی اپنی کتاب ''الخیرات الحسان'' میں فرماتے ہیں کہ جلیل القدر تابعی اماموں میں سے ایک امام اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے شاگرد امام المحدثین حضرت سلیمان اعمش علیہ الرحمہ سے کسی نے کچھ مسائل پوچھے اس مجلس میں امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ بھی موجود تھے۔ امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام سے پوچھے تو آپ علیہ الرحمہ نے فوراً جواب دیدیے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے نکالے تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا یہ مسائل ان حدیثوں سے نکالے ہیں جو میں نے خود آپ ہی

سے سنی ہیں پھر آپ نے وہ حدیثیں سند کے ساتھ امام اعمش کے سامنے ذکر کر دیں۔ یہ سن کر امام اعمش نے فرمایا "بس کیجئے! جو حدیثیں میں نے آپ کو سو (۱۰۰) دنوں میں سنائیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں پر یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب اور ہم محدث لوگ عطار ہیں یعنی دوائیں تو ہمارے پاس ہیں مگر ان کا طریقہ استعمال تم مجتہدین جانتے ہو اور اے ابو حنیفہ! تم نے فقہ و حدیث دونوں طرفوں کو لے لیا ہے"۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿چوتھی منزل﴾

اب باقی رہی چوتھی منزل اور تمہیں کیا معلوم کہ چوتھی منزل کیا ہے؟ چوتھی منزل تو تمام منازل میں سخت ترین و دشوار ہے اور اس کے مراحل پر چلنے والے نہیں مگر بہت ہی تھوڑے اس منزل کی قدر کون جانے؟ ایسے ہی موقع کے لئے حافظ شیرازی نے کہا "اے حافظ! تو خاک نشین گدا ہے چیخ و پکار نہ کر کہ اپنی مملکت کے نظام کو بادشاہ ہی جانتے ہیں"۔ مراد یہ کہ جس چیز کی حقیقت اور حکمت کو تو نہیں جانتا اس پر خوانخواہ اعتراض نہ کر۔

چوتھی منزل کے لئے واجب ہے کہ آدمی عرب کی تمام لغتوں اور ادب عربی کے تمام فنون اور مخاطب کرنے کے تمام اندازوں کو اور سمجھنے اور سمجھانے کے تمام طریقوں کو اور نظمِ قرآن و حدیث کی تمام اقسام اور معانی کی تمام صنفوں کو جانتا ہو نیز قرآن و حدیث میں بیان کیے گئے احکام کی علتیں نکالنے اور جن چیزوں پر احکام کا دارومدار ہوتا ہے ان کی چھان بین اور دو حکموں کے درمیان مشترک چیز معلوم کرنے اور دو حکموں کے درمیان فرق کرنے والی چیز کی پہچان پر قادر ہو نیز علت کو ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف متعدی کرنے کی جگہوں اور علت کے اپنے حکم پر بند رہنے کے مقامات، کس حکم کے بارے میں آیات و احادیث کے دلائل اور اس حکم کے بارے میں صحابہ کرام کے اقوال اور نئے اور پرانے تمام

اماموں کے اقوال اوران کے دلائل واقوال کے درمیان تعارض کے مقامات جانتا ہو، نیز بعض دلائل کو بعض پر ترجیح دینے کے طریقوں کا علم ہواور دو دلیلوں میں تطبیق کے طریقے معلوم ہوں نیز دلیل کے درجات اور تاویل کے معرکوں اور عام حکم کو خاص کرنے کے راستوں اور مطلق کو مقید کرنے کے طریقوں اور قیودات لگانے کی جگہوں اور مقصود کے مواقع پر مکمل اطلاع ہواور ایسے شخص کو گہری نظر اور بلند ذہن اوراعلیٰ بصیرت اور جانچ پرکھ کا بہترین مادہ حاصل ہو۔

﴿مجتہد کے قول کا انکار کرنا کیسا؟﴾

ان باتوں کو امام شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اختصار کے ساتھ یوں بیان فرمایا ''خبردار! مجتہد کے کسی قول کا انکار نہ کرو یا اسے خطا کی طرف منسوب نہ کرو۔ جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کرلو اور جب تک عرب کی ان تمام لغتوں کو پہچان نہ لو جن پر شریعت مشتمل ہے اور جب تک ان دلائل کے معانی اوران کے راستے نہ جان لو''۔ اور ساتھ ہی امام زکریا علیہ الرحمہ نے فرمایا ''بھلاتم کہاں اور کہاں یہ تمام دلائل کا احاطہ کرنا''؟ (اس قول کو امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ نے ''میزان'' میں نقل کیا۔)

﴿فتاوی شامی کی عبارت کا جواب﴾

''ردالمحتار'' جس کی عبارت سوال میں نقل کی گئی ہے اس کی مذکورہ عبارت کے ساتھ ہی اس کلام کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا ''اِذَاصَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ والا قول، ظاہر یہ ہے کہ یہ اس شخص کے حق میں ہے جو شرعی نصوص میں نظر رکھتا اور ان کے محکم ،منسوخ کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو جب اصحاب مذہب دلیل میں نظر فرما کر اس پر عمل کریں اس وقت اس حدیث کو امام کا مذہب قرار دیا جا سکتا ہے''۔

شک نہیں کہ جو شخص ہماری ذکر کردہ چار منازل کو طے کر لے وہ مجتہد فی المذہب ہے جیسے مذہب حنفی میں امام ابو یوسف وامام محمد ہیں اور بلا شبہ ایسے اماموں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی حدیث کو خلاف مذہب پا کر اسے قبول کرتے ہوئے امام کا مذہب قرار دیں اور وہ اپنے اس عمل کے باعث امام کے مذہب سے خارج نہ ہوں گے کہ اگر چہ انہوں نے اس خاص مسئلہ میں صورۃ امام کے مذہب کا خلاف کیا مگر حقیقۃً امام کے کُلّی اِذن واجازت پر عمل کیا۔ پھر ان بزرگوں کو حدیث پر عمل کی اجازت ہے۔ یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا عمل بہر حال مذہب امام ہی ہو جائے بلکہ یہ ان کا گمان ہے ہوسکتا ہے کہ چونکہ ان بزرگوں کا فہم وادراک امام صاحب کے فہم وادراک سے کم ہے تو حدیث کو جس مطلب پر ان بزرگوں نے محمول کیا، امام صاحب اس کی کچھ اور توجیہ کرتے اور ان کا مفہوم قبول نہ کرتے۔

﴿امام ابو یوسف کا علمی مقام﴾

اپنی مذکورہ بات پر ہم بطور تائید یہ پیش کرتے ہیں کہ مذہب حنفی کے جلیل القدر امام، مجتہد فی المذہب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جن کا حدیث میں اعلیٰ مقام اپنوں اور بیگانوں سب کو قبول ہے جیسا کہ امام شافعی کے جلیل القدر شاگرد حضرت امام مزنی علیہ الرحمہ نے ان کے بارے میں فرمایا ''وہ قوم میں سب سے زیادہ حدیث کی پیروی کرنے والے ہیں اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے ان کے بارے میں فرمایا وہ حدیث میں انصاف رکھنے والے تھے اور امام یحیٰ بن معین نے اپنے شدید تشدد کے باوجود فرمایا کہ ''احناف میں ابو یوسف سے بڑھ کر کوئی زیادہ حدیثوں والا اور مضبوط آدمی نہیں''۔ نیز فرمایا ''وہ حدیث اور سنت والے تھے'' امام ابن عدی نے اپنی کتاب ''کامل'' میں ان کے بارے میں فرمایا ''احناف میں امام ابو یوسف نے زیادہ حدیثوں والا کوئی نہیں'' اور امام ذہبی شافعی نے امام ابو یوسف کو حُفّاظِ حدیث میں شمار کیا اور اپنی کتاب ''تَذْكِرَةُ الْحُفَّاظِ'' میں ان کے لئے عنوان یہ رکھا ''امام علامہ عراقیوں کے فقیہ''۔

﴿امام ابو یوسف بارگاہ امام اعظم میں﴾

یہ امام ابو یوسف اپنی مذکورہ جلالتِ شان کے باوجود حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں ''کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام اعظم سے اختلاف کر کے اس میں غور کیا ہو مگر یہ کہ ہمیشہ انہی کے مذہب کو آخرت میں زیادہ نجات دینے والا پایا اور بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ میں حدیث کی طرف جھکتا مگر تحقیق کے بعد پتہ چلتا کہ امام اعظم حدیث پر زیادہ گہری نظر رکھنے والے ہیں''۔ نیز امام ابو یوسف نے فرمایا'' کہ امام اعظم جب کسی قول پر جزم (یقین) فرمالیتے ہیں تو میں کوفہ کے آئمہ محدثین کے پاس جاتا تاکہ دیکھوں کہ امام صاحب کے قول کی تقویت میں کوئی حدیث یا اثر ہے یا نہیں تو بہت دفعہ میں دو یا تین اثر پالیتا۔ میں وہ احادیث لے کر امام اعظم کے پاس آتا تو آپ کسی حدیث کے بارے میں فرماتے صحیح نہیں کسی کو فرماتے معروف نہیں۔ میں کہتا حضور آپ کو اس کی کیا خبر؟ یہ حدیث تو آپ کے موافق ہے تو آپ فرماتے کہ میں اہل کوفہ کے علم کا عالم ہوں (یہ تمام اقوال امام ابن حجر نے ''اَلْخَيْرَاتُ الْحِسَانُ'' میں ذکر فرمائے)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام اعظم نے جو یہ فرمایا کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہ میرا مذہب ہے یہ آج کل کے احمق و جاہل وہابیوں یا میدانِ اجتہاد میں نابالغ حضرات والوں کے لئے ہرگز نہیں اور نہ ہی یہ لوگ اس کے اہل ہیں۔ آج کل کے دعویٰ اجتہاد کرنے والوں کی حالت تو یہ ہے کہ عام علماء کا کلام سمجھنے کی انہیں لیاقت وصلاحیت نہیں تو یہ دین کے عظیم ستونوں جلیل القدر مجتہدین کے اجتہاد کو کیسے پرکھ سکتے ہیں؟ سوال کرنے والوں نے یہی ''ردالمحتار'' غور سے دیکھی ہوتی تو انہیں پتہ چلتا کہ امام ابن الشحنہ اور علامہ محمد بن محمد البہنسی استاد علامہ نورالدین علی قادری باقانی اور علامہ ابن نجیم مصری صاحب نَھْرُ الْفَائِقِ اور علامہ محمد بن علی دمشقی صاحب دُرِ مختار جیسے عظیم بزرگوں کے بارے میں

تصریح ہے کہ امام کے مذہب کی مخالفت کرنا تو درکنار مذہب امام کی مختلف روایتوں میں سے ایک کو راجح قرار دینے کی بھی اہلیت نہیں چنانچہ "کتاب الشهادات باب القبول" میں علامہ سائحانی سے منقول ہے "ابن الشحنہ اہل اختیار سے نہیں اور "کتاب الزکاۃ باب صدقۃ الفطر" میں ہے محمد بن محمد البہنسی اصحاب تصحیح میں سے نہیں اور "کتاب النکاح باب الحضانۃ" میں ہے صاحب نہر الفائق اہل ترجیح سے نہیں اور "کتاب الرہن" میں ایک بحث علامہ شارح علاء الدین حصکفی کی نسبت فرمایا "بحث اور قیاس کے ذریعے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ ہم اس کے اہل نہیں ہیں خود مذہب حنفی کے بڑے بڑے اراکین اور جلیل القدر، عظیم المرتبت بزرگ جیسے امام کبیر خصاف اور امام ابوجعفر طحاوی اور امام ابوالحسن کرخی، امام شمس الائمہ حلوانی اور امام شمس الائمہ سرخسی اور امام فخر الاسلام علی بزدوی اور امام قاضیخان فقیہ النفس اور امام ابوبکر رازی اور امام ابوالحسن قدوری اور امام برہان الدین فرغانی صاحب ھدایہ اُن سب بزرگوں کے بارے میں علامہ ابن کمال پاشا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تصریح نقل کی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی امام کی مخالفت پر قادر نہیں نہ اصول میں اور نہ ہی فروع میں۔

خدا کے واسطے! سوچو کہ تم نے اللہ کی بارگاہ میں جانا اور اسے منہ دکھانا ہے۔ تھوڑی دیر کیلئے منہ زوری، ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی چھوڑ کر اپنے گریبان میں منہ ڈالو اور مذکورہ جلیل القدر بزرگوں کے سامنے اپنی صلاحیت ولیاقت کو دیکھو تو شاید تمہیں علم ہو کہ تمہاری صلاحیت ان کے مقابلے میں ساتویں زمین سے نیچے بھی نظر نہ آئے اور حقیقت تو یہ ہے کہ تم ان بزرگوں کے شاگردوں کے شاگردوں کی شاگردی اور ان کے جوتے اٹھانے کی لیاقت نہیں رکھتے۔

جو شکار شیروں کی جست (پہنچ) سے باہر ہو اس پر گیدڑ لومڑیاں حملہ کرنے کی کوشش کریں تو سوائے بے وقوفی کے اور کیا ہے؟ یعنی حدیث سے مسئلہ نکالنا مثل شکار کے

ہے اور مذکورہ بزرگ شیر اور وہابی لومڑیاں گیدڑ تو مسئلہ نکالنا جب عظیم بزرگوں کے لئے ممکن نہیں تو وہابی جاہلوں کے بس میں کیسے ہوسکتا ہے؟ ہاں جیسے شیطان اپنا مرید بنالے اور شیطان اسے تمام اماموں کے مقابل اپنی تقلید کیلئے اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (میں اس سے بہتر ہوں) سکھائے تو اس کا کچھ ذکر نہیں۔

جان برادر! دین سنبھالنا مقصد ہے یا بات پالنا؟ چند منٹ تک ناراضگی، جھنجھلاہٹ، شوخی اور تلملاہٹ کو چھوڑ کر ذرا وہابیوں کے اجتہاد کی لیاقت کے دعوؤں کے آثار دیکھو تمام غیر مقلدوں کے سردار، سب سے اونچی چوٹی کے کوہ پُرشکوہ، وہابیوں کے سب سے بڑے محدث، توحید کا دعویٰ کرنے والے، یکتا امام، علامۃ الدہر اور زمانے بھر کے مجتہد جناب میاں نذیر حسین دہلوی صاحب نے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے کے بارے میں ایک رسالہ لکھا جس کی سخت اور واضح غلطیاں ہم نے اپنے رسالے "حاجز البحرین" میں ذکر کی ہیں۔ جسے تفصیل دیکھنا منظور ہو وہ ہمارے رسالہ میں دیکھے یہاں ہم اجمال کے ساتھ میاں صاحب کی غلطیاں ذکر کرتے ہیں چنانچہ میاں نذیر حسین دہلوی کی صرف ایک حدیث میں غلطیوں کا اندازہ لگائیں۔

﴿وہابیوں کے شیخ الکل کی اصول حدیث سے جہالت﴾

(1) حضرت کو ضعیف محض اور متروک میں تمیز نہیں۔ (2) تشیع اور رفض میں فرق کا پتہ نہیں۔ (3) فُلَانٌ غَرِیْبُ الْحَدِیْثِ میں فرق نہیں۔ (4) غریب اور مُنکر میں تفریق کا پتہ نہیں۔ (5) فَلَانٌ یَہِمُ کو وہمی سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں میں بہت فرق ہے۔ (7) حدیث مرسل کو مردود سمجھتے ہیں اور مدلِّس کے عنعنہ کو قبول کرتے ہیں حالانکہ مرسل مقبول ہوتی ہے اور مدلس کا عنعنہ مردود ہوتا ہے۔ (8) اور بہت زیادہ جہالت یہ کہ اگر کوئی محدث دو تین راوی چھوڑ کر اوپر سے سند ذکر کرے اور پھر اپنے سے سند اوپر تک لے جائے

وہ معلق نہیں رہتی مگر مولوی صاحب نے اسے معلق قرار دیا۔ مذکورہ امر کی مثال یہ ہے کہ محدث کہے ''رَوَاهُ مَالِكٌ'' عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابن عمر حدثنا بذلك فلان عن فلان عن مالك۔ (9) صحیح حدیثوں کو نری زبانی زور بندیوں سے مردود و منکر اور واہیات قرار دیا۔ (10) حدیث ضعیف جس کے منکر اور معلول ہونے کی امام بخاری اور دیگر بڑے بڑے اماموں نے تصریح کی مولوی صاحب نے محض ادھر اُدھر کی تقریریں کر کے اسے صحیح بتایا۔ (11) ان کے نزدیک حدیث صرف اسی صورت میں ضعیف ہوتی ہے جب اس کے راوی ضعیف ہوں حالانکہ اور بھی بہت سی وجوہ سے حدیث ضعیف ہوتی ہے یونہی جہاں ثقہ راوی جمع ہوں وہاں ان کے نزدیک حدیث لازماً صحیح ہوتی ہے اگرچہ وہاں پر علل قوادح (خرابی ڈالنے والی علتیں) موجود ہوں۔ (12) راویوں کی پہچان میں ایسی جہالت کہ عظیم القدر جلیل الفخر مشہور و معروف تابعی حضرت امام سلیمٰن اعمش علیہ الرحمہ کو سلیمان بن ارقم ضعیف سمجھ لیا۔ (13) خالد بن الحارث ''ثقه ثبت'' کو خالد بن مخلد قطوانی کہہ دیا۔ (14) ولید بن مسلم ثقہ مشہور کو ولید بن قاسم بنا لیا۔ (15) اس اصول سے بالکل غافل کہ حدیث ضعیف کی متعدد سندیں آ جائیں تو وہ قوی ہو جاتی ہے۔ (16) راوی مجروح (جس پر جرح کی گئی ہو) اور مرجوح کے درمیان واضح فرق سے جاہل ہیں۔ (17) متابع اور مدار میں فرق کرنا مولوی صاحب کے لئے مشکل ہے پھر صاف صاف ثقہ راویوں کی متابعت کے باوجود حدیث کو صرف اس وجہ سے نا قابل اعتبار قرار دے دیا کہ اس کی بعض سندوں میں ضعف ہے حالانکہ متابعت کی وجہ سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ (18) ایک حدیث کے معنی واضح کرنے والی دیگر اس کے ہم معنی حدیثیں جو عام استعمال ہونے والی کتابوں حتیٰ کہ بخاری و مسلم اور ترمذی و نسائی و ابن ماجه و ابو داؤد میں موجود ہیں ان کا تلاش کر کے پالینا مولوی صاحب کیلئے محال ہے تو باقی کتابوں سے اس حدیث کی سندیں

اور الفاظ جمع کر کے حدیث کے معنی ومفہوم کی تحقیق کرنا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔(19) مولوی صاحب کا مؤقف یہ ہے کہ حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کے بارے میں اماموں کے اقوال تبھی مقبول ہیں جب ان کی تصانیف میں مذکور ومنقول ہوں ورنہ اگر معتمد وثقہ لوگوں نے ان کے اقوال نقل کیے ہوں تو مردود و نا قابل اعتبار ہیں۔(20) بخاری ومسلم کے جلیل القدر راویوں کو بلا وجہ اور بغیر کسی الزام کے کسی کو مردود اور کسی کو خبیث اور کسی کو متروک الحدیث قرار دیا جیسے امام بشر بن بکر تینیسی اور محمد بن فضیل بن غزوان کوفی وخالد بن مخلد ابوالہیثم بجلی جیسے جلیل القدر راویوں کے بارے میں یہ الفاظ کہے۔ یہ تو بخاری ومسلم کے خاص خاص راویوں کے بارے میں لب کشائیاں ہیں اس سے بڑھ کر سنئے کہ:

﴿شیخ الوہابیہ کے سات اصول﴾

مولوی صاحب کی حدیث دانی نے صحاح ستہ کو ردّ اور باطل کرنے کیلئے سات اصول بنائے کہ:

جس راوی کو ''تقریب'' میں صدُوق رُمِیَ بالتَّشَیُّعِ (۱) یا صَدُوق مُتَشَیِّع'' (۲) یا ثقة یغرب (۳) یا صدوق یخطئی (۴) یا صدوق یَهِمُ (۵) یا صدوق لهٗ اَوْهَــــام'' (۶) لکھا ہو وہ سب ضعیف ومردود الروایۃ اور متروک الحدیث ہیں حالانکہ باقی کتب صحاح تو درکنار خود بخاری وہ مسلم میں ایسے دو چار نہیں دس بیس نہیں بلکہ سینکڑوں راوی ہیں اور ساتواں قاعدہ یہ بنایا کہ جس سند میں کوئی راوی بغیر نسب کے ذکر ہو مثلاً حدثنا خالد عن شعبة عن سلیمٰن تو ایسے راوی کو جس طبقے کا وہ ہو اس میں سے جو ضعیف راوی اس نام کا ہو ڈھونڈ ڈھونڈ ھ کر وہی شمار کرلیا جائے اور اس راوی کی حدیث کو ضعیف وساقط قرار دیا جائے۔

اگر مولوی صاحب کے ان سات (۷) قواعد کو سامنے رکھ کر بخاری و مسلم کی طرف نظر کریں اور ان اصولوں کی وجہ سے جو جو حدیثیں رد ہوتی جائیں اگر ہم انہیں نکالتے جائیں تو یہ دونوں کتابیں آدھی، تہائی بھی باقی نہیں رہ جائیں گی۔ اگر باقی رہ جائیں تو میرا ذمہ ہے۔ خدا نہ کرے کہ آئمہ کی تقلید کرنے والوں میں سے کوئی متوسط طالبعلم بھی اتنا بوکھلایا ہو۔ معاذ اللہ جب ایک مسئلہ میں مولوی صاحب کا یہ حال ہے تو تمام مسائل میں کیا حال ہوگا؟ جب وہابیوں کے چوٹی کے امام اور سب سے بڑے اور پرانے محدث و مجتہد کا محض ایک مسئلہ میں یہ حال ہے تو چھوٹے موٹے احمق و جاہل وہابیوں کا شمار کس گنتی میں ہے؟

﴿مرزا صاحب و شاہ صاحب کے کلام کی نفیس تقریر﴾

مرزا مظہر جانجاناں اور شاہ ولی اللہ صاحب کیا ایسے بدعقل اور بے شعور تھے کہ شریعت الٰہیہ کے احکام ثابت کرنے اور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سمجھنے کی باگ ایسے بے مہاروں اور بے عقل ناکاروں کے ہاتھ میں دیتے؟ ان بزرگوں کے اقوال کا مطلب بھی وہی ہے کہ جو اس کا اہل ہو اسے عمل کی اجازت بلکہ ضرورت ہے نہ کہ ان بیوقوف نااہلوں کو جو ترمذی و مشکوٰۃ کے ترجمے میں ہلدی کی گرہ پائیں اور پنساری بن جائیں یا کوئی بنگالی بھوپالی جب کسی امام کے مذہب کو اپنے گمان میں حدیث کے خلاف پائیں تو اللہ عزوجل اماموں کی تقلید حرام کر کے فرض فرمادے کہ بھوپالی بنگالی پر ایمان لے آئیں۔

جان برادر! یہ تقلید تو پھر بھی رہی اگرچہ ابوحنیفہ و محمد کی نہ سہی بھوپالی و بنگالی کی سہی۔ وائے بے انصافی! شاہ صاحب و مرزا صاحب کے کلام کے یہ معنی جانیں اور انہیں معاذ اللہ عقل کے دائرے سے خارج مانیں حالانکہ دونوں صاحبوں کے ہادی، مرشد اعلیٰ، دونوں صاحبوں کے آقائے نعمت، مولائے بیعت، دونوں صاحبوں کے امام ربانی جناب شیخ مجدد الف ثانی صاحب اپنے "مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۳۱۲" میں فرماتے ہیں:

﴿تقلید کے بارے میں شیخ مجدد کا کلام﴾

پہلا قول:

اے مخدوم! قعدہ میں انگلی کے ساتھ اشارہ کرنا بہت سی احادیث نبویہ میں آیا ہے اور حنفیوں کی بعض روایتوں میں اشارہ کا ذکر آیا ہے لیکن وہ ظاہر مذہب کے خلاف ہے اور وہ جو امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اشارہ کرتے تھے اور ہم بھی اسی طرح کریں گے جیسا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔ امام محمد کا یہ فرمان نادر الروایہ سے ہے ظاہر الراویۃ میں نہیں لہٰذا جب معتبر روایتوں میں اشارہ کرنے کی حرمت آئی ہے اور اشارہ کرنے کی کراہت پر علماء نے فتویٰ دیا ہے تو ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں حدیثوں پر عمل کریں اور اشارہ کرنے کی جرائت کریں کیونکہ ہمارا اشارہ کرنے کا اور حدیث پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آئمہ حنفیہ اور مجتہدین یا تو حدیث سے لاعلم تھے یا پھر انہوں نے حدیث کے برخلاف حکم دیا اور یہ دونوں امر فاسد و غلط ہیں۔ کیونکہ اس بات کو جائز قرار دینے والا یا تو بے وقوف ہے یا دشمن و عناد رکھنے والا۔ مجتہدین پر یہی حسن ظن رکھنا چاہئے کہ جب تک ان پر دلیل ظاہر نہ ہو وہ حرمت یا کراہت کا حکم نہیں لگاتے۔ غایت یہ کہ ہمیں اس دلیل کا علم نہیں اور یہ بات ان اکابر کی شان میں کوئی خرابی نہیں ڈالتی اور اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ہمیں امام کے قول کے خلاف دلیل کا علم ہے تو ہم کہتے ہیں کہ حلت و حرمت ثابت کرنے میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے اس باب میں مجتہد کا ظن معتبر ہے۔ یہ بزرگان دین اپنے قرب زمانہ نبوی اور کثرت علم اور تقویٰ کے حاصل ہونے کی وجہ سے ہم دور کے زمانے کے لوگوں سے زیادہ احادیث کو جانتے ہیں اور حدیث کے صحیح اور ضعیف اور منسوخ ہونے اور نہ ہونے کو ہم سے زیادہ پہنچانتے ہیں البتہ کوئی خاص وجہ ہوتی ہے کہ جس

کی وجہ سے یہ حدیث کو ترک کرتے ہیں اور وہ جو امام اعظم کا قول ہے کہ ''اگر کوئی حدیث میرے قول کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو''۔ آپ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ حدیث جو امام صاحب کو نہیں پہنچی اور عدم علم کی وجہ سے حدیث کے خلاف قول کیا اور اشارہ کرنے کی حدیث اس قبیل سے نہیں اگر کوئی کہے کہ علماء حنفیہ نے قعدہ میں اشارہ کرنے کے جواز پر بھی فتویٰ دیا ہے لہٰذا تعارض کے سبب ہم جس فتویٰ پر چاہیں عمل کرلیں تو ہم اس جواب میں کہیں گے کہ جب جواز اور عدم جواز میں تعارض واقع ہو تو عدم جواز کو ترجیح ہوتی ہے۔

دوسرا قول:

نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسالہ "مبدء و معاد" میں فرمایا ''عرصۂ دراز سے دل میں یہ آرزو تھی کہ مذہب حنفی میں کوئی ایسی صورت نکلے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھی جائے لیکن میں نے مذہب حنفی کی رعایت کرتے ہوئے اسے ترک کیے رکھا کیونکہ یہ ترک بھی عبادت و ریاضت میں شمار ہے بالآخر مذہب حنفی کی رعایت کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مقتدی کے سورۃ فاتحہ ترک کرنے کی حقانیت ظاہر فرمادی اور نظر بصیرت میں قراءِ حکمی کو قرأت حقیقی سے زیادہ پسندیدہ دکھایا''۔

غور فرمائیں! اور اب بزرگوں کے اقوال کی خبر کہیں یہ ان بزرگوں کے بزرگ اور بڑوں کے بڑے اور اماموں کے امام حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کیا فرمارہے ہیں؟ عمل بالحدیث کے باطل دعوے پر کیسی کیسی بجلیاں گرارہے ہیں؟ اور کیسے گھنگھور بادل برسارہے ہیں؟

نمبر (1): صراحت کے ساتھ تسلیم کرلیا کہ التحیات میں انگلی اٹھانا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت سی حدیثوں میں وارد ہے۔

نمبر (2): وہ حدیثیں معروف و مشہور ہیں۔

نمبر (3): مذہب حنفی میں بھی اختلاف ہے روایت نوادر میں خود امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تو ہم بھی کریں گے۔

نمبر (4): صاف یہ بھی فرمادیا کہ یہی قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

نمبر (5): نہ صرف روایت بلکہ علماءِ حنفیہ کا فتویٰ بھی دونوں طرف ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود صرف اس وجہ سے کہ اشارہ کرنے کی روایات، ظاهر الروایة نہیں ہیں صاف صاف فرماتے ہیں کہ ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کر کے اشارہ کی جرأت کریں جب ایسی سہل ونرم حالت میں امام ربانی کا قاہر ارشاد ہے تو جہاں فتویٰ حنفیہ مختلف نہ ہو، جہاں سرے سے اختلاف رِوایت ہی نہ ہو وہاں امام کے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنے کو کیا کچھ فرمائیں گے۔

کیوں صاحبو! کیا انہی (مجدد پاک) کو شاہ ولی اللہ نے کہا تھا کہ کھلا احمق ہے یا چھپا منافق اَستَغفِرُ اللّٰہَ ! اَستَغفِرُ اللّٰہَ ! ذرا تو شرماؤ! ذرا تو ڈرو! شاہ صاحب کی بزرگی سے حیا کرو! ان کی کیا مجال تھی کہ وہ جناب مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بارے میں مردود و ناپسندیدہ گمان کرتے؟ وہ تو انہیں قطب الارشاد ہادی ومرشد اور بدعتوں کو دفع کرنے والا جانتے ہیں اور ان کی تعظیم کو خدا کی تعظیم اور ان کے شکر کو اللہ کا شکر جانتے ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکتوب ہفتم میں لکھتے ہیں شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس زمانے کے قطب الارشاد ہیں اور ان کے ہاتھ پر بہت سے گمراہ لوگوں نے بدعت سے نجات پائی۔ شیخ کی تعظیم اس اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے جو کائنات کو وجود میں لانے والا ہے اور شیخ کا شکر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان کے اجروں کو زیادہ کرے)۔

﴿شیخ الوہابیہ کا مجدد پاک پر فتویٔ شرک﴾

شاید مولوی نذیر حسین دہلوی کی چوٹ حضرت مجدد صاحب پر ہی ہے کہ معیار الحق میں لکھتے ہیں ''آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے

ہیں کہ مقابل میں روایتِ کیدانی کے اگر حدیثِ صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے اسی مسئلہ اشارہ میں روایت کیدانی پیش کی جاتی ہے جناب مجدد صاحب نے "فتاوئ غرائب و جامع الرموز و خزانۃ الروایات و غیرھا" پیش کیں وہ بات ایک ہی ہے یعنی فقہی روایت کے مقابلے میں حدیث نہ ماننا۔ اب مان لیں کہ حضرت مجدد صاحب کا فقہی روایت لانا اور ان کے سبب صحیح حدیثوں پر عمل نہ فرمانا اور میاں جی دہلوی صاحب کا بے دھڑک شرک کی جڑ سمجھنا۔ خدا ایسے شرک پسندوں کے سائے سے بچائے۔ خیر یہ تو میاں جی جانیں اور ان کا کام۔

﴿کلام مجدد کے فوائد﴾

پہلا فائدہ:

پہلا فائدہ تو یہی ہے کہ انھوں نے اپنے کلام کے ذریعے میاں نذیر حسین دہلوی کا صریح رد کر دیا۔

دوسرا فائدہ:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے یہ بھی فرمادیا کہ امام کے اقوال کے مقابلے میں رفعِ یدین اور فاتحہ خلف الامام اور التحیات میں انگلی اٹھانے کی حدیثوں جیسی مشہور حدیث پیش کرنا بے وقوفوں اور جاہلوں کا کام ہے یا ہٹ دھرم اور عناد رکھنے والے کا، کیونکہ وہ حدیثیں نہ تو امام سے چھپی ہوئی تھیں اور نہ معاذ اللہ امام صاحب اپنی رائے سے حدیث کا خلاف کرنے والے ہیں بلکہ ضرور کسی دلیل قوی شرعی کی وجہ سے اس حدیث پر عمل نہ فرمایا۔

تیسرا فائدہ:

حضرت مجدد پاک نے فرمادیا کہ ہمیں احادیث کا جواب معلوم ہو جانا بھی ضروری نہیں بلکہ اس قدر اجمالاً جان لینا کافی ہے کہ ہمارے عالموں کے پاس جواب موجود ہوگا۔

چوتھا فائدہ:

یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علم میں مذہب حنفی کے کسی مسئلہ پر دلیل نہ ہونا تو ایک طرف اگر صراحۃً اس مسئلہ کے خلاف ہمیں دلیل معلوم ہو جائے جب بھی ہمارا علم کچھ معتبر نہیں بلکہ اسی مسئلہ پر عمل رہے گا۔

پانچواں فائدہ:

یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے بزرگ علماء کو جیسا حدیث کا علم تھا، جیسا وہ صحیح وضعیف اور منسوخ اور نامنسوخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں نہ ویسا علم اور نہ ہی یہ زمانہ رسالت کے اس قدر قریب ہیں جب حضرت مجدد علیہ الرحمہ اپنے زمانے کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں تو اب تو اس پر بھی تین سو (۳۰۰) برس گزر چکے آج کل کے الٹے سیدھے چند حرف پڑھنے والے اماموں کی برابری کی کیا لیاقت رکھتے ہیں؟

چھٹا فائدہ:

اس شرط کی بھی تصریح فرمادی کہ امام کے جو اقوال صحیح حدیث کو قبول کرنے اور قول امام کو ترک کرنے کے بارے میں ہیں وہ اسی حدیث کے بارے میں ہیں جو امام کو نہ پہنچی اور اس حدیث سے امام کے قول کی مخالفت عدم علم کی بنا پر ہو یہ نہیں کہ مذہب حنفی کے اصول کی بنا پر وہ حدیث مرجوح یا مؤول یا متروک العمل تھی تو بھی اس پر عمل کیا جائے گا کہ اس طرح تو بحالتِ اطلاع بھی مخالفت جائز ہو جائیگی۔

ساتواں فائدہ:

حضرت مجدد پاک کی علمی جلالت سے تو ان لوگوں کو بھی انکار نہ ہوگا یہی حضرت مرزا مظہر جانجاناں صاحب جن کو بزرگ جان کر ان کے کلام کو دلیل بنایا گیا وہ جناب مجدد پاک کو قابل اجتہاد خیال کرتے ہیں چنانچہ اپنے ملفوظات میں فرمایا ''میں نے عرض کی یا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ مجدد الف ثانی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ان جیسا اور میری امت میں کون ہوگا؟''

اس قول کو سامنے رکھتے ہوئے غور فرمائیں کہ جب ان جیسے بزرگوں کے بزرگ ارشاد فرمائیں کہ ہم مقلدوں کو امام کے قول کے خلاف حدیثوں پر عمل جائز نہیں اور جو اس کا مرتکب ہو وہ احمق، بے ہوش ہے یا ناحق باطل کے لئے کوشش کرنے والا ہے تو پھر آج کل کے جھوٹے مدعی کسی گنتی میں رہے۔ یہ سات فائدے مکتوبات کی عبارت کے تھے۔

آٹھواں فائدہ:

اگر چہ امام کے قول کی حقانیت اپنے خیال میں نہ آئے مگر عمل اسی پر کرنا لازم کیونکہ یہی اللہ عزوجل کو پسند اور یہی برکت کا باعث ہے دیکھو ایک مدت تک امام کے پیچھے قراءت کرنے کو دل چاہتا تھا مگر مذہب حنفی کی حقانیت مجدد صاحب پر ظاہر نہ ہوئی قراءت کرنے کو دل چاہتا تھا مگر مذہب حنفی کی رعایت کرتے ہوئے نہ کیا یہی ڈھونڈتے رہے کہ خود مذہبِ حنفی میں کوئی راہ نکلے جس سے امام کے پیچھے قراءت کرنا جائز ہو جائے۔

نواں فائدہ:

اس سوال کا بھی صاف جواب دے دیا کہ ایک مسئلہ میں بھی اگر امام صاحب کے قول کا خلاف کیا اگر چہ اسی بنا پر کہ اس مسئلہ کے بارے میں مذہب حنفی کی حقانیت ظاہر نہ ہوئی تو مذہب حنفی سے نکل جائے گا کیونکہ آپ نے اسے نقل از مذہب فرمایا۔

دسواں فائدہ:

یہ سخت شدید اور قہر والا حکم دیکھئے کہ جو ایسا کرے وہ ملحد ہے اب یہ حضرات اپنے ایمان کے بارے میں جو مناسب جانیں مانیں۔ چاہیں حضرت مجدد صاحب کے نزدیک معاذ اللہ شاہ صاحب اور مرزا صاحب کو بے وقوف اور عناد رکھنے والے اور ملحد و بے دین

قرار دیں اور چاہیں تو ان دونوں صاحبوں کے نزدیک حضرت مجدد صاحب کو باطل کا دعویٰ کرنے والے اور امام کے مخالف اور معاذ اللہ کھلا احمق یا چھپا منافق ٹھہرائیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لہٰذا واضح طور پر معلوم ہوا کہ سوال میں جو مرزا صاحب اور شاہ صاحب کے اقوال ذکر کئے گئے جن میں حدیث کے صحیح ہونے کے وقت قولِ امام کو چھوڑنے کا تذکرہ ہے وہاں حدیث کی صحت سے مراد وہی صحت عملی ہے جس پر اطلاع پانا اہلِ نظر فقہاء اور مجتہد فی المذہب بزرگوں کا کام ہے اس توجیہ سے نہ تو بزرگوں کے کلام میں تعارض رہا اور نہ ہی ان میں کوئی حرف ہمارے مخالف رہا (تحقیق یونہی ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے)۔

یہ بحث بہت زیادہ لمبی تھی اور اس کے بہت سے پہلو تھے جن میں طویل کلام کے لئے عظیم کتاب کی ضرورت تھی مگر جو قلیل ہو کر کفایت کرے وہ اس کثیر سے بہتر ہے جو کفایت نہ کرے۔

حضرات ناظرین ! خاص اس بحث اور متعلقہ سوال پر نظر رکھیں اور بحث سے اِدھر اُدھر نکلنا جو جاہلوں اور عاجزوں کا کام ہے اس سے گریز کریں۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ مناسب ہے کہ ان مختصر سطروں کا بلحاظ حال مضامین اَلْفَضْلُ الْمَوْھِبِیْ فِیْ مَعْنٰی اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ نام رکھیں اور تاریخی اعتبار سے اس کا نام اَعَزُّ النُّکَاتِ بِجَوَابِ سُوَالِ ارْکَاتِ رکھیں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ آمِیْن وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَجَلُّ وَمَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

کتبہ: عَبْدُہُ الْمُذْنِبُ اَحْمَدُ رَضَا الْبَرَیْلَوِیْ عُفِیَ عَنْہُ بِمُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

المتن

الفضل المو ھبی فی معنی اذ اصح الحدیث فھو مذھبی

مصنف:

امام اھلسنت مجدد دین وملت حامئی سنت قاطع بدعت اعلحضرت مولانا الشاہ الامام القاری الحافظ المفتی **احمد رضا خان** علیہ رحمة الرحمن

مسئلہ: ازگڑا مپور علاقہ نارتھ ارکاٹ مرسلہ کاکا محمد عمر ۱۳ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ کوئی حنفی المذہب حدیث صحیح، غیر منسوخ وغیر متروک جس پر کوئی ایک امام آئمہ اربعہ وغیرہم سے عمل کیا ہو جیسے آمین بالجھر اوررفع الیدین قبل الرکوع و بعد الرکوع اور وتر تین رکعتیں سات (یعنی ساتھ) ایک قعدہ اور ایک سلام کے ادا کرے تو مذہب حنفی سے خارج ہوجاتا ہے یا حنفی میں ہی رہتا ہے؟ اگر خارج ہوجاتا ہے کہیں تو "رد المحتار" میں جو حنفیہ کی معتبر کتاب ہے اس میں امام ابن الشحنہ سے نقل کیا اذا صح الحدیث و کان علی خلاف المذھب عمل بالحدیث و یکون ذالك مذھبه ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیا بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی و حکی ذالك ابن عبدالبر عن ابی حنفیة وغیره من الائمة انتھی اور کتاب "مقامات مظھری" میں حضرت مظہر جانجاناں حنفی کے "سولھویں مکتوب" میں ہے، گر

بحدیث ثابت عمل نماید از مذهب امام برنمی آید چرا که قول امام اذا صح الحدیث فهو مذهبی نصیست دریں باب و اگر باوجود اطلاع بر حدیث ثابت عمل نکنند ایں قول امام را اتر کوا قولی بخبر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم خلاف کرده باشد انتهی اور بھی اسی مکتوب میں ہے هر که می گوید عمل بحدیث از مذهب امام برمی آرد اگر برهانے بریں دعوی دارد بیارد اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی نے اپنی کتاب "عقد الجید" میں فرمایالا سبب لمخالفته حدیث النبی علیہ السلام الا نفاق خفی او حمق جلی ان سب بزرگوں کے ان اقوال کا کیا جواب؟ اگر مذہب امام سے نہیں خارج ہوتا ہے کہیں تو اس پر طعن تشنیع کرنا گناہ اور بیجا ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

﴿فتویٰ﴾

الحمد لله الذی انزل الفرقان فیه تبیان لکل شی تمییزاللطیب من الخبیث و امر نبیه ان یبینه للناس بما اراه الله فقرن القران ببیان الحدیث والصلوة والسلام علی من بین القران و اقام المظان و اذن للمجتهدین با عمال الاذهان فاستخرجوا الاحکام بالطلب الحثیث فلو لا الائمة لم تفهم السنة ولو لا السنة لم یفهم الکتاب و لو لا الکتاب لم یعلم الخطاب فیالها من سلسلة تهدی و تغیث و علی اله وصحابته و مجتهدی ملته و سائر امته الی یوم التوریث۔

﴿الجواب﴾

اقول و بالله التوفیق صحت حدیث علی مصطلح الاثر وصحت حدیث لعمل المجتهدین عموم خصوص مطلقاً بلکہ من وجہ ہے کبھی حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ائمہ امت وامنائے

ملت بنظر قرائن خارجہ یا مطابقت قواعد شرعیہ اس پر عمل فرماتے ہیں کہ ان کا یہ عمل ہی موجب تقویت وصحت حدیث ہوجاتا ہے یہاں صحت عمل پر متفرع ہوئی نہ کہ عمل صحت پر۔ امام ترمذی نے حدیث من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقداتی بابا من ابواب الکبائر روایت کرکے فرمایا حنش هذا هو ابو علی الرحبی و هو حنش بن قیس و هو ضعیف عند اهل الحدیث ضعفه احمد و غیره والعمل علی هذا عند اهل العلم اس حدیث کا راوی حنش بن قیس اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے امام احمد وغیرہ نے اس کی تضعیف فرمائی اور علماء کا عمل اسی پر ہے امام جلال الدین سیوطی کتاب "التعقبات علی الموضوعات" میں فرماتے ہیں اشار بذلك الی ان الحدیث عتضد بقول اهل العلم و قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به و ان لم یکن له اسناد یعتمد علیٰ مثله

یعنی امام ترمذی نے اس سے اشارہ فرمایا کہ حدیث کو قول علماء سے قوت مل گئی اور بیشک متعدد ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اس کیلئے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔ امام شمس الدین سخاوی "فتح المغیث" میں شیخ ابوالحسن قطان سے ناقل هذا القسم لا یحتج به کله بل یعمل به فی فضائل الاعمال و یتوقف عن العمل به فی الاحکام الا اذا کثرت طرقه او عضده اتصال عمل او موافقة شاهد صحیح او ظاهر القرآن

حدیث ضعیف حجت نہیں ہوتی بلکہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کریں گے اور احکام میں اس پر عمل سے باز رہیں گے مگر جبکہ اس کی سندیں کثیر ہوں یا عمل علماء کے ملنے یا کسی شاہد صحیح یا ظاہر قرآن کی موافقت سے قوت پائے امام محقق علی الاطلاق "فتح القدیر باب صفة الصلوۃ" میں فرماتے ہیں لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم نثبت

بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث مع تجويز كو نه صحيحا فى نفس الامر فيجوز ان يقترن قرينة تحقق ذالك و ان الراوى الضعيف اجاد فى هذا المتن المعين فيحكم به۔ ضعیف کے کہ یہ معنیٰ نہیں کہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ ان شرطوں پر ثابت نہ ہوئی جو محدثین کے نزدیک معتبر ہیں واقع میں جائز ہے کہ صحیح ہو، تو ہوسکتا ہے کہ کوئی قرینہ ایسا ملے جو اس جواز کی تحقیق کردے اور بتادے کہ ضعیف راوی نے یہ خاص حدیث ٹھیک روایت کی ہے تو اس کی صحت پر حکم کردیا جائے گا بارہا حدیث صحیح ہوتی ہے اور امام مجتہد اس پر عمل نہیں فرماتا خواہ یوں کہ اس کے نزدیک یہ حدیث ہونا متواتر، نسخ کتاب اللہ چاہتی ہے یا حدیث آحاد زیادت علی الکتاب کررہی ہے یا حدیث موضع تکرر وقوع وعموم بلوی یا کثرت مشاہدین وتوفرِ دواعی میں آحاد آئی ہے یا اس پر عمل میں تکرار نسخ لازم آتی ہے یا دوسری حدیثِ صحیح اس کی معارض اور وجوہ کثیرہ ترجیح میں کسی وجہ سے اس پر ترجیح رکھتی ہے یا وہ بحکم جمع وتطبیق وتوفیق بین الادلّۃ ظاہر سے مصروف ومؤول ٹھہری ہے یا بحالت تساوی وعدم امکان جمع مقبول وجہلِ تاریخ بعد تساقط ادلۃ نازلہ یا موافقت اصل کی طرف رجوع ہوئی ہے یا عمل علماء اس کے خلاف پر ماضی ہے مثل مخابرہ تعامل امت نے راہ خلاف دی ہے یا حدیث مفسر کی صحابی راوی نے مخالفت کی ہے یا علت حکم مثل مخابرہ تعامل امت نے راہ خلاف دی ہے یا سہم مولفۃ القلوب وغیرہ اب منتفی ہے یا مثل حدیث لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ مبنائے حکم حال عصر یا عرف مصر تھا کہ یہاں یا اب منقطع و منتہی ہے یا مثل حدیث شبہات اب اس پر عمل ضیق شدید وحرج فی الدین کی طرف داعی ہے یا مثل حدیث تغریب عام اب فتنہ وفساد ناشی ہے یا مثل حدیثِ ضجعہ فجر وجلسہ استراحت منشا کوئی امر عادی یا عارضی ہے مثل جہر بآیت فی الظہر احیاناً یا جہر فاروق بدعائے قنوت حالِ

کوئی حاجت خاصہ نہ تشریع دائمی ہے مثل حدیث علیك السلام تحیة الموتی مقصود مجرد اخبار نہ حکم شرعی ہے الیٰ غیر ذلك من الوجوه التی یعرفها النّبیه و لا یبلغ حقیقة کنهها الا المجتهد الفقیه تو مجرد صحت عملِ مجتہد کے لیے ہرگز کافی نہیں حضرات عالیہ صحابہ کرام سے لے کر پچھلے آئمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک کوئی مجتہد ایسا نہیں جس نے بعض احادیث صحیحہ کو موول یا مرجوح یا کسی نہ کسی وجہ سے متروک العمل نہ ٹھہرایا ہو امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دربارہ تیمّم جنب پر عمل نہ کیا اور فرمایا اتق الله یا عمار کما فی صحیح مسلم یوں ہی حدیث فاطمہ بن قیس دربارہ عدم النفقہ والسکنیٰ للمبتوتہ پر اور فرمایا لا نترك کتاب ربنا و لا سنة نبینا بقول امراة لا ندری حفظت ام نسیت رواه مسلم ایضاً یوں ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ نے حدیث مذکور تیمّم پر اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے فرمایا اولم تر عمر لم یقنع بقول عمار کما فی الصحیحین یوں ہی حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث مذکور فاطمہ پر فرمایا ما لفاطمة الا تتقی الله رواه البخاری یوں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ''الوضوء مما مست النار'' پر فرمایا انتوضوء من الدهن انتوضوء من الحمیم رواه الترمذی یوں ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه صلی الله تعالیٰ علیه و سلم لا یستلم هذین الرکنین پر فرمایا لیس شیء من البیت مهجور کما فی البخاری من روایة الحموی و المستملی یوں ہی جماہیر ائمہ صحابہ و تابعین و من بعد ہم نے حدیث الوضوء من لحوم الابل پر و ھو صحیح معروف من حدیث البراء و جابر بن سمرة و غیر هما رضی الله تعالیٰ

عنہم امام دارالہجرۃ عالم المدینہ سیدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انه لضعیف ان یقال فی مثل ذلك حدثنی فلان عن فلان ایسی جگہ حدیث سنانا پوچ بات ہے ایک جماعت ائمہ تابعین کو جب دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں پہنچتیں فرماتے ما نجهل هذا ولكن مضى العمل علىٰ غيره ہمیں ان حدیثوں کی خبر ہے مگر عمل اس کے خلاف پر گزر چکا۔ امام محمد بن ابی بکر بن جریر سے بارہا ان کے بھائی کہتے تم نے فلاں حدیث پر کیوں نہ حکم کیا؟ فرماتے لم اجد الناس عليه میں نے علماء کو اس پر عمل کرتے نہ پایا۔ بخاری و مسلم کے استاذ الاستاد امام المحدثین عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے السنة المتقدمة من سنة اهل المدينه خير من الحديث اہل مدینہ کی پرانی سنت حدیث سے بہتر ہے۔ نقل هذه الاقوال الخمسة الامام ابو عبدالله محمد بن الحاج العبدری المکی المالكي فی مدخله فی فصل فی النعوت المحدثة وفيه فی فصل الصلاة علی الميت فی المسجد ماورد من ان النبی صلی الله تعالی علیه و سلم صلی علی سهيل بن بيضاء فی المسجد فلم يصحبه العمل والعمل عند مالك رحمه الله اقوی الخ خود میاں نذیر حسین صاحب دہلوی "معیار الحق" میں لکھتے ہیں بعض ائمہ کا ترک کرنا بعض احادیث کو فرع تحقیق ان کی ہے کیونکہ انہوں نے ان احادیث کو قابل عمل نہیں سمجھا۔ بدعویٰ نسخ یا بدعویٰ ضعف اور امثال اس کے الخ اس کی امثال کے بڑھانے نے کھول دیا کہ بے دعویٰ نسخ وضعف بھی ائمہ بعض احادیث کو قابل عمل نہیں سمجھتے اور بے شک ایسا ہی خود اسی "معیار" میں حدیث جلیل صحیح بخاری شریف حتی ساوی الظل التلول بعض مقلدین شافعیہ کی ٹھیٹ تقلید کرکے بحیلہ تاویلات باردہ کاسدہ ساقطہ فاسدہ متروک العمل کردیا اور عذر گناہ کیلئے بولے کہ جمعا بين الادلة یہ تاویلیں حقہ کی

گئیں اور اس کے سوا اور بہت احادیث صحاح کو محض اپنا مذہب بنانے کے لئے بدعویٰ باطلہ عاطلہ ذاہلہ زائلہ بے دھڑک واہیات ومردود بتاؤ جس کی تفصیلِ جلیل فقیر کے رسالہ "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین "میں مذکور یہ رسالہ صرف ایک مسئلہ میں ہے اس کے متعلق حضرت کی ایسی کاروائیاں وہاں شمار میں آئیں باقی مسائل کی کارگزاریاں کس نے گنیں اور کتنی پائیں۔

ع قیاس کن ز گلستان او بہارش را

بالجملہ موافق، مخالف کوئی ذی عقل اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ مجرد صحت اثری، صحت عملی کو مستلزم نہیں بلکہ محال ہے کہ مستلزم ہو ورنہ ہنگام صحت متعارضین قول بالمتنافیین لازم آئے اور وہ عقلاً ناممکن تو بالیقین اقوال مذکورہ سوال اور ان کے امثال میں صحتِ حدیث سے صحتِ عملی اور خبر سے وہی خبر واجب العمل عند المجتہد مراد پھر نہایت اعلیٰ بدیہات سے ہے کہ اگر کوئی حدیث مجتہد نے پائی اور براہ تاویل خواہ دیگر وجوہ سے اس پر عمل نہ کیا تو وہ حدیث اس کا مذہب نہیں ہوسکتی ورنہ وہی استحالہ عقلی سامنے آئی کہ وہ تو صراحۃً اس کا خلاف فرماچکا تو آفتاب سے روشن تر وجہ پر ظاہر ہوا کہ کوئی حدیث بزعمِ خود مذہب امام کے خلاف پاکر بحکم اقوال مذکورہ امام، دعوے کردینا کہ مذہب امام اس کے مطابق ہے دو امر پر موقوف۔ **اولاً** یقیناً ثابت ومعلوم ہو کہ یہ حدیث امام کو نہ پہنچی تھی کہ بحالِ اطلاع مذہب اس کے خلاف ہے نہ اس کے موافق لاجرم علامہ زرقانی نے "شرح مؤطا شریف" میں تصریح فرمائی قد علم ان کون الحدیث مذھبہ محلہ اذا علم انہ لم یطلع علیہ ما اذا احتمل اطلاعہ علیہ و انہ حملہ علی محمل فلا یکون مذھبہ یعنی ثابت ہوچکا کہ کسی حدیث کا مذہب مجتہد ہونا صرف اس صورت میں ہے جبکہ یقین ہو کہ یہ حدیث مجتہد کو نہ پہنچی تھی ورنہ اگر احتمال ہو کہ اس نے اطلاع پائی اور کسی محمل پر حمل کیا تو وہ اس کا مذہب نہ ہوگی

ثانیا یہ حکم کرنے والا احکام رجال و متون و طرق احتجاج و وجوہ استنباط اور ان کے متعلقات اصول مذہب پر احاطہ تامہ رکھتا ہو یہاں اسے چار منزلیں سخت دشوار گزار پیش آئیں گی جن میں ہر ایک دوسری سے سخت تر ہے۔

﴿منزل اول﴾

نقد رجال کہ ان کے مراتب ثقہ و صدق و حفظ و ضبط اور ان کے بارے میں ائمہ شان کے اقوال و وجوہِ طعن و مراتب توثیق و مواضعِ تقدیم جرح و تعدیل و حواملِ طعن و مناشئِ توثیق و مواضعِ تحامل و تساہل و تحقیق پر مطلع ہو استخراجِ مرتبہ اتقان راوی بنقدِ روایات و ضبط مخالفات و اوہام و خطیات وغیرہا پر قادر ہو ان کے اسامی و القاب و کنی و انساب و وجوہِ مختلفہ تعبیرِ رواۃ خصوصاً اصحاب تدلیس شیوخ و تعیینِ مبہمات و متفق و مفترق و مختلف و مؤتلف سے ماہر ہو۔ ان کے موالید و وفیات و بلدان و رحلات و لقاء و سماعات و اساتذہ و تلامذہ و طرق تحمل و وجوہِ ادا و تدلیس و تسویہ و تغیر و اختلاط و آخذین من قبل و آخذین من بعد و سامعین حالین وغیرہا تمام امور ضروریہ کا یہ حال اس پر ظاہر ہو ان سب کے بعد صرف سندِ حدیث کی نسبت اتنا کہہ سکتا ہے کہ صحیح یا حسن یا صالح یا ساقط یا باطل یا معضل یا مقطوع یا مرسل یا متصل ہے۔

﴿منزل دوم﴾

صحاح و سنن و مسانید و جوامع و معاجیم و اجزا وغیرہا کتب احادیث میں اس کے طرق مختلفہ و الفاظ متنوعہ پر نظر تام کرے کہ حدیث کے تواتر یا شہرت یا فردیتِ نسبیہ یا غرابتِ مطلقہ یا شذوذ یا نکارت و اختلافات، رفع و وقف و قطع و وصل و مزید فی متصل الاسانید و اضطراباتِ سند و متن وغیرہا پر اطلاع پائے نیز اس جمع طرق و احاطہ الفاظ سے رفعِ ابہام و دفع اوہام و ایضاح خفی و اظہار مشکل و ابانتِ مجمل و تعیینِ محتمل ہاتھ آئے و لہٰذا امام ابو

حاتم رازی فرماتے ہم جب تک حدیث کو ساٹھ (۶۰) وجہ سے نہ لکھتے اس کی معرفت نہ پاتے اس کے بعد اتنا حکم کرسکتا ہے کہ یہ حدیث شاذ یا منکر، معروف یا محفوظ، مرفوع یا موقوف، فرد یا مشہور کس مرتبہ کی ہے؟

﴿منزل سوم﴾

اب عللِ خفیہ وغوامض دقیقہ پر نظر کرے جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں اگر بعد احاطہ وجوہ اعلال تمام علل سے منزہ پائے تو یہ تین (۳) منزلیں طے کر کے صرف صحت حدیث بمعنی مصطلحِ اثر پر حکم لگا سکتا ہے تمام حفاظِ حدیث واجلہ نقادونا واصلان ذروہ ''شامخہ اجتہاد کی رسائی صرف اس منزل تک ہے اور خدا انصاف دے تو مدعی اجتہاد وہمسری ائمہ امجاد کو ان منازل کے طے میں اصحاب صحاح یا مصنفان اسماء الرجال کی تقلید جامد سخت بے حیائی، نری بے غیرتی ہے بلکہ ان کے طور پر شرک جلی ہے کس آیت، حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ بخاری یا ترمذی بلکہ امام احمد وابن المدینی جس حدیث کی تصحیح یا تجریح کردیں وہ واقع میں ویسی ہے ہے کون سا نص آیا کہ نقدِ رجال میں ذہبی وعسقلانی بلکہ نسائی وابن عدی و دارقطنی بلکہ یحییٰ قطان ویحییٰ بن معین وشعبہ وابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حقِ جلی ہے جب خود احکام الٰہیہ کے پہچاننے میں ان اکابر کی تقلید نہ ٹھہری تو جو ان سے بدرجہا ارفع واعلیٰ و اعلم واعظم تھے جن کے یہ حضرات اور ان کے امثال مقلد ومتبع ہوتے۔ جن کے درجات رفیعہ امامت انہیں مسلم تھے تو ان سے کم درجہ امور میں ان اکابر سے نہایت پست مرتبہ اشخاص کی ٹھیٹ تقلید یعنی جرح وتعدیل وغیرہ جملہ امور مذکورہ جن جن میں گنجائش رائے زنی ہے محض اپنے اجتہاد سے پایہ ثبوت کو پہنچایئے اور این وآں وفلاں وبہماں کا نام زبان پر نہ لایئے ابھی ابھی تو کھلا جاتا ہے کہ کس برتے پر تتا پانی۔

ع ماذا اخاضک یا مغرور فی الخطر حتی ہلکت فلیت النمل لم تطر

خیر کسی مسخرہ شیطان کے منہ کیا لگیں؟ برادرانِ باانصاف انہیں منازل کی دشواری دیکھیں جس میں ابوعبداللہ حاکم جیسے محدث جلیل القدر پر کتنے عظیم شدید مواخذے ہوئے؟ امام ابن حبان جیسے ناقد بصیر تساہل کی طرف نسبت کیے گئے ان دونوں سے بڑھ کر امام اجل ابوعیسیٰ ترمذی تصحیح و تحسین میں متساہل ٹھہرے۔ امام مسلم جیسے جبلِ رفیع نے بخاری وابوزرعہ کے لوہے مانے "کما او ضحنا فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث"۔

پھر چوتھی منزل تو فلک چہارم کی بلندی ہے جس پر نور اجتہاد سے آفتاب منیر ہی ہو کر رسائی ہے۔ امام ائمۃ المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری سے زیادہ ان میں کون منازل ثلٰثہ کے منتہیٰ کو پہنچا؟ پھر جب مقامِ احکام و نقض و ابرام میں آتے ہیں وہاں صحیح بخاری وعمدۃ القاری وغیرہا بنظر انصاف دیکھا چاہئے بکری کے دودھ کا قصہ معروف و مشہور ہے۔ امام عیسیٰ بن ابان کے اشتغالِ حدیث پھر ایک مسئلہ میں دوجگہ خطا کرنے اور تلامذۃ امام کے ملازم خدمت بننے کی روایت معلوم و ماثور ہے لہٰذا امام اجل سفیان بن عیینہ کہ امام شافعی وامام احمد کے استاذ امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ اور اجلہ ائمہ محدثین وفقہائے مجتہدین و تبع تابعین سے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ارشاد فرماتے ہیں الاحادیث مضلۃ الاللفقھاء "حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدوں کو"۔ علامہ ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں یرید ان غیرھم قد یحمل الشئی علی ظاھر ولہ تاویل من حدیث غیرہ او دلیل یخفی علیہ او متروك اوجب ترکہ غیر شئی ممالا یقوم بہ الا من استبحر تفقہ یعنی امام سفیان کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کو کبھی ظاہر حدیث سے جو معنی سمجھ میں آتے ہیں ان پر جم جاتا ہے حالانکہ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مراد کچھ اور ہے یا وہاں کوئی اور دلیل ہے جس پر اس شخص کو اطلاع نہیں یا متعدد اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا جائے گا ان باتوں پر قدرت نہیں پاتا مگر وہ جو علم کا دریا بنا

اور منصب اجتہاد تک پہنچا خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظها او و عاها و اداها فرب حامل فقه غیر فقیه و رب حامل فقه الی من هوا فقه منه۔ ''اللہ تعالٰی اس بندہ کو سرسبز کرے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی اور اسے دل میں جگہ دی اور ٹھیک ٹھیک اوروں کو پہنچادی کہ بہتیروں کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر اس کے فہم وفقہ کی لیاقت نہیں رکھتے اور بہتیرے اگرچہ لیاقت رکھتے ہیں دوسرے ان سے زیادہ فہیم وفقیہ ہوتے ہیں''۔ اخرجه الامام الشافعی و الامام احمد والدارمی و ابو داؤد و الترمذی و صححه و ابن ماجة والضیاء فی المختارة و البیهقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم و نحوه احمد والترمذی و ابن حبان بسند صحیح عن ابن مسعود و الدارمی عن ابی الدارداء رضی الله تعالی عنهم اجمعین فقط حدیث معلوم ہوجانا فہم حکم کے لیے کافی ہوتا ہے تو اس ارشادِ اقدس کے کیا معنی تھے؟ امام ابن حجر مکی شافعی کتاب الخیرات الحسان میں فرماتے ہیں امام المحدثین سلیمٰن اعمش تابعی جلیل القدر سے کہ اجلہ ائمہ تابعین شاگردانِ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں کسی نے کچھ مسائل پوچھے اس وقت ہمارے امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی حاضرِ مجلس تھے امام اعمش رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ مسائل ہمارے امام سے پوچھے امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے؟ فرمایا ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمادیں امام اعمش نے کہا حسبك ما حدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما عملت انك تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء و نحن الصیادلة و انت ایها الرجل اخذت بکلا الطرفین۔ ''بس کیجئے! جو حدیثیں میں نے سو (۱۰۰) دن میں آپ کو

سنائیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سنائے دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں۔ یعنی دوائیں ہمارے پاس ہیں مگر ان کا طریقِ استعمال تم مجتہدین جانتے ہو اور اے ابوحنیفہ! تم نے تو فقہ و حدیث دونوں کنارے لیے"۔ والحمد لله رب العلمين ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ۔

﴿منزل چہارم﴾

اب باقی رہی منزل چہارم اور تو نے کیا جانا کیا ہے منزل چہارم؟ سخت ترین منازل، دشوار ترین مراحل جس کے سائر نہیں مگر اقل قلائل اس کی قدر کون جانے؟

ع گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش! کہ نظم مملکت خویش خسرواں دانند

اس کے لیے واجب ہے کہ جمیع لغاتِ عرب وفنونِ ادب و وجوہِ تخاطب وطرقِ تفاہم واقسامِ نظم وصنوفِ معنی وادراکِ علل وتنقیحِ مناط واستخراجِ جامع وعرفانِ مانع موارِدِ تعدیہ ومواضعِ قصر ودلائلِ حکم آیات واحادیث واقاویلِ صحابہ وائمہ فقہ قدیم وحدیث ومواقعِ تعارض واسبابِ ترجیح ومناہجِ توفیق ومدارجِ دلیل ومعارکِ تاویل ومسالکِ تخصیص ومناسکِ تقیید ومشارعِ قیود وشوارعِ مقصود وغیر ذلک پر اطلاع تام ووقوفِ عام ونظرِ غائر و ذہنِ رفیع وبصیرتِ ناقدہ وبصرِ منیع رکھتا ہو جس کا ایک ادنیٰ اجمال امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ الباری نے فرمایا کہ ایما کم ان تبادر واالی الانکار علی قول مجتهد او تخطيئته الابعد احاطتكم بادلة الشريعه كلها و معرفتكم بجميع لغات العرب التى احتوت عليها الشريعة و معرفتكم بمعانيها و طرقها۔

"خبردار! مجتہد کے کسی قول پر انکار یا اسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعتِ مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کرلو جب تک تمام لغاتِ عرب جن پر شریعت مشتمل ہے

پہچان نہ لو جب تک ان کے معانی ان کے راستے جان نہ لو اور ساتھ ہی فرمادیا وانی لکم بذلك؟ بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ؟ نقله الامام العارف بالله عبدالوهاب الشعرانی فی المیزان۔

ردالمحتار جس کی عبارت سوال میں نقل کی خود اسی ردالمحتار میں اسی عبارت کے متصل اس کے معنے فرمادیئے تھے کہ وہ سائل نے نقل نہ کیے فرماتے ہیں ولا یخفی ان ذلك لمن کان اهلا للنظر فی النصوص و معرفة محکمها من منسوخها فاذا نظر اهل المذهب یعنی ظاہر ہے کہ امام کا یہ ارشاد اس شخص کے حق میں ہے جو نصوصِ شرع میں نظر اور ان کے محکم ومنسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو تو جب اصحاب مذہب دلیل میں نظر فرما کر اس پر عمل کریں اس وقت اس کی نسبت مذہب کی طرف صحیح اور شک نہیں کہ جو شخص ان چاروں منازل کو طے کر جائے وہ مجتہد فی المذہب ہے جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابو یوسف وامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلا شبہ ایسے ائمہ کو اس حکم ودعویٰ کا منصب حاصل ہے اور وہ اس کے باعث اتباعِ امام سے خارج نہ ہوئے کہ اگرچہ صورۃً اس جزئیہ میں خلاف کیا مگر معنی اذن کلی امام پر عمل فرمایا پھر وہ بھی اگرچہ ماذون بالعمل ہوں یہ جزئی دعوے کہ اس حدیث کا مفاد خواہی نہ خواہی مذہب امام ہے نہیں کر سکتے نہایت کار ظن ہے ممکن کہ ان کے مدارکِ عالیہ امام سے قاصر رہے ہوں اگر امام پر عرض کرتے وہ قبول نہ فرماتے تو مذہب امام ہونے پر تیقن تام وہاں بھی نہیں خود اجلّ ائمہ مجتہدین فی المذہب قاضی الشرق والغرب سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کے مدارجِ رفیعہ حدیث کو موافقین ومخالفین مانے ہوئے ہیں۔ امام مزنی تلمیذ امام شافعی نے فرمایا" هو اتبع القوم للحدیث "امام احمد بن حنبل نے فرمایا منصف فی الحدیث امام یحییٰ بن معین

نے بآں تشدد شدید فرمایا:لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا و لا اثبت من ابی یوسف نیز فرمایاصاحب حدیث و صاحب سنة امام ابن عدی نے کامل میں کہا لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا منه امام ابوعبداللہ ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار اور کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں بعنوان الامام العلامة فقیه العراقین ذکر کیا یہ امام ابویوسف بایں جلالتِ شان حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں۔ما خالفته فی شئی قط فتد برته الا رایت مذهبه الذی ذهب الیه انجی فی الاخرة و کنت ربما ملت الی الحدیث فکان هو ابصر بالحدیث الصحیح منی۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلاف کر کے غور کیا ہو مگر یہ کہ انہیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ وجہ نجات پایا اور بارہا ہو تا کہ میں حدیث کی طرف جھکتا پھر تحقیق کرتا تو امام مجھ سے زیادہ حدیثِ صحیح کی نگاہ رکھتے تھے۔ نیز فرمایا امام جب کسی قول پر جزم فرماتے میں کوفہ کے ائمہ محدثین پر دورہ کرتا کہ دیکھوں ان کی تقویتِ قول میں کوئی حدیث یا اثر پاتا ہوں بارہا دو تین حدیثیں میں امام کے پاس لے کر حاضر ہوتا ان میں کسی کو فرماتے صحیح نہیں، کسی کو فرماتے معروف نہیں میں عرض کرتا حضور کو اس کی کیا خبر؟ حالانکہ یہ تو قولِ حضور کے موافق ہیں فرماتے میں علمِ اہل کوفہ کا عالم ہوں ذکر کله الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان۔

بالجملہ نابالغان رتبہ اجتہاد نہ اصلاً اس کے اہل نہ ہرگز یہاں مراد نہ کہ آج کل کے مدعیانِ خامکار جاہلانِ بے وقار کہ من وتو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں اور اساطین دین الٰہی کے اجتہاد پر رکھیں اسی ردالمحتار کو دیکھا ہوتا کہ انہیں امام ابن الشحنہ وعلامہ محمد بن البہنسی استاد علامہ نورالدین علی قادری باقانی وعلامہ عمر بن نجیم مصری صاحب نہر الفائق وعلامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی صاحب درمختار وغیرہم کیسے کیسے اکابر کی نسبت تصریح کی کہ مخالفتِ

مذہب در کنار روایاتِ مذہب میں ایک کو راجح بتانے کے اہل نہیں "کتاب الشھادات باب القبول" میں علامہ سائحانی سے ہے ابن الشحنة لم یکن من اھل الاختیار۔" کتاب الزکوۃ باب صدقہ الفطر" میں ہے۔البھنسی لیس من اصحاب التصحیح۔ "کتاب النکاح باب الحضانہ" میں ہے صاحب النھر لیس من اھل الترجیح۔ "کتاب الرھن" میں ایک بحث علامہ شارح کی نسبت ہے۔لا حاجة الی اثباته بالبحث و القیاس الذی لسنا اھلاً له ان کی بھی کیا گنتی خود اکابرین مذہب اعاظم اجلہ رفیع الرتب مثل امام کبیر خصاف وامام اجلّ ابوجعفر طحاوی وامام ابوالحسن کرخی وامام شمس الائمہ حلوانی وامام شمس الائمہ سرخسی وامام فخر الاسلام علی بزدوی وامام فقیہ النفس فخر الدین قاضی خان وامام ابوبکر رازی وامام ابوالحسن قدوری وامام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ وغیرہم اعاظم کرام ادخلھم اللہ تعالیٰ فی دارالسلام کی نسبت رسالہ علامہ ابن کمال پاشا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تصریح نقل کی۔انھم لا یقدرون علیٰ شئی من المخالفة لا فی الاصول ولا فی الفروع وہ اصلاً مخالفتِ امام پر قدرت نہیں رکھتے نہ اصول میں نہ فروع میں۔للہ انصاف! اللہ عزوجل کے حضور جانا اور اسے منہ دکھانا ہے۔ایک ذرا دیر منہ زوری ہما ہمی ڈھٹائی ہٹ دھرمی کی نہیں سہی آدمی اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور ان اکابر ائمہ عظام کے حضور اپنی لیاقت قابلیت کو دیکھے بھالے، دیکھے تو کہیں تحت الثریٰ تک بھی پتہ چلتا ہے؟ ایمان نہ نکلے تو ان کے ادنیٰ شاگردانِ شاگرد کی شاگردی وکفش برداری کی لیاقت نہ نکلے خدارا جو شکاران شیران شرزہ کی جست سے باہر ہو لومڑیاں گیدڑ اس پر ہمکنا چاہیں، ہاں اس کا ذکر نہیں جسے ابلیس اپنا مرید بنائے اور اپنی تقلید سے تمام ائمہ امت کے مقابل " اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ " سکھائے جان برادر! دین سنبھالنا ہے یا بات پالنا چند منٹ تک خفگی جھنجھلاہٹ شوخی تلملاہٹ کی نہیں بدی ذرا لیاقتی دعوؤں کے آثار تو ملاحظہ ہوں تمام غیر مقلدان زمانہ کے سروسرگروہ سب سے اونچی چوٹی کے کوہ پرشکوہ سب سے بڑے محدث

متوحد سب میں چھنٹے امام متفرد علامہ الدہر مجتہد العصر جناب میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہداہ اللہ تعالیٰ الی الصراط السوی ہیں انہیں کی لیاقت وقابلیت کا اندازہ کیجئے فقیر نے بضرورتِ سوال سائلین جواسی ماہِ رواں میں صرف ایک مسئلہ جمع بین الصلاتین کے متعلق حضرت کی حدیث دانی کھولی ماشاء اللہ وہ وہ نزاکتیں پائیں کہ بایں گردش دکہن سالی آج تک پیرفلک کوبھی نظر نہ آئیں تفصیل درکار ہوتو فقیر کا رسالہ مذکورہ "حاجز البحرین" ملاحظہ ہو یہاں اجمالاً معروض۔

دہلوی مجتہد کی حدیث دانی اور ایک ہی مسئلہ میں اتنی گلفشانی

(1) حضرت کوضعیفِ محض ومتروک میں تمیز نہیں۔ (2) تشیع ورفض میں فرق نہیں (3) فلان یغرب وفلان غریب الحدیث میں امتیاز نہیں (4) غریب ومنکر میں تفرقہ نہیں (5) فلان یَہِم کووہمی کہنا جانیں (6) لہ اَوْهَام" (7) حدیثِ مرسل تو مردود ومخذول اور عنعنہ مدلس ماخوذ ومقبول (8) ستم جہالت کہ وصل متاخر کوتعلیق بتائیں مثلاً محدث کے رواہ مالک عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذلک فلان عن فلان عن مالک حضرت اسے معلق ٹھہرائیں اور حدثنا بذلک کوہضم کرجائیں (9) صحیح حدیثوں کونری زبان زوریوں سے مردود ومنکر وواہیات بتائیں (10) حدیثِ ضعیف جس کے منکر، معلول ہونے کی امام بخاری وغیرہ اکابرائمہ نے تصریح کی حضرت محض بیگانہ تقریروں سے اسے صحیح بنائیں (11) ضعفِ حدیث کوضعفِ رواۃ پر مقصور جانیں ہنگام ثقہ رواۃ علل قوادح کولاشئے مانیں (12) معرفتِ رجال میں وہ جوشِ تمیز کہ امام اجل سلیمٰن اعمش عظیم القدر جلیل الفخر تابعی مشہور معروف کوسلیمن بن ارقم ضعیف سمجھیں (13) خالد بن الحارث ثقہ ثبت کوخالد مخلد قطوانی کہیں (14) ولید بن مسلم ثقہ مشہور کوولید بن قاسم بنالیں (15) مسئلہ تقوی طرق سے نرے غافل (16) راوی مجروح ومرجوح کے فرقِ بدیہی سے محض جاہل (17) متابع

و مدار میں تمیز دو بھر صاف صاف متابعتِ ثقات وہ بھی باقربِ وجوہ پیش نظر مگر بعض طرق میں بزعم شریف وقوع ضعیف سے حدیث سخیف (18) جا بجا طرق جلیلہ موضحۃ المعنے مشہور ومتداول کتابوں خود صحیحین وسننِ اربعہ میں موجود انہیں تک رسائی محال باقی کتب سے جمعِ طرق و احاطہ الفاظ اور مبانی و معانی کے محققانہ لحاظ کی کیا مجال (19) تصیح وتضعیف میں اقوال ائمہ جبھی مقبول کہ خود ان کی تصانیف میں مذکور ومنقول ورنہ نقل ثقات مردود ومخذول (20) اجلہ رواۃ بخاری ومسلم بے وجہِ وجیہ و دلیلِ ملزم کوئی مردود وخبیث کوئی متروک الحدیث مثل امام بشر بن بکر تیسی ومحمد بن فضیل بن غزوان کوفی وخالد بن مخلد ابوالہیثم بجلی بھلا یہ تو بخاری ومسلم کے خاص خاص رجال بے مساغ ومجال پر فقط منہ ہے اس سے بڑھ کر سنئے کہ حضرت کی حدیث دانی نے صحاح ستہ کے رد وابطال کو قواعدِ سبعہ وضع فرمائے کہ جس راوی کو تقریب میں صدوق ۱ رمی بالتشیع یا صدوق ۲ متشیع یا ثقہ یغرب ۳ یا صدوق ۴ یہم یا صدوق ۵ لہ اوہام لکھا ہو وہ سب ضعیف ومردود الروایہ ومتروک الحدیث ہیں حالانکہ باقی صحاح درکنار خود صحیحین میں ان اقسام کے راوی دو چار نہیں دس بیس نہیں سینکڑوں ہیں چھ قاعدے تو یہ ہوئے (7) جس سند میں کوئی راوی غیر منسوب واقع ہو مثلا حدثنا خالد عن شعبۃ عن سلیمن اسے برعایت قرب طبقہ و روایات مخرج جو ضعیف راوی اس نام کا ملے رجما بالغیب جزما بالریب اس پر حمل کر لیجئے اور ضعف حدیث وسقوط روایت کا حکم کر دیجئے مسلمانو! حضرت کے یہ قواعد سبعہ پیش نظر رکھ کر بخاری ومسلم سامنے لائیے اور جو جو حدیثیں ان مخترع محدثات پر رد ہوتی جائیں کاٹتے جایئے اگر دونوں کتابیں آدھی تہائی بھی باقی رہ جائیں تو میرا ذمہ۔ خدا نہ کرے کہ مقلدین ائمہ کا کوئی متوسط طالب علم بھی اتنا بوکھلایا ہو معاذ اللہ جب ایک مسئلہ میں یہ کوتک تو تمام کلام کا کمال کہاں تک العظمۃ للہ جب پرانے پرانے چوٹی کے سیانے جنھیں طائفہ بھر اپنی ناک مانے اونچے پائے کا مجتہد جانے ان کی لیاقت کا اندازہ نری شیخی اور تین کانے تو نئی امت چھٹ بھیوں کی جماعت کس گنتی شمار میں کس شمار قطار میں لا فی العیر ولا فی النفیر والعیاذ باللہ من شر الشریر

مرزا صاحب وشاہ صاحب! کیا عیاذاً باللہ ان جیسے بدعقل وعدیم الشعور تھے کہ اثبات احکام شریعت الٰہی وفہم احادیث رسالت پناہی صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کی باگ ایسے بے مہاروں بے خرد نابکاروں کے ہاتھ میں دیتے ان کا مطلب بھی وہی ہے کہ جو اس کا اہل ہو اسے عمل کی اجازت بلکہ ضرورت نہ کہ کودن نا اہل بکھاری ترجمئ مسکوۃ کے ترجمے میں ہلدی کی گرہ پائیں اور پنساری بن جائیں یا بنگالی بھوپالی کسی مذہب ائمہ کو اپنے زعم میں خلافِ حدیث بتائیں تو اللہ عزوجل تقلیدِ ائمہ حرام کر کے فرض فرمادے کہ بھوپالی بنگالی پر ایمان لے آئیں۔

جانِ برادر! یہ بودی تقلید تو اب بھی رہی ابوحنیفہ ومحمد کی نہ ہوئی بھوپالی بنگالی کی سہی وائے بے انصافی کہ شاہ صاحب ومرزا صاحب کے کلام کے یہ معنی مانیں اور انہیں معاذ اللہ دائرہ عقل سے خارج جانیں حالانکہ ان دونوں صاحبوں کے ہادی بالا، مرشدِ اعلٰی دونوں صاحبوں کے آقائے نعمت مولائے بیعت دونوں صاحبوں کے امام ربانی جناب شیخ مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں۔ مخدوما

احادیث نبوی علی مصدرها الصلاۃ والسلام درباب جواز اشارت بسببہ بسیار وارد شدہ اند و بعضے از روایات فقھیہ نیز دریں باب آمدہ و غیر ظاہر مذہب ست و انچہ امام محمد شیبانی گفتہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشیر و نصنع کما یصنع النبی علیہ وعلی الہ الصلاۃ والسلام ثم قال ھذا قونی و قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہما از روایات نوادرست نہ روایاتِ اصول ہر گاہ در روایات

معتبرہ حرمت اشارہ واقع شدہ باشد و برکرات
اشارت فتوی دادہ باشند ما مقلدان را نمی
رسد کہ مقتضائے احادیث عمل نمودہ جرات
در اشارت نمانیم مرتکب ایں امراز حنفیہ یا علمائی
مجتہدین را علم احادیث معروفہ جواز اشارت
اثبات نہ نما یدیا انگارد کہ ایں ما بمقتضائی آرائ
خود بر خلاف احادیث حکم کردہ اندھر دو شق
فاسد ست تجویز نکند آں را مگر سفیہ یا معاند
حسن ظن مابہ ایں اکابر آنست کہ تادلیل
بر ایشاں ظاہر شدہ است حکم بحرمت یا کراہت
نہ کردہ اند غایت ما فی الباب ماراعلم بہ آں
دلیل نیست و ایں معنی مستلزم قدح اکابر نیست
اگر کسے گوید کہ ما علم بخلاف آں دلیل داریم
گویم کہ علم مقلد در اثبات حل و حرمت معتبر
نیست دریں باب ظن مجتہد معتبر ست احادیث
را ایں اکابر بو اسطہ قرب و وفور علم و حصول
ورع و تقوی از ما دور افتاد گاں بہترے دانستند و
صحت و سقم و نسخ و عدم نسخ آنہارا بیشتر از
مامی شناختند البتہ وجہ موجہ داشتہ باشند در
ترک عمل مقتضائے احادیث علی صاحبہا الصلاۃ

دالسلام من بیابند بر حدیث عمل لمالید مراد
ازاں حدیثی ست کہ بحضرت امام لرسیدہ
است و بنابر عدم علم ایں حدیث حکم بخلاف
آں فرمودہ است و احادیث اشارات ازاں قبیل
نیست اگر گویند کہ علمائے حنفیہ بر جواز اشارت
نیز فتویٰ رادہ اند بمقتضائے فتاوائے متعارضہ بھر
طرف عمل مجوز باشد گوئیم اگر تعارض درجواز و
عدم جواز واقع شود ترجیح عدم جواز راست اھ ملتقطاً

نیز جناب موصوف کے رسالہ مبدء و معاد سے منقول مدتے آرزوئے
آں داشت کہ وجھے پیدا شود درمذھب حنفی
تادر خلف امام قراءت فاتحہ نمودہ آیدا مابوساطہ
رعایت مذھب بے اختیار ترک قراءت می کردو
ایں ترک را از قبیل ریاضت می شمرد آخر
الامر اللہ تعالیٰ ببرکت رعایت مذھب کہ نقل از
مذھب الحادست حقیت مذھب حنفی در ترک
قراءت ماموم ظاھر ساخت و قراءت حکمی از
قراءت حقیقی در نظر بصیرت زیبا تر نمود ہاں

صاحب! اب بزرگوں کے اقوال کی خبریں کہئے۔ یہ ان بزرگوں کے بزرگ بڑوں کے
بڑے اماموں کے امام کیا کچھ فرما رہے ہیں ادعائے باطل عمل بالحدیث پر کیا کیا بجلیاں
توڑتے گنگھور بادل گرمارہے ہیں اولاً تصریحاً تسلیم فرمایا کہ التحیات میں انگلی اٹھانا سید عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت حدیثوں میں وارد **ثانیاً** وہ حدیثیں معروف ومشہور ہیں **ثالثاً** مذہبِ حنفی میں بھی اختلاف ہے روایتِ نوادر ہیں خود امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اشارہ فرماتے تھے ہم بھی کریں گے **رابعاً** صرف یہ بھی فرمادیا کہ یہی قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ہے۔ **خامساً** نہ فقط روایت بلکہ علمائے حنفیہ کا فتویٰ بھی دونوں طرف ہے بایں ہمہ صرف اس وجہ سے کہ روایات اشارہ ظاہر الراویۃ نہیں صاف صاف فرماتے ہیں کہ ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کر کے اشارے کی جرات کریں جب ایسی سہل ونرم حالت میں حضرت امام ربانی صاحب کا یہ قاہر ارشاد ہے تو جہاں فتوائے حنفیہ مختلف نہ ہوں، جہاں سرے سے اختلاف روایت ہی نہ ہو وہاں خلافِ مذہب امام حدیث پر عمل کرنے کو کیا کچھ نہ فرمائیں گے کیوں صاحبو! کیا انہیں کو شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا کہ کھلا احمق ہے یا چھپا منافق استغفر اللہ! استغفر اللہ! ذرا تو شرماؤ! ذرا تو ڈرو! شاہ صاحب کی بزرگی سے حیا تو کرو۔ ان کی تو کیا مجال تھی کہ معاذ اللہ وہ جناب، مجددیت مآب کی نسبت ایسا گمانِ مردود ونامحمود رکھتے وہ تو انہیں قطب الارشاد وہادی ومرشد ودافعِ بدعات جانتے اور ان کی تعظیم کو خدا کی تعظیم، ان کے شکر کو اللہ کا شکر مانتے ہیں کہ اپنے مکتوب ہفتم میں لکھتے ہیں شیخ قطب ارشاد ایں دورہ است و بردست وے بسیارے از گمراھان بادیۃ طبیعت و بدعت خلاص شدہ اند تعظیم شیخ تعظیم حضرت مدور ادوار و مکون کائنات ست و شکر نعمت شیخ شکر نعمت مفیض اوست اعظم اللہ تعالیٰ لہ الجور ہاں شاید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی چوٹ حضرت مجدد صاحب ہی پر ہے کہ معیار الحق میں لکھتے ہیں آج

کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں کہ مقابل میں روایتِ کیدانی کے اگر حدیثِ صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے اسی مسئلہ اشارہ میں روایتِ کیدانی پیش کی جاتی ہے جناب مجدد صاحب نے فتاوائے غرائب و جامع الرموز وخزانۃ الروایات وغیرہا پیش کیں وہ بات ایک ہی ہے یعنی فقہی روایت کے مقابل حدیث نہ ماننا اب دیکھ لیجئے حضرت مجدد کا روایتِ فقہی لانا اور ان کے سبب صحیح حدیثوں پر عمل نہ فرمانا اور میاں جی صاحب دہلوی کا بے دھڑک شرک کی جڑ جاننا خدا ایسے شرک پسندوں کے سائے سے بچائے خیر یہ تو میاں جی جانیں اور ان کا کام۔

کلامِ جناب مجدد صاحب کے فوائد سنئے:

اول بڑا بھاری فائدہ تو یہی ہوا۔

دوم حضرت موصوف نے یہ بھی فرمادیا کہ اقوالِ امام کے مقابل ایسی معروف حدیثیں جیسی رفعِ یدین وقراءتِ مقتدی وغیرہا میں آئیں کہ کسی طرح احادیثِ اشارہ سے اشتہار میں کم نہیں وہی پیش کرے گا جو نرا گاؤدی کودن بے عقل ہو یا معاند مکابر ہٹ دھرم کہ نہ وہ حدیثیں امام سے چھپ رہنے کی تھیں نہ معاذ اللہ امام اپنی رائے سے حدیث کا خلاف کرنے والے تو ضرور کسی دلیلِ قوی شرعی سے ان پر عمل نہ فرمایا۔

سوم یہ بھی فرمادیا کہ ہمیں جوابِ احادیث معلوم ہو جانا کچھ ضرور نہیں اس قدر اجمالاً جان لینا بس ہے کہ ہمارے عالموں کے پاس وجہ موجود ہوگی۔

چہارم یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علم میں کسی مسئلہ مذہب پر دلیل نہ ہونا تو درکنار اگر صراحۃً اس کے خلاف پر ہمیں دلیل معلوم ہو جب بھی ہمارا علم کچھ معتبر نہیں اسی مسئلہ مذہب پر عمل رہے گا۔ **پنجم** یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علمائے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جیسا علمِ حدیث تھا جیسا وہ صحیح وضعیف ومنسوخ ونامنسوخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی

برابری نہیں کر سکتے کہ نہ انہیں ویسا علم نہ یہ اس قدر زمانہ رسالت سے قریب جب حضرت مجدد اپنے زمانہ کو ایسا فرمائیں تو اب تو اس پر بھی تین سو (۳۰۰) برس گزر گئے آج کل کے الٹے سیدھے چند حرف پڑھنے والے کیا برابری ائمہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔

ششم اس شرط کی بھی تصریح فرمادی کہ امام کے وہ اقوال منقولہ سوال خاص اسی حدیث کے باب میں ہیں جو امام کو نہ پہنچی اور اس سے مخالفت بر بنائے عدمِ اطلاع ہوئی نہ یہ کہ اصولِ مذہب پر وہ بوجوہِ مذکورہ کسی وجہ سے مرجوح یا مؤوّل یا متروک العمل تھی کہ یوں بحالِ اطلاع بھی مخالفت ہوتی کما لا یخفی۔

ہفتم جناب مجدد صاحب کی شانِ علم سے تو ان حضرات کو بھی انکار نہ ہوگا یہی مرزا جانجاناں صاحب جنہیں بزرگ مان کر ان کے کلام سے استناد کیا گیا جناب موصوف کو قابلِ اجتہاد خیال کرتے اور اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں عرض کردم یا رسول اللہ حضرت در حق مجدد الف ثانی چہ می فرمایند فرمودند مثل ایشاں در امت من دیگر کیست جب ایسے بزرگانِ بزرگ فرمائیں کہ ہم مقلدوں کو قولِ امام کے خلاف حدیثوں پر عمل جائز نہیں جو اس کا مرتکب ہو وہ احمق، بے ہوش یا ناحق و باطل کوش ہے تو پھر آج کل کے جھوٹے مدعی کس گنتی میں رہے؟ یہ سات (۷) فائدے عبارت مکتوبات میں تھے۔

ہشتم اگرچہ قولِ امام کی حقانیت اپنے خیال میں نہ آئے مگر عمل اسی پر کرنا لازم، یہی اللہ عزوجل کو پسند و موجب برکات ہے دیکھو ایک مدت تک مسئلہ قراءت مقتدی میں حقانیتِ مذہب حنفی جناب مجدد صاحب پر ظاہر نہ تھی۔ قراءت کرنے کو دل چاہا کیا مگر بپاسِ مذہب نہ کر سکے یہی ڈھونڈتے رہے کہ خود حنفی مذہب میں کوئی راہ جواز کی ملے۔

نہم اس سوال کا بھی صاف جواب دیا کہ ایک مسئلہ میں بھی اگر خلافِ امام یہ اگر چہ اسی بنا پر کہ اس میں حقانیتِ مذہب ظاہر نہ ہوئی تاہم مذہب سے خارج ہو جائے گا۔ کہ اسے نقل از مذہب فرماتے ہیں۔

دہم یہ سخت اشدّ و قاہر حکم دیکھئے کہ جو ایسا کرے وہ ملحد ہے اب حضرات اپنے ایمان میں جو مناسب جانیں مانیں۔ چاہیں حضرت مجدد صاحب کے نزدیک معاذ اللہ شاہ صاحب و مرزا صاحب کو سفیہ و معاند و ملحد قرار دیں چاہیں ان دونوں صاحبوں کے طور پر حضرت مجدد کو مدعی باطل و مخالفِ امام اور عیاذاً باللہ کھلا احمق یا چھپا منافق ٹھہرائیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لا جـــــرم یہ دونوں صاحب اسی صحت عملی میں کلام کر رہے ہیں جس پر اطلاع فقہائے اہلِ نظر و اجتہاد فی المذہب کا کام۔ اب نہ یہ کلام باہم متخالف، نہ ان میں کوئی حرف ہمارے مخالف۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق یہ مبحث بہت طویل الاذیال تھی جس میں بسطِ کلام کو دفترِ ضخیم لکھا جاتا مگر ماقل و کفی خیر مما کثر و الھی۔ حضرات ناظرین! خاص مبحثِ مسئول عنہ پر نظر رکھیں۔ خروج عن المبحث سے کہ صنیع شنیع جھلۃ و عاجزین ہے حذر رکھیں ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین ؕ و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و اٰلہ و صحبہ اجمعین مناسب کہ ان مختصر سطور کو بلحاظِ حال مضامین الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی سے مسمّٰی کیجئے اور بنظر تاریخ اعز النکات بجواب سوال ارکات ۱۳۱۳ھ لقب دیجئے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم اٰمین و الحمد للہ رب العلمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اجل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ: عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تقلید پر سوالات

سوال ۱: جو عالم مسائل کو تفصیلی دلائل سے جانتا ہے کیا اس پر تقلید واجب ہے؟

جواب: جملہ مسائل کو تفصیلی دلائل سے جاننا انتہائی دشوار اور کٹھن کام ہے۔ یہ منصب مجتہد کا ہے کہ وہ مسائل کو تفصیلی دلائل سے جانتا ہے اور اس کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ جان کر عقل ورطۂ حیرت میں رہ جاتی ہے۔ علماء کرام نے جو اس کی شرائط ذکر کی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔ مجتہد عرب کی تمام لغتوں کو، ادب عربی کے تمام فنون کو، مخاطب کرنے کے جملہ طریقوں کو، سمجھنے سمجھانے کے اندازوں کو، نظم و معنی کی اقسام کو، احکام کی علتوں کے ادراک کے راستوں کو جانتا ہو۔ زبردست قوت استخراج واستنباط کا مالک ہو، احکام کی علتیں کہاں متعدی ہوتی ہیں اور کہاں نہیں ہوتی اسے جانتا ہو، قرآن و حدیث کے احکام کے دلائل جانتا ہو۔

مسائل میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جملہ اقوال وفتاوی واختلافات، قدیم و جدید فقہاء کے فیصلے اور آراء نیز ان میں ایک کی دوسرے پر ترجیح اور وجوہِ ترجیح کو جانتا ہو دلیل کے مراتب کو کہ کونسی دلیل کس درجے کی ہے اور کہاں معتبر ہے؟ کہاں نہیں اور کیوں معتبر یا نامعتبر ہے یہ جانتا ہو تاویل وتوجیہ میں مہارت تامہ وکاملہ، عموم میں تخصیص کے مواقع وطرق نیز مطلق کی تقیید کی صورتیں اور جواز وعدم جواز کی جگہیں اور مصالح شرعیہ، مقاصد دینیہ، فوائد عامہ اور عرف کو جانتا ہو، حرج، ضرورت، عموم بلوی، تعامل، استحسان کے وسیع علم کا حامل ہو اور مذکورہ تمام چیزوں پر اطلاع تام اور وقوف عام رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ توفیق الٰہی کا نور اسکی رہنمائی کرنیوالا ہو۔ یہ ان منازل میں سے چند منزلیں ہیں جن کو طے

کرنا مجتہد کا کام ہے۔اگر کوئی اس طرح مسائل کو ان کے دلائل کے ساتھ جاننے والا ہے تو اس پر ہرگز تقلید ضروری نہیں بلکہ بہت سی صورتوں میں ایسے مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا لازم ہے اور دوسرے مجتہد کی تقلید ناجائز ہے۔لیکن ان تمام باتوں کا جامع ہونا اس زمانے میں انتہائی نادر ہے لہٰذا جب مسائل کو دلائل سے جاننے والا کوئی موجود نہیں تو سب پر تقلید لازم ہے۔

امام فخر الدین رازی، امام جلال الدین سیوطی، امام تقی الدین سبکی، امام غزالی، امام ابن حجر عسقلانی، امام ابن حجر مکی، امام ذہبی، ملا علی قاری، امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین وغیرھم جیسے جلیل القدر، عظیم المرتبت اور بلند پایہ محدثین اپنی جلالت علمی کے باوجود مقلد تھے تو آج کے قحط الرجال والے دور میں کون ایسا ہوگا جو مذکورہ بزرگوں سے علم میں بڑھ کر ہو اور بغیر تقلید کے شریعت پر عمل کرنے کی جرأت کرے لہٰذا تقلید لازم ہے اور ترکِ تقلید حرام وممنوع ہے۔

❁...سوال 2: چاروں اماموں نے جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی وہ افضل تھے یا مفضول اگر افضل تھے تو ان کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟ نیز خلفائے اربعہ افضل تھے یا ائمہ اربعہ اگر خلفائے اربعہ افضل تھے تو افضل کو چھوڑ کر مفضول کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟

❁...جواب: خلفاء اربعہ تو یقیناً قطعاً ائمہ اربعہ سے افضل تھے اور ائمہ اربعہ کے اساتذہ بعض افضل تھے بعض مفضول۔مثلاً امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اساتذہ حدیث میں بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی ہیں اور بعض غیر معروف محدثین بھی تو امام اعظم صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مفضول اور بہت سے دیگر اساتذہ سے افضل۔اب یہ سوال کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان افضل تھے تو ان کی تقلید کیوں نہیں، اسکا جواب سابق میں تفصیلا سے گذر چکا کہ خلفاء اربعہ افضل تھے اور فہم وفراست اور استنباط واستخراج میں زیادہ ماہر تھے

مگر امور سلطنت میں مشغول اور اسلام کو درپیش عظیم مسائل کے حل میں مشغول تھے اس لئے وہ ان چیزوں کی طرف مکمل توجہ نہ دے سکے اور انہوں نے اجتہاد کے اصول نہ بنائے اور ان کے بیان کردہ مسائل ہر شعبے کے بارے میں موجود نہیں۔ اس لئے انکی تقلید نہیں کی جاتی جبکہ ائمہ اربعہ کو دوسرے امور میں مشغولیت نہ تھی لہٰذا وہ دن رات امت کی آسانی کے لئے اصول وقواعد وضع کرتے اور مسائل کا استخراج کرنے اور انہیں ابواب میں ترتیب دینے میں مشغول رہے۔ اس لئے ان کے اصول اور فروع ہر باب میں موجود ہیں تو ان کی پیروی کی جاتی ہے۔ اسکی ایک مثال پہلے گذر چکی کہ بخاری کی حدیثیں کیوں پڑھی جاتی ہیں اور خلفاء اربعہ کی حدیثیں کیوں نہیں پڑھی جاتی حالانکہ خلفاء اربعہ افضل واعلم تھے ایک مزید مثال سے سمجھیں کوئی شخص اعتراض کرے کہ پاکستان میں 1973ء کے قانون پر کیوں عمل کیا جاتا ہے جبکہ یہ بعد میں بنایا گیا اور بانی پاکستان محمد علی جناح کے قانون پر کیوں عمل نہیں ہوتا حالانکہ وہ فہم وفراست، قانون دانی، قانون سازی، مصالح مملکت، ملک کے نشیب وفراز، قوم کے جذبات، انداز واطوار اور رسم ورواج کو زیادہ جانتے تھے؟ اسکا جواب یہی دیا جائیگا کہ آپ کی بات بجا ہے کہ بانیِ پاکستان واقعی ان تمام چیزوں کے حامل تھے لیکن ان کے قانون پر اس لئے عمل نہیں کیا جاتا کہ وہ اپنے دور میں ملکی مسائل کی کثرت، وسائل کی قلت، عہدوں کی تقسیم، غیر ملکوں سے معاہدے، مہاجرین کی آبادکاری، سائنس اور تعلیم کے فروغ، اتحاد وتنظیم کی ضرورت، تقسیم ہند کے طریقہ کار، مسئلہ کشمیر وغیرہ مسائل میں مصروف تھے جسکی وجہ سے وہ قانون سازی کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ چونکہ انہوں نے کوئی قانون مرتب نہ کیا اور نہ ہی جزئیات کی تفصیلات لکھی یا لکھوائی اور نہ کوئی ایسا قانون ان سے منقول ہوکر بعد والوں تک پہنچا لہٰذا بعد والوں نے فراغت پاکر قانون بنایا کہ ان کو

یونہی خلفاء اربعہ افضل واعلم واعلیٰ واولی تھے مگر انہوں نے نہ تو اصول بنائے اور نہ ان کی تفصیلات لکھیں، بلکہ دیگر دینی مہمات میں مصروف رہے اور ان سے اصول وفروع منقول نہیں۔ جبکہ ائمہ اربعہ کو دیگر مسائل درپیش نہ تھے لہٰذا انہوں نے یہ کام سرانجام دیا۔ اب غیر مقلدین سے سوال ہے، اگر ائمہ اربعہ یہ کام نہ کرتے جبکہ خلفائے اربعہ سے یہ منقول نہیں تو نئے پیش آنے والے مسائل اور عموم واطلاق، تخصیص وتعمیم، اشتراک وتاویل ، اجمال وتفسیر اشتباہ واِحکام اور جدید مسائل کے بارے میں احکام کہاں سے معلوم ہوتے؟ مثلاً ٹیسٹ ٹیوب بے بی، چلتی ٹرین میں نماز، ہوائی جہاز میں نماز، خاندانی منصوبہ بندی وغیرہ۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں صریح جواب تو ان کا ملے گا نہیں اور ائمہ اربعہ کی وہابیوں نے مانی نہیں اور خود اجتہاد ورائے سے جواب دینا وہابیوں کے نزدیک جائز نہیں اور نہ ان میں اہلیت ہے۔ تو کیا معاذ اللہ اسلام کو جواب دینے میں ناکام کہیں گے، نہیں بلکہ یہی کریں گے کہ ائمہ اربعہ نے قرآن وحدیث میں غور وفکر کرکے جو اصول بنائے ان کے مطابق جواب دیا جائے گا۔

❁...**سوال 3:** تقلید کی تعریف اور اس کی شرعی حیثیت کیا یعنی یہ واجب ہے یا فرض ہے یا حرام ہے؟ اور جس شخص نے مسائل کو دلیل سے جانا ہو اس پر تقلید واجب ہے یا حرام؟

❁...**جواب:** تقلید کی تعریف ہے: التقلید عمل بقول من لیس قولہ احدی الحجج بلا حجۃ منھا " تقلید کا معنیٰ ہی ہے کہ جس شخص کا قول ماخذ شریعت میں سے نہیں۔ اس کے قول پر دلیل کا مطالبہ کئے بغیر عمل کر لینا۔"

(فتح الغفار، شرح المنار، جلد 2، صفحہ 37، مطبوعہ مصر)

تقلید واجب ہے کہ اس کے بغیر شریعت پر عمل بہت مشکل ہے اور شریعت پر عمل کرنا جس پر موقوف ہے وہ بھی ضروری ہے مثلاً وضو کرنا نماز کے لئے شرط ہے اور وضو بغیر پانی

کے نہیں ہوسکتا لہٰذا پانی کا حصول بھی ضروری ہے جبکہ پانی حاصل کرنا ممکن ہو یونہی نماز کے لئے ستر عورت ضروری ہے اور ستر عورت لباس سے ہوگا تو لباس کا حصول بھی ضروری ہے اسی طرح شریعت پر عمل کرنا ضروری ہے لیکن یہ بغیر تقلید نہیں ہوسکتا لہٰذا تقلید بھی ضروری ہے اب رہی یہ بات کہ تقلید کے بغیر شریعت پر عمل کیوں ممکن نہیں تو اسکا جواب یہ ہے قرآن و حدیث میں ناسخ بھی ہے اور منسوخ بھی مثلاً قرآن میں ایک جگہ اس عورت کی عدت جس کا شوہر فوت ہو جائے ایک سال بیان فرمائی اور دوسری جگہ چار ماہ دس دن بیان کی۔ اسی طرح بیسیوں احادیث ہیں جن میں کچھ ناسخ ہیں کچھ منسوخ۔ ان پر عمل کرنا بغیر تقلید کے بہت مشکل ہے۔ یونہی ہر مسئلہ حدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے اصول اخذ کر کے مسئلہ بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً کتا کھانا حلال ہے یا نہیں اس کے بارے میں صراحۃ نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث اب اسکے بارے میں حکم شرعی کیا ہے مجتہد کی تقلید کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا۔ یونہی بعض آیات واحادیث میں آپس میں تعارض ہوتا ہے مثلاً قرآن میں ہے: **لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ** ''نہ کھاؤ اس جانور کا گوشت جس کے ذبح پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو'' اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ایسے جانور کے بارے میں پوچھا گیا جس پر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا۔ فرمایا کلوہ فان تسمیۃ اللہ تعالیٰ فی قلب کل امرء مسلم ''کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے۔'' ان دونوں میں سے کسے ترجیح دیں گے یہ مجتہد ہی جانتا ہے۔

اسی طرح قرآن وحدیث میں بعض جگہ ایک آیت کے دو معنی ہوتے ہیں۔ اور ہر معنی کے اعتبار سے حکم مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے:

والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء ''طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین قروء تک روکے رکھیں۔''

قروء سے مراد پاکی کے دن بھی ہوتے ہیں اور ناپاکی کے دن بھی اور ان میں سے ایک معنی دوسرے معنی کے خلاف ہے۔اب ایک معنی کو دوسرے معنی پر ترجیح دینا عام آدمی کے بس کی بات نہیں کہ جو عربی پڑھنا نہیں جانتا تو وہ علمی بحثوں میں کیا فیصلہ کرے گا یہ کام بھی مجتہد کا ہے بعض احادیث ایسی ہوتی ہے جن کا ظاہر معنی مراد نہیں ہوتا مثلاً بخاری شریف میں ہے سرکار ﷺ نے جنبی کے بارے میں فرمایا: ان المومن لا ینجس ''مومن نجس نہیں ہوتا '' اب کیا جنبی کے لئے مسجد جانا، قرآن چھونا خانہ کعبہ کا طواف کرنا جائز ہو جائے گا ہرگز نہیں کہ یہاں حدیث کے ظاہر معنی مراد نہیں تو یہ تحقیق کہ لفظ کے ظاہر معنی یہاں مراد ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر ظاہری معنی مراد نہیں تو کونسا معنی مراد ہے؟ اس پر کیا دلیل ہے؟ یہ کام عام آدمی کر ہی نہیں سکتا بلکہ مجتہد کرے گا۔تو کیا ایسی آیات واحادیث جن کے بارے میں مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے۔عام آدمی مجتہد کی تحقیق پر عمل کر کے ان آیات واحادیث کو اپنائے یا معنی نہ سمجھ کر ان کو چھوڑ دے۔

ہر عقلمند یہی فیصلہ کرے گا کہ قرآن وحدیث کو چھوڑنا جائز نہیں لہذا اگر خود فیصلہ نہیں کر سکتا تو مجتہد کی تحقیق پر عمل کر لے۔

پس معلوم ہوا کہ مجتہد کی تحقیق پر عمل کئے بغیر شریعت پر عمل ممکن نہیں جبکہ شریعت پر عمل کرنا لازم ہے اور یہ عمل مجتہد کی تقلید پر موقوف ہے تو تقلید بھی لازم ہے بالجملہ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ غیر مجتہد کی تقلید حرام ہے جیسے غیر مقلدین اپنے دو چار کتابیں پڑھے مولوی کی کرتے ہیں اور کفر وشرک اور حرام میں آباؤ اجداد یا کسی اور کی تقلید۔

❁...**سوال4**: جو عالم مسائل کو تفصیلی دلائل سے جانتا ہے کیا اس پر تقلید واجب ہے؟

✿...**جواب**: جملہ مسائل کو تفصیلی دلائل سے جاننا انتہائی دشوار اور کٹھن کام ہے۔یہ منصب مجتہد کا ہے کہ وہ مسائل کو تفصیلی دلائل سے جانتا ہے۔اور اس کے لئے جن جن

چیزوں کی ضرورت ہے وہ جان کر عقل ورطۂ حیرت میں رہ جاتی ہے۔ علماء کرام نے جو اس کی شرائط ذکر کی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔ مجتہد عرب کی تمام لغتوں کو، ادب عربی کے تمام فنون کو، مخاطب کرنے کے جملہ طریقوں کو، سمجھنے سمجھانے کے اندازوں کو، نظم و معنی کی اقسام کو، احکام کی علتوں کے ادراک کے راستوں کو جانتا ہو۔ زبردست قوت استخراج و استنباط کا مالک ہو، احکام کی علتیں کہاں متعدی ہوتی ہیں اور کہاں نہیں ہوتی اسے جانتا ہو، قرآن وحدیث کے احکام کے دلائل جانتا ہو۔ مسائل میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جملہ اقوال وفتاوی واختلافات، قدیم وجدید فقہاء کے فیصلے اور آراء نیز ان میں ایک کی دوسرے پر ترجیح اور وجوہِ ترجیح کو جانتا ہو دلیل کے مراتب کو کہ کونسی دلیل کس درجے کی ہے اور کہاں معتبر ہے؟ کہاں نہیں اور کیوں معتبر یا نا معتبر ہے یہ جانتا ہو تاویل وتوجیہ میں مہارت تامہ و کاملہ، عموم میں تخصیص کے مواقع وطرق نیز مطلق کی تقیید کی صورتیں اور جواز وعدم جواز کی جگہیں اور مصالح شرعیہ، مقاصد دینیہ، فوائد عامہ اور عرف کو جانتا ہو، حرج، ضرورت، عموم بلوی، تعامل، استحسان کے وسیع علم کا حامل ہو۔ اور مذکورہ تمام چیزوں پر اطلاع تام اور وقوف عام رکھتا ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ توفیق الٰہی کا نور اسکی رہنمائی کرنیوالا ہو۔ یہ ان منازل میں سے چند منزلیں ہیں جن کو طے کرنا مجتہد کا کام ہے۔ اگر کوئی اس طرح مسائل کو ان کے دلائل کے ساتھ جاننے والا ہے تو اس پر ہرگز تقلید ضروری نہیں۔ بلکہ بہت سی صورتوں میں ایسے مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا لازم ہے اور دوسرے مجتہد کی تقلید ناجائز ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کا جامع ہونا اس زمانے میں انتہائی نادر ہے۔ لہٰذا جب مسائل کو دلائل سے جاننے والا کوئی موجود نہیں تو سب پر تقلید لازم ہے۔

امام فخر الدین رازی، امام جلال الدین سیوطی، امام تقی الدین سبکی، امام غزالی، امام ابن حجر عسقلانی، امام ابن حجر مکی، امام ذہبی، ملا علی قاری، امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین وغیرھم جیسے جلیل القدر، عظیم المرتبت اور بلند پایہ محدثین اپنی جلالت علمی کے باوجود مقلد تھے تو آج کے قحط الرجال والے دور میں کون ایسا ہوگا۔ جو مذکورہ بزرگوں سے علم میں بڑھ کر ہو اور بغیر تقلید کے شریعت پر عمل کرنے کی جرأت کرے لہٰذا تقلید لازم ہے، اور ترکِ تقلید حرام وممنوع ہے۔

❁...**سوال 5:** قیامت کے دن امامت کا جھنڈا صرف محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا یا کسی اور امام کے پاس ہوگا؟ جبکہ قرآن میں ہے **یوم ندعوا کل اناس بامامھم** (اس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے) یہاں پیشوا سے مراد انبیاء کرام ہیں یا من مانے امام؟

❁...**جواب:** آیت مبارکہ **یوم ندعوا کل اناس بامامھم** کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں:

1) امام سے مراد اعمال نامے ہیں،

2) امام سے مراد قرآن، تورات، انجیل، زبور ہے،

3) امام سے مراد امت کے نبی ہیں،

وغیرہ ذالک لہٰذا امام اور نبی میں حصر کر کے سوال کرنا ہی جہالت ہے۔ نیز یہی اعتراض وہابیوں پر بھی لوٹتا ہے کہ بخاری ومسلم کو بھی امام بخاری اور امام مسلم کہتے ہیں اور حدیث کے صحیح وحسن وضعیف ہونے میں ان کی تقلید کرتے ہیں اور بخاری ومسلم کو امام کہنا بھی کسی آیت یا حدیث میں نہیں آیا تو کیا قیامت کے دن امامت کا جھنڈا محمد ﷺ کے ہاتھوں میں ہوگا یا وہابیوں کے من مانے امام بخاری ومسلم وابن تیمیہ وابن قیم کے ہاتھوں میں؟ یہ الزامی جواب ہے۔ وگرنہ بخاری ومسلم حدیث میں ہمارے بھی امام ہیں بلکہ ہمارے ہی امام ہیں۔ بدمذہبوں کے نہیں۔ لہٰذا جیسے بخاری ومسلم کو امام کہنے سے آیت کی مخالفت نہیں یونہی ابوحنیفہ وشافعی وغیرہ کو امام کہنے میں آیت کی مخالفت نہیں۔ وہابیوں کے

سوال سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ چونکہ امام کا لفظ سرکار ﷺ پر بولا گیا ہے لہٰذا کسی اور پر نہیں بول سکتے حالانکہ یہ بات بالکل باطل و مردود ہے مفتی و حاکم علیم و عالم، جواد، شفیع و نبی و رسول و ولی والی، بشیر و نذیر و مبشر وغیرھا بہت سے الفاظ نبی کریم ﷺ کے لئے بولے گئے ہیں وہابی منطق کے مطابق کسی اور کو مفتی، حاکم، علیم، عالم، علامہ، جواد، شفیع وغیرہ بولنا ناجائز ہوگا حالانکہ بالاتفاق ان الفاظ کا اطلاق سرکار ﷺ کے علاوہ دوسروں پر بھی کیا جاتا ہے۔

رُسل و انبیاء پر رسول و نبی کا بقیہ پر دوسرے الفاظ کا۔ لہٰذا وہابیہ کا اعتراض اور بنیاد سب فاسد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

❁...سوال6: اگر چاروں امام برحق ہیں تو کیا ان میں سے صرف ایک امام کی تقلید کرنے سے آدمی کو پورا اسلام ملا یا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ایک حصہ ملا اور تین حصے چھوٹ گئے؟

❁...جواب: اسلام منزل ہے اور مسالک اربعہ اس کی طرف جانیوالے چار راستے۔ جس راستے پر بھی چلیں گے منزل مل جائے گی۔ چاروں اماموں نے جن حدیثوں سے استناد کیا وہ زمانہ نبوی و زمانہ صحابہ علیہم الرضوان میں موجود تھیں اور بہت سے مسائل بھی موجود تھے مگر ان کا مخصوص نام نہ تھا جب یہ مسائل و احادیث آئمہ کے ذریعے ہم تک پہنچیں تو حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی کا نام ان پر بولا جانے لگا جیسے قرآن مجید کی سات قرائتیں ہیں زمانہ نبوی و زمانہ صحابہ علیہم الرضوان میں موجود تھیں مگر ان کو قراءتِ عاصم، قراءتِ حمزہ، قراءتِ کسائی نہیں کہتے تھے بعد میں یہ نام رکھے گئے اور آجکل یہی استعمال کئے جاتے ہیں۔ یونہی احادیث زمانہ نبوی و صحابہ میں بھی تھیں مگر حدیثِ بخاری، مسلم انہیں نہیں کہا جاتا تھا بعد میں امام بخاری و مسلم کے حوالے سے ہم تک پہنچیں تو انہیں حدیث بخاری و حدیث مسلم کہا جانے لگا۔

اسی طرح مسائل سرکار ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانے میں موجود تھے۔ مگر انہیں حنفی اور شافعی کے نام سے تعبیر نہیں کیا جاتا تھا لیکن جب یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام

شافعی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ہم تک پہنچے تو انہیں مسلک حنفی اور مسلک شافعی کے نام سے تعبیر کیا جانے لگا۔ لہٰذا جس طرح کوئی قراءت عاصم کے مطابق قرآن پڑھے تو پورا قرآن پڑھنا ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی حنفی یا شافعی ہو کر مسائل پر عمل کرے تو اسے پورا اسلام ہی ملا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ سوال وہابیوں کی پرلے درجے کی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ تقلید فروعی مسائل میں کی جاتی ہے، عقائد میں نہیں اور اسلام و ایمان مترادف ہیں اور ایمان کا تعلق عقائد کے ساتھ ہے اعمال کے ساتھ نہیں۔ لہٰذا جس کے عقائد درست ہیں اسکو پورا اسلام مل گیا اگر چہ وہ کسی مسلک کے مطابق اعمال کرنے کی بجائے اصلاً کوئی عمل نہ کرے۔

اعمال کی اہمیت مسلم ہے مگر یہ اصل ایمان میں شامل نہیں تو یہ اعتراض کرنا کہ جس نے ایک مسلک پر عمل کیا اور بقیہ تین کو چھوڑ دیا اسے پورا اسلام ملا یا نہیں؟ سراسر جہالت ہے۔ کہ پورا اسلام تو عقائد کی تصحیح سے ہو گیا عمل ہو یا نہ ہو تو فاسد بنیاد پر کیا گیا اعتراض خود ہی فاسد ہے۔ اور ایک بات مزید قابل توجہ ہے کہ تقلید کی مخالفت بھی وہابی صرف زبان سے کرتے ہیں وگرنہ خود بھی کٹر مقلد ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم ان اماموں کی تقلید کرتے ہیں جو زمانۂ نبوی کے قریب تھے اور جن کی جلالت علمی، زہد و تقوی، فہم و فراست کو ساری دنیا مانتی ہے اور وہابی ابن تیمیہ اور ابن قیم بلکہ موجودہ وہابی تو ثناء اللہ امرتسری، صدیق بھوپالی اور نذیر حسین دہلوی کے فتاوی کی تقلید کرتے ہیں۔ اور ان وہابیوں کو غیر مقلد ترک تقلید کی وجہ سے نہیں بلکہ تقلید کی مخالفت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

❁...**سوال ۷:** مجتہد کس کو کہتے ہیں؟ کیا چاروں اماموں کے علاوہ اور بھی مجتہد ہوئے ہیں یا نہیں اور اگر ہوئے ہیں تو ایک ہی کی تقلید کیوں باقیوں کی کیوں نہیں؟

✿...**جواب:** ائمہ اربعہ کے علاوہ بھی بہت سے مجتہد ہوئے ہیں مثلاً خلفاء اربعہ، امام نخعی، امام اوزاعی وغیرھم۔ ان بقیہ مجتہدین کی تقلید اس لئے نہیں کی جاتی کہ ان کے

مذاہب کے قواعد وفروع ہم تک نہیں پہنچیں اور نہ ہی فقہ کے ہر باب میں ان کی کتابیں موجود ہیں جبکہ تقلید کی ضرورت ہر باب میں موجود ہے۔لہٰذا جن اماموں کے اصول وقواعد اور فروع وجزئیات ہر باب میں ملی ان ہی کی تقلید کی جاتی ہے اور جن مجتہدین کے اصول و قواعد اور فروع وجزئیات ہر باب بلکہ کسی بھی باب میں تفصیل سے نہیں ان کی تقلید نہیں کی جاتی کہ بے فائدہ ہے اسکا جواب قائداعظم کے قانون اور 1973ء کے قانون کی مثال سے پہلے بھی دیا جاچکا ہے۔

۞...سوال 8: ائمہ اربعہ اور اس زمانے کے لوگ کس امام کی تقلید کیا کرتے تھے؟ کیا یہ واجب تھی یا فرض اگر وہ یہ نہیں کرتے تھے تو کیا یہ لوگ غیر مقلد تو نہیں تھے؟

۞...جواب: ائمہ اربعہ تو کسی کی تقلید نہ کرتے تھے بلکہ خداداد قوت سے وہ بلاواسطہ قرآن وحدیث اور قرآن وحدیث سے استنباط کردہ مسائل پر عمل کرتے تھے۔ اور ہم مجتہدین کے واسطے سے قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں۔اور ائمہ اربعہ کے زمانے کے لوگ بھی تقلید کرتے تھے کیونکہ اس زمانے میں مجتہدین بکثرت تھے کوفہ، مکہ، مدینہ اور دیگر بلاد اسلامیہ میں مجتہدین تھے۔امام نخعی، امام اوزاعی، سفیان ثوری، حسن بصری، فقہاء سبعہ وغیرہ مشہور امام اور فقہیہ تھے۔البتہ اس زمانہ میں اور اِس زمانے میں فرق یہ ہے کہ اُس زمانے میں لوگوں میں دیانتداری تھی لہٰذا اگر وہ ایک مجتہد کو چھوڑ کر کسی دوسرے مجتہد کی اتباع کر لیتے تھے تو کوئی حرج نہ تھا۔مگر فی زمانہ دین میں دیانتداری اُٹھتی جارہی ہے لوگ شریعت کی بجائے خواہش نفس کے پیروکار ہیں۔اگر آج ان کو یہ چھوٹ مل جائے تو ہر کوئی مختلف اماموں کے آسان آسان مسائل کو چُن کر ان پر عمل کریگا یا کبھی ایک میں آسانی دیکھی تو اس مسئلہ پر عمل کرلیا اور کبھی دوسرے میں آسانی دیکھی تو اس پر عمل کرلیا اور یہ حرام ہے کہ اتباع شریعت نہیں بلکہ اتباع نفس ہوگی۔لہٰذا فساد کے دروازہ کو بند کرنے کے لئے

اب یہی حکم ہے کہ ایک معین امام کی ہی تقلید کی جائے اور کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ولا تفسدوا فی الارض ''اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔''

❁...**سوال ۹**: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام آنے کے بعد قرآن اور حدیث پر عمل کریں گے یا کسی امام کی تقلید کر کے اس کی فقہ پر عمل کریں گے؟

❁...**جواب**: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور نبی کی عقل غیر نبی سے کروڑوں گنا زیادہ ہوتی ہے لہٰذا آپ علیہ السلام کسی کی تقلید نہیں کریں گے اور یونہی حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی کسی کی تقلید نہیں کریں گے بلکہ یہ دونوں مجتہد ہوں گے اور خود قرآن وحدیث کے غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کریں گے اور بقیہ لوگ ان کی تقلید کریں گے۔ یہ بالکل واضح بات ہے کیونکہ اس وقت کتنے جدید مسائل درپیش ہو چکے ہیں اور قرب قیامت تک کتنے نئے مسائل پیش آئیں گے۔ ان تمام مسائل کا حل قرآن وحدیث کی صریح و واضح نصوص میں نہیں۔ تو یہ دونوں حضرات گرامی قدر ان مسائل میں یقیناً اجتہاد ہی سے جواب دیں گے اور لوگ ان مسائل میں ان کی تقلید کریں گے۔ البتہ غیر مقلدین سے کچھ بعید نہیں کہ اسلام کی مکمل بالادستی سے پہلے پہلے اگر یہ موجود ہوئے تو انکار کر دیں اور کہہ دیں کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کی تقلید نہیں کریں گے بلکہ ان دونوں کے مقابلے میں خود قرآن وحدیث سمجھیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقلید کا ہم نے اس لئے کہا کہ وہ بطور نبی تو تشریف لائیں گے نہیں لہٰذا اس صورت میں ان کی پیروی تقلید ہی ہوگی۔ اور اہل کشف بزرگوں نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اجتہاد سے زیادہ مشابہ ہوگا۔

❁...**سوال ۱۰**: مجتہد کے اوپر تقلید کا حکم ہے یا نہیں؟ کیا چاروں اماموں نے اپنی تقلید کا حکم دیا ہے یا نہیں اگر نہیں دیا تو کس کے حکم سے تقلید کی جاتی ہے؟

✿...**جواب:** جو مجتہد علی الاطلاق ہو یعنی جمیع مسائل میں اس کو استحضار تام اور ملکہ عظیمہ حاصل ہو اس پر دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں بلکہ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرے۔ جیسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مجتہد تھے تو وہ اپنے اجتہاد کی پیروی کرتے تھے دوسرے لوگ ان کی تقلید کرتے تھے لیکن وہ کسی کی تقلید نہ کرتے تھے کیونکہ اجتہاد اس کے حق میں دلیل شرعی ہے۔ اگر وہ کسی اور کے پیچھے چلے تو گویا اس نے دلیل شرعی سے اعراض کیا اور یہ باطل ہے یہ ایسے ہی ہے کہ چند آدمی ایسی جگہ ہوں جہاں قبلہ کی سمت انہیں معلوم نہ ہو تو ہر ایک کو حکم ہے کہ تحری (سوچ وبچار) کرے پھر جس طرف اسکا دل جمے اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اگر وہ اپنی تحری (سوچ) چھوڑ کر کسی دوسرے کی تحری (سوچ و بچار) کی پیروی کرے گا تو اسکی نماز نہ ہوگی بلکہ اس پر اپنی تحری کی پیروی واجب ہے یونہی مجتہد اپنے اجتہاد اور رائے سے جب مسئلہ نکال لیتا ہے تو اس پر اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ کیا چاروں اماموں نے اپنی تقلید کا حکم دیا یا نہیں اگر نہیں دیا تو کس کے حکم سے تقلید کی جاتی ہے یہ سوال سراسر بیوقوفی ہے۔ ائمہ اربعہ نے جو ہزاروں مسائل کا استنباط کیا اور اپنے شاگردوں کو لکھوائے تو یہ مسائل لکھوانے کا کیا مقصد تھا کیا صرف لکھوانے کا شوق تھا؟ ہرگز نہیں ہر عقلمند جانتا ہے کہ مسائل لکھانے اور بتانے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کو یہ مسائل درپیش ہوں تو ان سے معاونت حاصل کر کے عمل کریں۔ وہابی بھی کتابیں لکھتے اور چھاپتے ہیں کیا لوگوں کے عمل کے لئے لکھتے اور چھاپتے ہیں یا صرف صفحات کا منہ کالا کرنے کے لئے۔ کیا امام بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ وابوداؤد نے اپنی اپنی کتابوں کو پڑھنے اور اپنے استنباط کردہ مسائل پر عمل کا حکم دیا ہے؟ ہرگز نہیں لیکن اس کے باوجود وہابی اندھا دھند ان کی تقلید کرتے ہیں امام یحی بن معین، ابن حجر عسقلانی، سعید بن قطان وغیرہ نے اسماء الرجال میں اپنی تقلید کا حکم دیا ہے صرف انہوں

نے تو لوگوں کے سامنے بیان کیا اور لکھا ہے۔ اور ہر سمجھدار جانتا ہے کہ ان کے بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ لوگ ان کی باتوں کو مانیں اور اس کے مطابق عمل کریں یونہی آئمہ اربعہ نے مسائل استنباط کئے۔ لکھے اور لکھوائے اور بیان کئے تو یقیناً یہی مقصد تھا کہ لوگ ان مسائل میں ان کی تقلید و پیروی کریں۔ صحاح ستہ بلکہ اکثر کتب حدیث کے راوی مقلد ہیں۔ وہابیوں کے اعتقاد کے مطابق جب تقلید شرک ہے تو کیا وہابی مشرکوں کی روایت کردہ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں حالانکہ فاسق کی روایت بھی ضعیف ہوتی ہے۔ کیا وہابی اعتقاد کے مطابق بخاری و مسلم و جمیع کتب حدیث ضعیف و نامقبول حدیثوں پر مشتمل ہیں؟ کوئی وہابی ان سوالوں کا جواب ہرگز نہیں دے سکتا لہٰذا نجات اسی میں ہے کہ محدثین و مفسرین و فقہاء و علماء و اولیاء کے متفقہ موقف وجوب تقلید کو تسلیم کیا جائے۔

۞...سوال 11: کیا تقلید اور اتباع میں کچھ فرق ہے؟ کیا تقلید کا حکم قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

۞...جواب: تقلید اور اتباع میں عرفاً کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "فلاں نے اپنے والد کی تقلید میں یہ کام کیا" اور اسی بات کو یوں بھی کہا جاتا ہے، فلاں نے اپنے باپ کی اتباع میں یہ کام کیا اور قرآن مجید سے بھی ثابت کہ اتباع کا لفظ غیر نبی و رسول کی طرف اضافت کر کے بھی بولا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

واتبع سبیل من اناب الی "اور میری طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع کر۔"

اور فرمایا:

ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساء ت مصیرا "اور جو مومنوں کے راستے کے علاوہ کی اتباع کرے ہم اسے پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔"

''اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ تقلید پر اتباع کا لفظ بولنا درست ہے۔ اور تقلید قرآن وحدیث سے ثابت ہے جیسا کہ سوال نمبر 1 کے ضمن میں تفصیل سے جواب دے چکے کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنا لازم ہے اور جو لازم کا موقوف علیہ ہو وہ بھی لازم ہوتا ہے۔ یہ سوال ایسے ہی ہے کہ کوئی پوچھے کہ قرآن وحدیث کا کتابی صورت میں لکھنا ضروری ہے یا نہیں اگر ہے تو قرآن وحدیث سے لکھیں تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ قرآن وحدیث کی حفاظت ضروری ہے اور وہ فی زمانہ کتابی صورت میں لکھنے سے ہوگی لہٰذا قرآن وحدیث لکھنا ضروری ہے۔ یونہی قرآن وحدیث پر عمل ضروری اور وہ تقلید پر موقوف ہے تو تقلید کرنا ضروری ہے۔ اور ویسے یہ قرآن سے بھی ثابت ہے۔

آیت مبارکہ ہے:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ''علم والوں سے پوچھو اگر خود نہیں جانتے۔'' (پارہ 14، سورۃ النحل)

اور حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سرکار ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اجتہاد کی اجازت دی اور اہل یمن پر ان کی پیروی لازم قرار دی۔

۞...سوال 12: چاروں اماموں سے پہلے خلفاء اربعہ یا کسی اور امام کی تقلید کی جاتی تھی یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتی تھی تو کیوں اور اگر ہوتی تھی تو آج ان کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟ اس سے کس نے منع کیا؟

۞...جواب: خلفاء اربعہ مجتہد تھے اور ان کی تقلید بھی کی جاتی تھی۔ لیکن وہ امور خلافت اور معاملات سلطنت میں مشغول تھے۔ اسلام کی تبلیغ اور حدود اسلامیہ کو وسعت دینا، جہادی امور کی تنظیم نو، لشکروں کے حالات معلوم کرنا، موقع کے مطابق کمک بھیجنا، رعایا کی پرسش کرنا، ان کے مسائل کو حل کرنا، قضا کے فیصلے کرنا، بیت المال کی نگرانی، مال غنیمت کی تقسیم، مرتدین سے لشکر کشی بغاوتوں کو کچلنا، ملک کے اندرونی و بیرونی معاملات طے کرنا۔ ایسے

بہت سے امور تھے جس کی وجہ سے وہ اپنی کامل توجہ استنباط واستخراج مسائل پر نہ دے سکے۔ اور چونکہ دوسرے مجتہد صحابہ کرام علیہم الرضوان موجود تھے جو اس ضرورت کو پورا کر رہے تھے۔ لہٰذا وہ خلفاء اپنے کاموں میں مصروف رہے، لیکن اس کے باوجود متعدد مسائل میں ان کی آراء اور فیصلے موجود ہیں۔ حتیٰ کہ خلفائے اربعہ کے فیصلوں کے نام سے مصر سے ایک کتاب بھی چھپ چکی ہے اسی طرح ابن قیم نے اپنی کتاب ''الواہل الصیب ''میں لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے بیس جلدوں میں مرتب ہوئے تھے۔ خلفائے اربعہ کے فیصلے، آراء اور فتاوی دیکھنے ہوں تو مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کی بھی تقلید کی جاتی تھی۔ البتہ جمیع مسائل کی طرف وہ توجہ نہ دے سکے تھے بلکہ دوسرے دینی امور کی انجام دہی میں مصروف رہے تو ان کے اصول استنباط تمام مسائل کو حاوی نہ ہو سکے اور نہ ہم تک پہنچے۔ جب ان کے اصول وقواعد اور ان کی بیان کردہ جزئیات ہم تک نہ پہنچ سکیں اور نہ ہی جمیع مسائل میں ان کی بیان کردہ جزئیات ہیں تو ان کی تقلید کیسے کی جاسکتی ہے۔ یہ اعتراض ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے تم امام بخاری کی جمع کردہ حدیثیں پڑھتے ہو حالانکہ خلفاء اربعہ نے زندگی کا اکثر حصہ حضور پر نور ﷺ کے ساتھ گزارا تو بخاری کی بیان کردہ حدیثیں پڑھنے کی بجائے خلفائے اربعہ کی بیان کردہ حدیثیں پڑھا کرو۔ تو ان کو یہی جواب دیا جائے گا کہ یہ بات مسلم ہے کہ خلفائے اربعہ حدیث کو امام بخاری سے بدرجہا زیادہ جانتے تھے۔ اور ان کی بات زیادہ قابل اعتبار ہے اور وہ زیادہ لائق اتباع ہیں مگر انہوں نے دوسرے دینی امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے حدیثوں کا کوئی ذخیرہ مرتب نہ کیا اور نہ ہی لوگوں کے سامنے تمام حدیثیں بیان کی اور نہ ہی ان کی روایت کردہ حدیثیں ہمیں تمام مسائل میں ملیں۔ لیکن چونکہ امام بخاری نے یہ کام کیا تو ہم

بخاری کی حدیثیں پڑھتے ہیں اور خلفائے اربعہ کی نہیں ۔ یونہی تقلید کا مسئلہ ہے کہ خلفاء اربعہ یقیناً احادیث کو زیادہ جانتے تھے اور مسائل میں اجتہاد و استنباط کا ملکہ ان میں زیادہ تھا۔ اوران کے بیان کردہ مسائل زیادہ قابل اعتبار تھے اور وہ زیادہ قابل تقلید ہیں۔مگر انہوں نے دیگر دینی امور میں مشغولیت کی وجہ سے مسائل کو استنباط کرنے کے اصول مرتب نہ کیئے اور نہ ہی لوگوں کے سامنے تمام مسائل کو بیان کیا اور نہ ہی ان کے بیان کردہ مسائل تمام ابواب کو حاوی ہیں۔لیکن آئمہ اربعہ نے اصول مرتب کیئے مسائل لکھے اور لکھوائے۔اوران کے بیان کردہ مسائل زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں موجود ہیں لہٰذا ہم آئمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں اور خلفاء اربعہ کی تقلید نہیں کرتے۔اگر ان کی طرف سے اصول اور مسائل ہمیں پہنچتے تو خدا کی قسم ہم انہی کی تقلید کرتے اور ان کے علاوہ کسی کی تقلید نہ کرتے۔

❁...سوال 13: تقلید شخصی کی کیا تعریف ہے؟ تقلید شخصی خیر القرون میں تھی یا نہیں؟ اگر نہ تھی تو لوگ مقلد تھے یا غیر مقلد؟ اور یہ کب سے شروع ہوئی؟

✿...جواب: ''تقلید شخصی یہ ہے کہ کسی شخص معین کو اہل حق جانتے ہوئے اسکی دلیل میں نظر کیئے بغیر اسکی تابعداری کرنا۔''

تقلید شخصی خیر القرون میں بھی تھی ۔ بخاری شریف میں ہے: ''اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جو طواف فرض کے بعد حائضہ ہوگئی (وہ پاکی کا انتظار کرے یا اس سے طواف وداع ساقط ہو جائیگا) آپ نے فرمایا کہ وہ جاسکتی ہے۔اہل مدینہ نے کہا کہ ہم زید بن ثابت کے قول کے خلاف آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے ۔ یہ تقلید شخصی نہیں تو کیا ہے کہ ایک شخص معین کی بات کو بغیر دلیل پوچھے عمل کرنے پر آمادہ ہو گئے اور دوسرے کا قول رد کر دیا۔اگر چہ بعد میں قول ابن عباس پر عمل کیا

یونہی حدیث مبارک ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''جب تک تم میں یہ عالم (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) موجود ہیں اس وقت تک مجھ سے مسئلہ نہ پوچھو۔''

(بخاری)

یونہی نسائی شریف میں حدیث مبارک ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک عورت کے متعلق سوال ہوا کہ اس کا خاوند مر گیا ہے۔ اس کے لئے کوئی مہر مقرر نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتے نہیں سنا آخر سائلین کے ایک مہینہ تک اصرار کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے جواب دیا اس کے لئے مہر مثل ہے نہ کم نہ زیادہ اور اس پر عدت واجب ہے اور اسے وراثت ملے گی۔ اس پر حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے متعلق یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اتنا خوش ہوئے کہ اسلام لانے کے بعد اس قدر کبھی خوش نہ ہوئے۔ (نسائی)

اجتہادی جواب کی پیروی تقلید نہیں تو کیا ہے۔ اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا اے معاذ تم کیسے فیصلے کرو گے عرض کی کتاب اللہ سے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فرمایا اگر میری سنت میں بھی نہ پاؤ تو عرض کی اجتھد برائی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا:

الحمدللہ الذی وفق رسول رسول اللہ بما یرضی بہ رسول اللہ ''اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہوا۔'' (مشکوٰۃ شریف بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، دارمی)

یہ احادیث مبارکہ بہ بانگ دہل اعلان کرتی ہیں کہ تقلید شخصی کی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانے میں ہوتی تھی۔ اور خصوصاً آخری حدیث تو تقلید

کے وجوب پر صراحۃً دلالت کرتی ہے اسکو یوں سمجھیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اہل یمن پر حاکم بنایا اور اہل یمن پر ان کی اطاعت لازم قرار دی۔ لہٰذا جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور پرنور ﷺ کے اِذن سے اپنے اجتہاد و رائے کے ساتھ حکم دیں گے تو بحکم رسول ﷺ اہل یمن پر آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد و رائے کی پیروی واجب و لازم ہوگی، اسی کا نام تقلید ہے۔ اور اہل یمن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے۔ اسی طرح دور دراز کے شہروں میں جو صحابی جاتے تھے تو جمیع احادیث کے حافظ اور تمام مسائل شرعیہ سے واقف نہ ہوتے تھے۔ جبکہ مسائل ہر روز نئے سے نئے پیش آتے تھے۔ تو جتنا قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا اسکا جواب قرآن و حدیث سے دیتے اور جو قرآن و حدیث میں نہ ملتا اسکا جواب اپنے اجتہاد اور رائے سے دیتے اور لوگ ان مسائل میں ان کی تقلید کرتے۔

اسی بات کو وہابیوں دیوبندیوں بلکہ سنیوں کے مسلّم پیشوا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھا ہے:

ثم انهم تفرقوا فی البلاد فصار کل واحد مقتدی ناحیة من النواحی وکثرت الوقائع ودارت المسائل فاستفتوا فیها واجاب کل واحد حسب ما حفظه او استنبط یصلح للجواب اجتهد برایه ''صحابہ کرام علیہم الرضوان شہروں میں متفرق ہوگئے۔ اور ان میں سے ہر ایک اس جانب کا مقتدیٰ و پیشوا بن گیا۔ اور بہت سے معاملے اور مسائل پیش آئے لوگوں نے فتوے پوچھنا شروع کئے تو ہر ایک صحابی نے اپنی یاد یا استنباط سے جواب دیا اور استنباط سے جواب نہ ملا تو اپنی رائے سے اجتہاد کیا۔''

(حجۃ اللہ البالغۃ)

لہٰذا یہ کہنا بجا اور درست ہے کہ تقلید شخصی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانے سے رائج ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی کریم ﷺ کے فرمان و اجازت سے لوگوں کو اپنی تقلید کا حکم دیا جیسا کہ حدیث معاذ سے ظاہر ہے۔

❁...**سوال 14:** فقہ کی موجودہ کتابوں میں ایک بھی امام ابوحنیفہ کی تصنیف نہیں۔ جبکہ ان کتابوں میں بہت سے مسائل ہیں جن کا قرآن اور سنت سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر وہ ان مسائل کو چھوڑ دے تو وہ تقلید سے خارج تو نہیں ہو جائے گا؟

❁...**جواب:** امام الائمہ، کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کر کے متعدد کتابیں موجود ہیں امام محمد علیہ الرحمۃ کی جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، مبسوط (اصل) زیادات، کتاب الآثار، نیز جامع مسانید امام اعظم نیز فقہ اکبر وغیرہ یہ سب کتابیں امام اعظم سے سن کر ہی لکھی گئی ہیں۔ یہ عجیب سوال ہے کہ امام اعظم کی کوئی کتاب نہیں تو ان کی بات بھی نہیں مانیں گے کیا مُسْنَد کی اصطلاح نہیں پڑھی، کیا مسندِ احمد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود لکھی تھی یا آپ سے سن کر کسی نے لکھی تھی۔ اسماء الرجال میں راویوں کے بارے میں جو اقوال نقل کئے جاتے ہیں کیا یہ یحییٰ بن معین، سعید بن قطان، سفیان ثوری، اعمش ودیگر ائمہ نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں ہرگز نہیں ان مذکورہ اماموں کی بھی تو کوئی کتاب نہیں۔ کیا ان کے اقوال مردود و متروک قرار دیے جائیں گے۔

اسی طرح بیسیوں محدثین ہیں جن کی کوئی کتاب نہیں۔ کیا ان کے اقوال نا قابل قبول ہیں۔ حدیث کی زیادہ سے زیادہ چار سو کتابیں ہیں اور اسماء الرجال کی بمشکل پچاس جبکہ محدثین کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے اور جن محدثین کے اقوال کتابوں میں لکھے جاتے ہیں وہ سیکڑوں ہیں تو کیا صاحب تصنیف محدثین کے علاوہ سب محدثین متروک ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا قول سراسر جہالت وحماقت ہے۔ جس طرح بیشمار محدثین کی کتابیں نہ ہونے کے باوجود وہ امام ہیں ان کے اقوال معتبر ہیں ان پر عمل کیا جاتا ہے اسی طرح امام اعظم علیہ الرحمۃ کی فقہ میں اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب نہ ہونے کے باوجود ان کے اقوال معتبر ہیں ان پر عمل کیا جاتا ہے اور وہ امام بھی ہیں۔ اور یہ کہنا کہ امام اعظم کے بہت سے مسائل قرآن

وحدیث کے خلاف ہیں یہ سراسر باطل ومردود قول ہے۔ امام اعظم کے ہر قول پر آیت یا حدیث یا قرآن وحدیث کے بتائے ہوئے اصول موجود ہیں۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ایک بھی قول ایسا نہیں جو کسی نہ کسی آیت یا حدیث یا اصول سے ثابت نہ ہو۔ ہاں دھوکہ دہی کے لئے وہابی بہت سی حدیثیں نقل کر سکتے ہیں۔ جو ایسی ہی ہونگی کہ امام اعظم نے انہیں چھوڑ کر ان سے زیادہ قوی حدیث پر عمل کیا ہوگا۔ ایسے شوروغوغا کی اصلا کوئی پرواہ نہیں اور نہ ہی وہ قابل التفات ہے البتہ وہابیوں کے ایسے بہت سے اقوال ہیں جو صریح قرآن وحدیث کے خلاف ہیں ان میں سے ہم چند بیان کرتے ہیں۔ وہابی ان پر آیات واحادیث پیش کر کے دکھائیں۔

1 پانی میں نجاست پڑ جائے تو اگر پانی کا رنگ بو یا مزہ نہ بدلا ہو تو پانی پاک ہے خواہ پانی تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ (نزل الابرار، جلد اول، صفحہ 29، وحید الزمان غیر مقلد)

2 دودھ کی کڑاہی میں بچے کے پیشاب کے قطرے گر جائیں تو دودھ پاک ہے۔

(اہلحدیث 13، جون 1919)

3 خنزیر کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (اہلحدیث 17، نومبر 1922)

4 خنزیر کے پیشاب کے سوا باقی سب حیوانوں کا پیشاب پاک ہے۔

(اہلحدیث 10، نومبر 1922)

5 کتے کا بول (پیشاب) اور گوہ (پاخانہ) پاک ہے۔

(نزل الابرار، جلد اوّل، صفحہ 50، وحید الزمان غیر مقلد)

6 کتے اور خنزیر کا لعاب اور ان کا جوٹھا پاک ہے۔

(نزل الابرار، جلد اول، صفحہ 35، وحید الزمان غیر مقلد)

7 مردار اور خنزیر کے بال پاک ہیں۔

(نزل الابرار، جلد اول، صفحہ 30، وحید الزمان غیر مقلد)

یہ بطور نمونہ چند مسائل لکھے ہیں وہابی ان کے قرآن و حدیث سے دلائل دیں ایسے اور بھی چیٹ پٹے مسائل پڑھنے ہوں تو نزل الابرار وحید الزمان پڑھ کر دیکھ لیں۔

۞...سوال 15: قرآن اور حدیث کا مطلب مقلد سمجھ سکتا ہے تو دلیل بھی پکڑ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دلیل پکڑے تو غیر مقلد تو نہیں ہو جائے گا؟ اگر چاروں امام مسائل کا حل قرآن سے لیتے تھے تو علماء کو آج قرآن و حدیث سے مسائل لینے پر غیر مقلد بن جانے کا خوف کیوں ہے؟

۞...جواب: مقلد قرآن و حدیث یقیناً سمجھ سکتا ہے۔ بلکہ جس قدر قرآن و حدیث مقلد سمجھتا ہے غیر مقلد تو اسکی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور مقلد کے قرآن و حدیث سے اپنے امام کی تائید میں دلیل پکڑنے کی واضح مثال ہدایہ، فتح القدیر، بدائع الصنائع اور فتاوی رضویہ وغیرہ ہیں۔ جو فقہ حنفی کی مایہ ناز کتابیں ہیں اور ان میں قرآن و حدیث سے مسائل پر دلائل کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ البتہ مقلد اپنے امام کے خلاف قرآن و حدیث سے دلیل نہیں پکڑ سکتا۔ کیونکہ جو وسعت علمی، باریک بینی دقیقہ سنجی اور علمی میدان میں بلند پروازی، قوت استخراج واستنباط و ملکۂ اجتہاد رسوخ فی العلم، مہارت تامہ کاملہ شاملہ مجتہد کو حاصل ہوتی ہے وہ مقلد کو ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا مقلد اپنے امام کی تائید میں تو حدیث وغیرہ سے استدلال کر سکتا ہے کیونکہ یہ مجتہد کی فکر کے تابع ہی چل رہا ہے مگر مقلد کو امام کی مخالفت میں حدیثوں سے استدلال کی اجازت نہیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث پر جتنی نظر مجتہد کو حاصل ہے اور احادیث کا احاطہ کر کے ان میں ترجیح و تاویل کی جو صلاحیت مجتہد کو ہے وہ مقلد کو نہیں لہٰذا مقلد ہی غلطی پر ہوگا تو اسے امام کے خلاف استدلال کی اجازت نہیں۔ اسکی مثال دیکھنی ہو تو نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کا حال دیکھ لیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے کے جواز کے بارے میں اس نے ایک کتاب لکھی اور اپنی حدیث دانی کا شور مچایا احادیث سے

استدلال کیا مگر یہ استدلال امام اعظم کے خلاف تھا لہٰذا اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب حاجز البحرین میں نذیر حسین غیر مقلد کے دلائل کا وہ حشر کیا کہ آج تک کوئی غیر مقلد اسکا جواب نہ دے سکا اور نہ کبھی قیامت تک دے سکے گا۔ جب غیر مقلدوں کے حدیث چوٹی کے امام کا یہ حال ہوا کہ امام کے خلاف حدیث سے استدلال کرنا نہ آیا تو اس سے کم درجہ کے غیر مقلدین کا حال کیا ہوگا۔ اسی سے مقلدین کا حکم سمجھ لیں کہ اپنے امام کی تائید میں استدلال کرنا درست ہے مگر امام کے خلاف نہیں۔ معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث سے استدلال پر غیر مقلد بننے کا کوئی خوف نہیں جبکہ یہ امام کے قول کے خلاف نہ ہو۔ البتہ امام کے موقف کے خلاف دلیل پکڑنے سے غیر مقلد بننے کا خوف ہے اور اس کی وجوہات ہم نے ابھی ذکر کردی ہیں۔

اور موجودہ دور میں بھی علماء قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ جدید مسائل مثلاً انتقال خون، پلاسٹک سرجری، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، گھڑی کا چین، نماز میں اسپیکر کا استعمال اس طرح کے بہت سے مسائل میں موجودہ مقلد علماء نے قرآن وحدیث سے استدلال کیا ہے۔ اسکے باوجود وہ غیر مقلد نہیں بنے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بات ان کے امام کے خلاف نہیں۔ البتہ شتر بے مہار کی طرح اندھا دھند جس حدیث سے جو چاہا نکال لیا اور حاکم کل اور مطلق العنان بن کر لوگوں پر ٹھونسنا شروع کردیا یہ بات غیر مقلدیت ہے۔ اور منکرین تقلید کے اندر یہی چیز پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے یہ قرآن وحدیث سے استدلال کریں تو غیر مقلد کہلائیں گے۔

❁...**سوال16:** چاروں اماموں کے ناموں سے منسوب ہوکر اسلام کے چار ٹکڑے جو کہ چوتھی صدی ہجری میں ہوئے جو کہ خیر القرون میں نہ تھے۔ تو یہ گروہ بندی

تفرقہ فی الدین تو نہیں؟ جسکو قرآن نے لاتفرقوا فی الدین کہہ کر سختی سے روکا۔ کیا اماموں نے الگ الگ جھنڈا دیکر گروہ بندی کا حکم دیا تھا؟

۞...جواب: چار اماموں کی طرف منسوب ہونے سے اسلام کے ٹکڑے ہرگز نہ ہوئے بلکہ یہ اسلامی مسائل کی تسہیل (آسانی) ہے۔ اگر ایک شے کو چند افراد کی طرف منسوب کر دیا جائے تو اس شے کے ٹکڑے نہیں ہو جاتے بلکہ اضافت کی جہتوں کو دیکھا جاتا ہے مثلاً باپ کی ملکیت میں ایک گھر ہے اور اس کے پانچ بیٹے ہیں زید، عمرو، بکر، خالد، ندیم۔ اب اس گھر کو باپ عبداللہ کا گھر اور زید کا گھر اور عمرو کا گھر اور بکر کا گھر اور خالد کا گھر اور ندیم کا گھر کہہ سکتے ہیں تو کیا چھ افراد کی طرف گھر کی نسبت کرنے سے گھر کے ٹکڑے ہو گئے؟ ہرگز نہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ احادیث مبارکہ کے مختلف موجودہ نام مثلاً حدیث بخاری حدیثِ ترمذی، حدیثِ نسائی وغیرہ زمانہ نبوی اور زمانہ صحابہ میں موجود نہ تھے تو کیا یہ تفرقہ فی الدین اور گروہ بندی ہے۔ کیا یہ لاتفرقوا کی مخالفت ہے؟ کیا یہ اسلام کے ٹکڑے ہیں؟ کیا محدثین نے الگ الگ جھنڈا دیکر گروہ بندی کا حکم دیا تھا؟ جیسے یہاں تفرقہ فی الدین اور گروہ بندی اور اسلام کے ٹکڑے نہیں یونہی حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی کہنے میں تفرقہ فی الدین اور گروہ بندی اور اسلام کے ٹکڑے نہیں۔ اگرچہ حدیث کو بخاری ومسلم یا مسائل کو حنفی شافعی کہنا خیر القرون میں نہ تھا یونہی جیسے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اختلاف کے باوجود انہیں اسلام کے ٹکڑے کرنے والا یا تفرقہ فی الدین کرنے والا نہیں کہہ سکتے بلکہ کہنا حرام ہے یونہی ائمہ مجتہدین کے اختلاف کے باوجود انہیں اسلام کے ٹکڑے کرنے والا یا تفرقہ فی الدین کرنے والا نہیں کہہ سکتے بلکہ کہنا حرام ہے۔ رہا یہ سوال کہ کیا اماموں نے الگ الگ جھنڈا دیکر اپنی تقلید کا حکم دیا تھا کہ جس حدیث کو ہم صحیح کہہ دیں وہ صحیح اور جسے ضعیف کہہ دیں وہ ضعیف ہے۔ جیسے امام بخاری ومسلم کا کتابیں لکھنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگ ان پر عمل کریں یونہی ائمہ اربعہ کا مسائل بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ان پر عمل کریں اور جیسے

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا آپس کے اختلافات سے مقصد امت میں تفرقہ اور اسلام میں ٹکڑے کرنا نہیں تھا یونہی ائمہ اربعہ کا آپس میں اختلافات سے مقصد امت میں تفرقہ اور اسلام میں ٹکڑے کرنا نہیں تھا بلکہ لازم ہے کہ صحابہ وائمہ پر بدگمانی نہ کی جائے کہ ان پر بد گمانی شدید حرام ہے۔

❁...**سوال 17:** ائمہ اربعہ کے وجود سے پہلے کے لوگ مقلد تھے یا غیر مقلد؟ ان کی نجات ہوگی یا نہیں؟

✿...**جواب:** ائمہ اربعہ سے پہلے کے لوگ بھی مقلد تھے جیسا کہ پہلے سوالوں کے جوابوں میں یہ بات تفصیل سے گذر چکی ہے۔ حدیثِ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر صریح دلیل ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اجتہاد کرتے اور یمن کے لوگ ان کی تقلید کرتے۔ بلکہ غور سے دیکھا جائے تو مجتہد کے علاوہ سبھی کا مقلد ہونا خود بخود ظاہر ہے۔ مثلاً اعرابی لوگ اور دوسرے ممالک کے مسلمان جب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مسائل پوچھتے تو کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان ہر سوال کے جواب میں آیت اور حدیث پڑھ کر سناتے تھے؟ ہر گز نہیں صحاح ستہ اور خصوصاً مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ ہر مسئلہ میں آیت یا حدیث نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ صرف جوابِ مسئلہ بیان فرماتے اور پوچھنے والے بھی صرف وہی مسائل نہ پوچھتے تھے جو صراحۃً قرآن وحدیث میں ہیں بلکہ انہیں تو جو بھی مسئلہ درپیش ہوتا وہ پوچھ لیتے۔ اگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس حدیث ہوتی تو اس سے جواب دیتے وگرنہ اسلام کو جواب دینے میں ناکام قرار نہیں دیتے تھے بلکہ اجتہاد اور رائے سے جواب دیتے۔ اور لوگ ان سے دلیل پوچھے بغیر انہیں اہل حق سمجھتے ہوئے پیروی کرتے اور یہی تقلید ہے کہ کسی کو اہل حق سمجھتے ہوئے اسکی دلیل میں نظر کئے بغیر اسکی پیروی کرنا تو گویا تقلید تو بداھۃً ثابت ہے۔

اور اگر یہ صورت نہ تھی تو وہابی ثابت کریں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہر بات کا جواب دیتے ہوئے آیت یا حدیث ضرور پڑھتے تھے۔ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں فتوی دینے کے لئے مخصوص افراد معین تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، معاذ بن جبل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد متصل دور میں فقہاء سبعہ اور امام نخعی، اوزاعی، ابن سیرین، حسن بصری، مجاہد وغیرہ اور اس کے بعد ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین کا دور شروع ہو گیا۔ پھر چوتھی صدی ہجری میں بقیہ ائمہ کے مذاہب معدوم ہوتے گئے حتیٰ کہ ائمہ اربعہ ہی کے مذاہب مدون ومبوّب ہو کر رہ گئے۔ اور یہی ساری دنیا میں پھیلے اور محدثین ومفسرین، فقہاء واولیاء نے اسی کو اختیار کیا۔ وہابیوں کے اعتقاد میں اگر غیر مقلدیت میں نجات ہے تو کیا تقلید کرنے والے محدثین مثلاً، یحیی بن معین، سعید بن قطان، بیہقی، سیوطی، ملا علی قاری، ابن حجر عسقلانی، ابن حجر مکی، علامہ ذہبی، ابن تیمیہ وابن قیم، ابن کثیر کیا سب عذاب میں مبتلا ہوں گے معاذ اللہ

یونہی اگر غیر مقلدیت میں نجات ہے تو کیا تقلید کرنے والے مفسرین امام فخر الدین رازی، علامہ محمود آلوسی، علامہ ابن جریر، سیوطی، ابن کثیر، علامہ خازن، امام ابواسحٰق زجاج، ابواللیث سمرقندی، علامہ ابن جوزی، علامہ قرطبی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم سب عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ معاذ اللہ

یونہی اگر غیر مقلدیت میں نجات ہے تو تقلید کرنے والے اولیاء کرام خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت شہاب الدین سہروردی، حضرت بہاء الدین نقشبندی، حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی، حضرت داتا گنج بخش، حضرت سلطان باہو، خواجہ فرید الدین گنج شکر، بہاء الدین ذکریا ملتانی، ابراہیم بن ادہم، داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سب عذاب میں مبتلا ہونگے۔ معاذ اللہ!

یقیناً ان محدثین ومفسرین و اولیاء کا موقف ومسلک یعنی تقلیدِ ائمہ ہی حق ہے اور جو انہیں تقلید کرنے کی وجہ سے گمراہ اور جہنمی کہے وہ خود ہی گمراہ اور بد باطن ہے۔

❁...سوال 19: کیا اہل سنت شروع ہی سے تھے یا کچھ دنوں بعد پیدا ہوئے۔اگر بعد میں پیدا ہوئے تو کب؟ کیا اہل سنت کے مقابل کوئی اور جماعت تھی کہ کچھ مسلمانوں کو اہلسنت کہنا پڑا اگر تھی تو کونسی؟ کیا وہ جماعت اب بھی ہے یا نہیں؟

✧...جواب: اہل سنت سے مراد وہ لوگ ہیں جو سنت نبوی ﷺ کو ماننے والے اور اس پر چلنے والے ہیں۔اس کا اولین مصداق صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت ہے۔لیکن ان کا نام اہلسنت معروف نہیں تھا۔پھر تابعین کے دور میں ایک گروہ نے سنت کے خلاف ایک راستہ نکالا اور صحابہ و تابعین کے عقائد کے خلاف عقائد نکالے جیسا کہ شرح عقائد نسفی و نبراس وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔جس کا واقعہ کچھ اس طرح کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں واصل بن عطا نامی آدمی نے نئے نئے عقائد کا اعلان کیا۔اس پر اس کا اور اسکی جماعت کا نام معتزلہ رکھا گیا مگر وہ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لہٰذا خالص مسلمانوں نے اپنے ساتھ اہلسنت و جماعت کے لفظ کا اضافہ کرلیا۔اس کے بعد اہلسنت سے جدا ہو کر مختلف فرقے بنتے گئے۔خوارج، روافض، قدریہ، جبریہ وغیرھا تو ان سب کے مقابلے میں خالص مسلمان اہلسنت کا نام استعمال کرتے تھے۔اور اسطرح نام کا استعمال مذہب کو نہیں بدل دیتا۔جیسے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں قرآن کو سات قراء توں میں نہیں پڑھا جاتا تھا۔بعد میں ان کے نام قراءتِ عاصم، قراءتِ حمزہ، قراءتِ کسائی رکھ دیے گئے۔وہابی بھی قراءتِ عاصم پڑھتے ہیں لیکن جس طرح قرآن کے سات قراء توں میں پڑھنے سے قرآن کے ٹکڑے نہ ہوئے اور زمانہ صحابہ میں یہ نام موجود نہ ہونے کے باوجود انہیں برا نہیں سمجھا جاتا اور یہ نام ناجائز نہیں ہوگا یونہی اہلسنت نام رکھ دینے سے

اسلام کے ٹکڑے نہیں ہوئے اور نہ ہی زمانہ صحابہ میں اس نام کے موجود نہ ہونے سے یہ نام رکھنا ناجائز ہو گیا۔ اور نہ اسے برا سمجھا جا سکتا ہے۔

اسکی مثال یوں سمجھیں کہ جب تک خالص گھی میسر تھا اسے گھی کے علاوہ کچھ نہ کہتے تھے۔ لیکن جب ڈالڈا وغیرہ گھی آ گئے تو خالص گھی کے ساتھ اصلی یا دیسی کی قید کا اضافہ ہو گیا۔ یونہی جب تک خالص مسلمان موجود تھے اس وقت تک کسی لفظ کا اضافہ نہ کیا گیا لیکن جب خوارج و روافض معتزلہ وغیرھا نمودار ہوئے اور انہوں نے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہنا شروع کر دیا تو خالص مسلمانوں نے اپنے ساتھ اہلسنت و جماعت کے لفظ کا اضافہ کر دیا۔ ایسی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ تو جیسے قرآن کے ساتھ قراءتِ عاصم حدیث کے ساتھ حدیثِ بخاری کے الفاظ زمانہ نبوی میں نہ ہونے کے باوجود جائز ہیں یونہی اہل سنت کا لفظ زمانہ نبوی میں نہ ہونے کے باوجود جائز ہے۔ اب یہی سوال وہابیوں سے ہے کہ کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے تھے یا اہلحدیث صدیوں بعد پیدا ہوئے؟ وہ کونسی جماعت تھی جس کے مقابلے میں کچھ لوگوں کو اپنا نام اہلحدیث رکھنا پڑا؟

البتہ ایک سوال کا جواب ہم خود دیتے ہیں کہ اہلحدیث نام کب رکھا گیا۔ اور کیوں رکھا گیا؟

جواب: پاک و ہند میں جب اسماعیل دہلوی نے اپنے گمراہ کن عقائد پھیلانا شروع کئے تو مسلمانوں نے انہیں وہابی کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ وہابی لفظ بدنام ترین ناموں میں شمار ہونے لگا حتیٰ کہ لوگ گالی کے طور پر وہابی کا لفظ استعمال کرتے تھے جب وہابیوں نے اپنی یہ حالت دیکھی تو مولوی محمد حسین ٹانڈوی نے انگریز حکوت کو خط لکھا کہ ہمارا یہ نام تبدیل کر کے اہلحدیث رکھ دیا جائے چنانچہ حکومت برطانیہ نے اپنے چہیتوں کی درخواست قبول کرتے ہوئے ۱۴ اگست ۱۸۸۸ میں اس نام کو تبدیل کر دیا اور اس امر کی اطلاع مولوی محمد حسین ٹانڈوی کو دی گئی۔ اسکی تفصیل محمد ایوب قادری کی کتاب مقدمہ حیات سید احمد شہید

میں لکھی ہے تفصیل کے لئے طمانچہ از مولانا خلیل اشرف اور شیشے کے گھر از مولانا عبد الحکیم شرف قادری کا مطالعہ کریں۔

❁...**سوال ۲۵**: اجماع کی کیا تعریف ہے؟ اجماع کن لوگوں کا قابل قبول ہے؟ کیا تقلید شخصی پر اجماع ہے اگر ہے تو کن لوگوں کا اور کہاں ہے۔

✪...**جواب**: تقلید کا وجوب قرآن و حدیث کی انہی نصوص سے لازم ہے جن میں قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث پر عمل کرنا فی زمانہ تقلید پر موقوف ہے اور واجب کا موقوف علیہ واجب ہوتا ہے۔ مثلاً نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے جبکہ پانی موجود ہو۔ اور وضو کا ہونا پانی کو استعمال کرنے پر موقوف ہے تو پانی کا استعمال فرض ہے۔ یونہی وضو میں ہاتھوں کی انگلیوں کے ایک ایک ذرّے پر پانی بہانا فرض ہے۔ اگر کسی انگلی میں تنگ انگوٹھی پہنی ہے کہ اسے اپنی جگہ سے ہلائے بغیر پانی وہاں نہیں پہنچ سکتا تو انگوٹھی کو ہلانا فرض ہے۔ کیونکہ پانی کا ہر ذرّے تک پہنچنا انگوٹھی ہلانے پر موقوف ہے لہٰذا انگوٹھی ہلانا بھی فرض ہے۔ یونہی کوئی آدمی کنویں میں گر رہا ہے اور دوسرا آدمی دس فِٹ کے فاصلے پر کھڑا اُسے بچا سکتا ہے تو اس پر بچانا فرض ہے اور بچانا موقوف ہے اس بات پر کہ یہ چل کر اسکے پاس جائے تو اس پر چلنا فرض ہے اسی طرح کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ اب ان مثالوں میں پانی کا استعمال، انگوٹھی کا ہلانا اور دس فٹ چلنا فی نفسہ فرض نہیں مگر دوسرے فرائض ان پر موقوف ہوئے تو یہ بھی فرض ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرض کی دو قسمیں ہیں: 1) فرض لنفسہ 2) فرض لغیرہ۔

یعنی ایک وہ چیز جو بذات خود فرض ہے اور ایک وہ جو کسی دوسری چیز کے موقوف ہونے کی وجہ سے فرض ہوئے۔ اب تقلید کے مسئلے کی طرف آیئے۔ تقلید فی نفسہ واجب نہیں۔ مگر شریعت پر عمل کرنا واجب ہے اور وہ تقلید پر موقوف ہے جیسا کہ سوال نمبر 1 کے جواب میں

تفصیل سے گذرا لہٰذا تقلید واجب۔تو جن آیات واحادیث سے شریعت پرعمل کرنا لازم وثابت ہوا انہی آیات واحادیث سے تقلید کا لازم ہونا ثابت ہوا۔جب تقلید کا وجوب ولزوم قرآن وحدیث کی آیات سے ثابت ہے تو اجماع سے ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا ہر مسئلے کو اجماع سے ثابت کرنا ضروری ہے اگرچہ قرآن وحدیث سے ثابت ہو؟ کوئی بھی اسکا قائل نہیں اور اگر وہابی ایسا ہی سمجھتا ہے تو بات کرے۔ ہم مسائل کی فہرست بنادیتے ہیں وہابی ان کو اجماع سے ثابت کر کے دکھائے۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ اگر بالفرض تقلید اجماع سے ثابت نہ ہو تو کیا تعامُلِ امت اجماع میں داخل نہیں اور تعامل امت یعنی امت کے عمل سے تقلید ثابت نہیں؟ مشرق و مغرب شمال وجنوب عرب وعجم کے مسلمان مقلد ہیں یہی تعامُلِ امت ہے۔اور جب ہندو پاک کے چند لاکھ وہابیوں کے سوا سب تقلید کے وجوب کے قائل ہیں تو تقلید کا وجوب اجماع سے ثابت ہوا یا نہیں۔ اجماع کی یہی تو تعریف ہے کہ کسی زمانے میں موجود تمام مجتہدین کا کسی مسئلہ پر اتفاق کر لینا پھر اگر یہ سب کے قول سے ثابت ہو تو اجماع قولی اور اگر بعض کے کہنے اور بقیہ کے خاموش رہنے سے ہو تو اجماع سکوتی ہے۔ (معجم الفقہاء، صفحہ 44)

ائمہ اربعہ کے بعد چوتھی صدی میں سب علماء ومجتہدین نے تقلید پر اجماع کر لیا اس کے بعد سے مسلمانوں میں چار اماموں کی تقلید رائج ہے۔اور یہی مسلمانوں کا عام راستہ ہے جس کی پیروی کا حکم دیا گیا چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلی جھنم و ساءت مصیرا "اور جو مسلمانوں کے راستے کے علاوہ اور راستے کی پیروی کرے تو ہم اسے پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔"

اور یہی اولیاء وعلماء کا راستہ ہے۔ جن کے ساتھ ملنے کا حکم دیا چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

یایها الذی امنوا اتقوا الله و کونوا مع الصدقین ''اے ایمان والو اللہ سے ڈروں اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

...سوال 21: تمام صحیح احادیث ائمہ کرام کو ملیں یا نہیں؟ اگر یہ ملیں تو صحیح حدیث پر ان کو عمل کرنا چاہیے تھا یا ان کو متعدد حصوں میں بانٹ لینے کا حکم ہے؟

...جواب: ائمہ کرام کو صحیح وضعیف وحسن تمام احادیث ملیں اور انہوں نے ان احادیث میں تنقیح وتوجیہ، تاویل وترجیح کے بعد عمل کیا۔ حدیث کے قابل عمل ہونے کے لئے صرف اسکا صحیح ہونا کافی نہیں۔ منسوخ احادیث بھی صحیح ہی ہوتی ہیں تو کیا وہابی ان پر بھی عمل کریں گے؟ مثلاً بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا شراب پینا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ایک قوم کو سرکار ﷺ کا اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پلانا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو کیا ہر صحیح حدیث پر عمل کا دعوی کرنے والے وہابی خانہ کعبہ چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے اور کیا شراب اور اونٹنیوں کا پیشاب پئیں گے۔ اس کے علاوہ بہت سی وجوہات ہوتی ہیں جنکی وجہ سے حدیث کے صحیح ہونے کے باوجود مجتہد اس پر عمل نہیں کرتا مثلاً:

1... حدیث غیر متواتر کتاب اللہ کا نسخ چاہتی ہے۔

2... حدیث خبر واحد کتاب اللہ پر زیادتی کا تقاضا کرتی ہے۔

3... اکثر لوگ ایک کام میں مبتلا ہیں اور وہ کام بار بار وقوع میں آنے والا ہو یا کام ایسا ہے کہ دیکھنے والوں کی کثرت ہے مگر اس کے باوجود صرف ایک ہی حدیث اسکے بارے میں آئی۔

4... حدیث صحیح کے مقابلے میں دوسری حدیث صحیح ہے اور وجوہِ ترجیح دوسری

حدیث کے ساتھ ہیں۔یا چند صحیح حدیثیں جمع کریں تو ان میں بعض حدیثوں کا ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ ان میں تاویل ہے۔

5﴾... چند صحیح حدیثیں ایک دوسرے کے معارِض ہیں اور ان میں تطبیق ممکن نہیں تو دونوں کو چھوڑ دیا جائیگا۔

6﴾... حدیث صحیح تعاملِ امت کے خلاف ہے۔

7﴾... حدیث صحیح کا راوی صحابی اس حدیث کے خلاف عمل کرتا ہے۔

8﴾... حدیث کی علت ختم ہوگئی تو حکم بھی ختم ہوگیا۔

9﴾... حدیث صحیح میں متشابہات کا معنی پایا جاتا ہے۔

10﴾... حدیث صحیح سے حرج شدید لازم آتا ہے۔

11﴾... حدیث صحیح میں سرکار ﷺ کا عمل صرف بیماری وغیرہ کی وجہ سے تھا۔

12﴾... حدیث صحیح میں مذکور عمل تعلیم امت کے لئے کبھی کبھار کیا گیا تھا۔

13﴾... حدیث صحیح میں خبر دینا مقصود تھا حکم شرعی بیان کرنا نہیں۔

اس کی طرح کی متعدد وجوہ ہوتی ہیں جن کی وجہ سے حدیث پر عمل نہیں کیا جاتا تو علی الاطلاق حکم لگا دینا کہ سب حدیثوں پر عمل کیا جائے پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے۔مگر عقل کے دشمن اور مقاصدِ شریعت سے جاہل وہابی ان علماء و محدثین کی باتوں کو کہاں جانیں۔انہیں تو اندھا دھند اعتراض کرنا ہے بھلے اسکا کوئی سر پیر نہ ہو پھر یہ بات بھی ہے کہ مجتہدین کے حدیثوں پر عمل کے مختلف اصول ہیں۔

کیونکہ سرکار ﷺ نے جب اجتہاد و رائے کی اجازت دی تو یہ بات بدیہی ہے کہ سب کی آراء متفق نہیں ہوسکتیں۔بلکہ اختلاف رائے ایک فطری امر ہے۔جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بھی ہوا تو مجتہدین نے احادیث کو اپنے اپنے اصول کے مطابق لیا تو ایک

حدیث صحیح ایک مجتہد کے معیار پر پوری اتری لیکن دوسرے کے معیار پر پوری نہیں تو اول نے عمل کیا مگر ثانی نے نہیں، اسکی واضح مثال صحاح ستہ میں موجود ہے۔ مثلاً ہر محدث نے حدیث کی صحت کا مختلف معیار قائم کیا ہے۔ بعض حدیثیں امام بخاری کے نزدیک صحیح ہیں مگر امام مسلم کے نزدیک صحیح نہیں اور بعض اس کے برعکس ہیں تو جو حدیث امام بخاری کے نزدیک صحیح ہے وہ اس پر عمل کریں گے مگر امام مسلم اس پر نہیں کریں گے کیونکہ وہ ان کے نزدیک صحیح نہیں۔ یونہی مجتہدین کا معاملہ ہے کہ ان کا حدیثوں پر عمل کا مختلف معیار ہے۔ تو ایک مجتہد کے نزدیک ان کے معیار کے مطابق حدیث قابلِ عمل ہوتی ہے مگر دوسرے کے نزدیک نہیں۔

اب قابل توجہ بات ہے کہ سب وہابی بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابوداؤد وابن ماجہ کے صحیح حدیثوں کے چھوڑنے اور لینے میں اختلاف کو تو قبول کرتے ہیں اور وہاں اسلام کے ٹکڑے کرنے کا فتویٰ نہیں لگاتے مگر ائمہ حدیث کے اماموں یعنی ائمہ اربعہ کے اس فعل کو تفرقہ فی الدین اور کفر وشرک قرار دیتے ہیں۔ یہ تعصب، بددیانتی اور ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے گویا شریعت ان کی خواہشات کے تابع ہے جس کو چاہیں اسلام کا پروانہ دے دیں اور جس کو چاہیں اسلام سے نکال دیں۔ والی اللہ المشتکی

❁...سوال 22: چاروں اماموں کے اقوال بہت سی کتابوں میں مختلف ہیں۔ تو چاروں امام برحق کیسے ہوئے اگر چاروں امام برحق ہیں تو ایک کی تقلید واجب اور باقیوں کی حرام کیوں؟ جبکہ چاروں اماموں کا آپس میں اختلاف حلال وحرام کا ہے؟ چاروں اماموں کی تقلید کے لئے عمر یا دن کے چار حصے کرنا ضروری تو نہیں؟

✿...جواب: چاروں امام برحق ہیں اور ان میں سے ایک کی تقلید واجب ہے کہ ایک آدمی کو اگر چاورں اماموں کی تقلید کی اجازت دیدی جائے تو وہ شریعت کی نہیں بلکہ اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے آسان مسائل چُن کر انہی پر عمل کرے گا بلکہ بہت سی جگہ

حلال وحرام کو بدل دے گا۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک دن میں جتنی مرتبہ نفس کی خواہش بدل جائے تو دوسرے امام کے قول کو لیکر عمل کرے اور خواہشات کو پوار کرتا پھرے مثلاً ایک عورت تقلید شخصی کی منکر ہے اب سب مذہبوں پر عمل کرنا چاہتی ہے تو کیا کرے گی۔ اس عورت نے صبح کے وقت اپنے سگے بھتیجے یا سوتیلے بھانجے یا دودھ کے چچا یا باپ کے ماموں صاحب سے نکاح کیا اور وہ حضرت بھی اسی طرح کے تقلید شخصی کے منکر تھے جنہوں نے اسے حلال وشیرِ مادر سمجھ لیا یا جانے دیجیے یہ فتوے نئے ہیں تو غیر مقلد صاحبوں کے پرانے پیشوا داؤد ظاہری کے نزدیک تو جورو (بیوی) کی بیٹی حلال ہے جبکہ اپنی گود میں نہ پلی ہو۔ یوں اس نے اپنے سوتیلے باپ سے نکاح کرلیا پھر دن چڑھے ایک دوسرے منکر تقلید تشریف لائے اور اس نوجوان آفتِ جان سے فرمایا کہ یہ نکاح باجماع ائمہ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز بے شوہر ہے اب مجھ سے نکاح کرلے۔ عورت بولی کہ ہمارے مذہب کے مطابق تو ہوا ہے اس پر منکر صاحب نے بکمال شفقت فرمایا کہ بیٹی ایک ہی مذہب پر نہ جمنا چاہیے، اس طرح شریعت پر عمل ناقص رہتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً ہر مذہب پر عمل ہو کہ ساری شریعت پر عمل حاصل ہو۔ عورت بولی اچھا مگر نکاح کو تو گواہ درکار ہیں۔ وہ اس وقت کہاں کہا نادان لڑکی مذہبِ امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں۔ اور تو اس پر عمل کرلے بعد میں اعلان کردیں گے۔ چنانچہ یہ دوسرا نکاح ہوگیا۔ دوپہر کو تیسرے منکر صاحب تشریف لائے کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاحی ہے۔ ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور خود حدیث کے حکم سے بے گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا۔ حدیث میں ایسوں کو زانیہ فرمایا۔ میں دو گواہ لیکر آیا ہوں مجھ سے نکاح کرلو۔ اس نے کہا اس وقت میرا ولی موجود نہیں۔ منکر صاحب نے فرمایا بیٹی تو نہیں جانتی حنفی مذہب میں جوان عورت کو ولی کی حاجت نہیں۔ ہم اس وقت مذہب حنفی کی اتباع کرتے ہیں۔ اس پارسا کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا تھا لہٰذا یہ تیسرا نکاح کرلیا۔ تیسرے

پہر کو چوتھے منکر آدھمکے کہ بیٹی تو اب بھی بے شوہر ہے حدیث فرماتی ہے کہ بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت ائمہ کا ہے میں تیرے ولی کو لیتا آیا ہوں کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے۔ اس نے کہا تم میرے کفو نہیں نسب میں بہت گھٹ کر ہو۔ کہا تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو جا تو پھر غیر کفو میں نکاح اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے۔ اسے تو پوری شریعت پر چلنا تھا چوتھا نکاح ان سے کیا۔ دو گھڑی دن رہے پانچویں منکر بڑی تزک سے چمکے بیٹی تو اب بھی کنواری ہے۔ ہمارے بڑے ابن عبدالوہاب نجدی و ابن قیم وابن تیمیہ صاحبان سب حنبلی تھے حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ عورت و ولی دونوں راضی ہوں۔ یہ چوتھا تیرا کفو نہ تھا اب مجھ سے نکاح کر عورت سجدہ شکر میں گری کہ خدا نے چار ہی پہر پانچوں مذہب کی پیروی دیگر ساری شریعت پر عمل کرادیا۔ یہ کہہ کر پانچویں باران سے نکاح کرلیا۔ (النیر الشہابی، صفحہ 80 تا 81)

اب سوال ہے کہ سب مذاہب پر عمل کے شوقین کا یہ حال ہے تو ایک ہی مذہب کی پیروی درست ہے یا سب کی یکبارگی؟ اسی وجہ سے صرف ایک امام کی تقلید ہی واجب ہے اور بقیہ کی حرام۔ اور واجب ہونا شریعت کی حفاظت اور خواہشات کے دفع کے لئے ہے۔

اب رہی یہ بات کہ سب کے اقوال مختلف کتابوں میں مختلف ہیں تو سب حق پر کیسے ہوئے اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ اگر ایک حق پر ہے تو باقی سب باطل پر ہوں گے۔ اس کے متعدد جواب ہیں۔ وہابیوں غیر مقلدوں میں بھی حرام و حلال کے مسائل میں اختلاف ہے۔ مثلاً داؤد ظاہری کے نزدیک بیوی کی بیٹی جو شوہر کی گود میں پلی ہو اس سے نکاح جائز مگر موجودہ وہابی اسکا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح اور بہت سے مسائل ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ ایک وہابی درست باقی سب باطل پر ہیں۔ یونہی محدثین کا اختلاف حدیث کی کتابوں میں موجود ہے مثلاً بخاری و مسلم میں اور بقیہ کتب حدیث میں تو وہابیہ منطق کے مطابق ان

میں ایک حق پر ہوتا ہے اور باقی سب باطل پر یونہی اسماء الرجال کے اماموں میں راوی کی توثیق وتعدیل اور تضعیف وتحسین میں اختلاف ہوتا ہے تو اسکا وہابی نتیجہ یہ ہے کہ بعض جگہ یحی بن معین، سعید بن قطان، ابن حجر عسقلانی، ذہبی، سیوطی، بخاری، نسائی، بیہقی حق پر ہوتے ہیں اور بہت جگہ باطل پر۔ لہٰذا جب یہ محدثین وائمہ بہت جگہ باطل پر بھی ہوتے ہیں تو وہابی ان کی بات کیوں تسلیم کرتے ہیں ہوسکتا ہے جہاں وہابی ان کی جرح وتعدیل کو قبول کررہے ہوں وہیں یہ باطل پر ہوں؟

جب کہ محدثین وائمہ اسماء الرجال کے آپس میں اختلاف کے باوجود سبھی کو اہل حق ہی کہا جاتا ہے تو کیا تکلیف کہ ائمہ اربعہ کے آپس میں اختلاف کی وجہ سے ان میں کیڑے نکالنے کی کوشش کی جائے۔ حدیث مبارک ہے۔ بندہ اپنے منہ سے بعض اوقات ایسی بات نکال دیتا ہے جسکی وجہ سے جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں گر جاتا ہے۔ نیز فرمایا بعض اوقات بندہ اپنے منہ سے بات نکال دیتا ہے، وہ نہیں جانتا کہ یہ کتنی بری بات ہے مگر اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے اپنی ناراضگی اس کے لئے لکھ دیتا ہے۔ یہی حال مذکورہ وہابی سائل کا ہے کہ ائمہ کے آپس میں حلال وحرام کے اختلاف کی وجہ سے بعض کو اہل حق اور بعض کو اہل باطِل کہتا ہے۔ حالانکہ یہ بات صحابہ کرام علیہم الرضوان تک پہنچتی ہے۔ حدیث کا ایک مبتدی طالبِ علم بھی جانتا ہے کہ حلال وحرام تو دور کی بات ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اسلام وکفر کے مسائل میں اختلاف تھا۔ چنانچہ ترمذی شریف اٹھا کر دیکھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان بے نمازی کو کافر نہیں جانتے تھے اور حضرت عمر فاروق، شرجیل بن حسنہ وغیرہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بے نماز کو کافر کہتے تھے۔ یونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک میت کو گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک نہیں۔ یونہی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے

نزدیک ایک قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا جائز اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناجائز۔ الغرض بے شمار مسائل میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا آپس میں اختلاف ثابت ہے۔ ترمذی شریف اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اسکی بکثرت مثالیں موجود ہیں تو کیا ان کی وجہ سے کوئی وہابی کہے گا کہ بعض صحابہ اہل حق اور بعض صحابہ اہل باطل تھے۔ معاذ اللہ

تو جیسے محدثین میں اختلاف کے باوجود سبھی محدثین حق پر شمار کئے جاتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اختلاف کے باوجود سب صحابہ کرام علیہم الرضوان حق پر شمار کئے جاتے ہیں۔ ایسے ہی مجتہدین میں اختلاف کے باوجود سب مجتہدین حق پر ہی شمار کئے جائیں گے۔ اس سوال کا مزید بہت زیادہ تفصیل کیساتھ جواب دیا جا سکتا ہے مگر سمجھدار کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

...سوال 23: کتاب وسنت پر عامل جماعت دور نبوی ﷺ سے چلی آ رہی ہے یا کسی دور میں نہیں تھی؟ اگر آنحضور ﷺ کی حدیث کے مطابق آج تک وہ جماعت کسی بھی فرقہ بندی میں نہ الجھ کر کتاب وسنت کی حامل چلی آ رہی ہو تو اسے پانچواں فرقہ کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

...جواب: کتاب وسنت پر عامل مقلدین کی جماعتیں دور نبوی ﷺ سے چلی آ رہی ہیں۔ جو کچھ عرصہ بعد حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا نام اختیار کر گئیں۔ اور پھر تمام امت مسلمہ اور محدثین ومفسرین وعلماء وفقہاء واولیاء نے اسی راستے کو اختیار کیا چنانچہ یہ عامۂ مسلمین کا راستہ بن گیا۔ اور اسی کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ فرمایا: **ولا تفرقوا** ''اور آپس میں پھوٹ میں نہ پڑو (بلکہ مجتمع رہو)۔''

اب جو عامۂ مسلمین کا راستہ چھوڑ کر انہیں اس سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے وہ یقیناً مسلمانوں میں تفرقہ اور پھوٹ کا خواہشمند ہے۔ اور جو ایسا کرنا چاہے وہ یقیناً علیحدہ فرقہ بنانا چاہتا ہے۔ اور یہ ضرور گمراہی ہے۔ اور مجتہدین کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کا دعوی خام خیالی ہے۔ ہم چند آدمیوں کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اگر یہ تقلید نہ کریں تو کیا کریں؟

1﴾... وہ آدمی جسے اردو پڑھنا بھی نہیں آتی وہ سرکار ﷺ کے عربی فرامین اور عربی قرآن پر کیسے عمل کرسکتا ہے؟ ترجمہ ہرگز نہیں پڑھے گا کیونکہ اسے پڑھنا نہیں آتا۔ کیا ایسا آدمی تقلید کر کے قرآن وحدیث پر عمل کرے یا قرآن وحدیث چھوڑ دے۔

2﴾... وہ آدمی جسے قرآن دیکھ کر عربی پڑھنا نہیں آتا وہ قرآن وحدیث کا مطلب خود کیسے سمجھے گا کیونکہ وہ دوسرے کا کیا ہوا ترجمہ یا دوسرے کے بیان کئے ہوئے مفہوم پر اسے سچا جانتے ہوئے عمل کرے گا تو یہ تقلید ہو جائے گی۔

3﴾... جو آدمی قرآن وحدیث کا ترجمہ کرسکتا ہے مگر مجمل احادیث کی تفسیر، خفی کا معنی، مشترک کی تاویل اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص، سے استدلال، جدید مسائل کی تحقیق، حقیقت ومجاز کے مواقع، ترجیح کی وجوہ، مصالح شرعیہ کا احاطہ، استخراج واستنباط وغیرہ نہیں کرسکتا وہ مجمل یا خفی یا مشترک یا حقیقت مجاز یا تعارض یا عدمِ وجدانِ دلیل کی صورت میں کیا کرے گا۔ کیا حدیث کو چھوڑ دے یا مجتہد کی تقلید کر کے اس پر عمل کرے؟

4﴾... تقلید کسی کی بات پر بغیر دلیل طلب کئے یہ حسن ظن رکھتے ہوئے عمل کرنا ہے کہ وہ دلیل کی بنیاد پر ہی کہتا ہوگا اسی تعریف کو سامنے رکھتے ہوئے وہابی بتائیں کہ غیر مقلدوں سے لوگ جو مسائل پوچھتے ہیں تو کیا یہ ہر مسئلہ پر حدیث پڑھ کر سناتے ہیں یا بہت مرتبہ صرف مسئلہ بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، یقیناً بہت جگہ صرف مسئلہ بتاتے ہیں جیسا کہ ان کے فتاوی کی کتابوں اور مشاہدہ سے ثابت ہے۔ کیا یہ تقلید نہیں؟ یقیناً ہے تو کیا وجہ کہ اماموں کے امام کی تقلید تو ناجائز ہو اور آجکل کے دو حرف پڑھ لینے وہابی کی تقلید جائز ہو؟ ایسے بہت سے معارضات پیش کئے جاسکتے ہیں مگر عقلمند کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اور حدیث پر عمل کا دعوی محض دھوکہ اور فریب ہے۔ اور امام اعظم پر ترک حدیث کا الزام سراسر ڈھٹائی اور بے حیائی ہے۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ تو فرماتے ہیں۔ نحن لا نقیس فی

مسئلة الا عند الضرورة وذالك اذا لم نجد دليلا في الكتاب والسنة ولا في اقضية الصحابه ''ہم کسی مسئلہ میں بغیر ضرورت کے قیاس نہیں کرتے اور قیاس اس وقت کرتے ہیں جب ہم قرآن اور حدیث اور صحابہ کے فیصلوں میں دلیل نہیں پاتے۔'' (عقود الجواہر المنیفہ از سید مرتضی زبیدی جلد 1، صفحہ 7)

نیز فرمایا: انا ناخذ اولا بالكتاب ثم بالسنة ثم باقضية الصحابة فنعمل بما متفق عليه الصحابة فان اختلفوا قسنا حكما على حكم اذا اشتركا في العلة الجامعة بينهما حتى يتضح المعنى ''ہم پہلے کتاب اللہ کو لیتے ہیں پھر سنت کو پھر صحابہ کے فیصلوں کو اگر ان میں اختلاف ہو تو ایک حکم کو علت جامعہ میں دوسرے حکم پر قیاس کرتے ہیں حتی کہ معنی واضح ہو جائے۔''

(عقود الجواہر المنیفہ، جلد 1، صفحہ 8)

نیز فرمایا: ما جاء نا عن رسول الله ﷺ بابي هو و امي فعلى الراس والعين وليس لنا مخالفة وماجاء عن الصحابة اخترنا وما جاء عن غيرهم فهم رجال ونحن رجال ''جو سرکار ﷺ سے ہم تک پہنچے (آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں) تو وہ ہمارے سر اور آنکھوں پر وہاں کچھ مخالفت نہیں اور جو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہم تک پہنچے تو ہم اسے اختیار کرتے ہیں اور جو صحابہ کے علاوہ یعنی تابعین سے ہم تک پہنچے تو ہم بھی مرد ہیں اور وہ بھی مرد ہیں۔'' (عقود الجواہر المنیفہ، جلد 1، صفحہ 8)

اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اصول یہی تھا کہ سب سے پہلے قرآن پھر حدیث پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فیصلوں سے فیصلہ کرتے اگر ان میں دلیل نہ پاتے تو قیاس کرتے اور یہ پسندیدہ طریقہ ہے۔ اب ان اقوال کے باوجود امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر یہ الزام تھوپنا کہ آپ احادیث کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرتے تھے محض بہتان و افتراء ہے۔ اور مقلدین کے علاوہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے والی کوئی جماعت نہیں۔

❁...**سوال 24:** اگر کسی مقلد عالم کو ایسی صحیح حدیث مل جائے جو کہ اس کے امام کے قول کے خلاف ہو تو اس عالم کو کیا کرنا چاہیے۔ اگر وہ یہ کہہ کر حدیث کو ٹال دے کہ یہ اس کے امام کا مسلک نہیں تو وہ مسلمان رہا یا نہیں۔ جبکہ شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب ''عقد الجید برد التقلید'' میں فرمایا ہے جو صحیح حدیث کو ٹال دے کسی کے قول پر وہ مسلمان نہیں رہا؟

❁...**جواب:** نبی کریم ﷺ کا حکم حکمِ الٰہی عزوجل ہے۔ اس کے اوپر کسی دوسرے حکم کو ترجیح دینا حرام قطعی ہے۔ اور کوئی مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن یہ بات کہ کسی حدیث پر اس وجہ سے عمل نہ کرنا کہ وہ اس کے امام کے مسلک کے مطابق نہیں اور معنی رکھتی ہے۔ ہم تفصیل سے بیان کر چکے کہ بے شمار احادیث صحیحہ پر عمل نہیں کیا جاتا اور اسکی متعدد وجوہات ہوتی ہیں مثلاً حدیث صحیح کا منسوخ ہونا یا حدیث متواتر کے خلاف ہونا یا کتاب اللہ کے خلاف ہونا یا کتاب اللہ پر زیادتی کا تقاضا کرنا یا حکم کی علت کا ختم ہو جانا یا حدیث کے مقابل دوسری حدیث کا ہونا اور اس دوسری کا راجح ہونا وغیرہ بہت سے امور ہیں جن کی وجہ سے حدیث صحیح کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کو امام و مجتہد جانتا ہے صرف ایک حدیث کو دیکھ کر عمل بالحدیث کا دعوی کرنا جہالت ہے۔ کیونکہ اس کے ترک کی کوئی خاص وجہ ہو سکتی ہے۔

اور اگر ہر حدیث پر عمل کا دعوی ہے تو پھر غیر مقلد اس حدیث پر عمل کریں حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے بیماروں کو اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پلایا لہٰذا جب کوئی غیر مقلد مدعی عمل بالحدیث بیمار ہو تو اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب ملا کر پیئے۔ ہرگز کوئی نہ پیئے گا۔ تو اب حدیث صحیح پر عمل کا دعوی کہاں گیا۔ یہی جواب ملے گا کہ اس حدیث میں تاویل ہے اور ہم دوسری حدیث پر عمل کرتے ہیں جس میں پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا حکم ہے۔ جیسے وہابی یہاں صحیح حدیث کو تاویل کر کے چھوڑ دیتے ہیں یونہی ہم بھی یہی کہتے

ہیں کہ جب امام نے ایک موقف اختیار کیا اور اس کے مقابلے میں ہمیں کوئی حدیث صحیح ملی تو ہم یہ کہیں گے کہ امام کو بھی یہ حدیث معلوم تھی کیونکہ وہ زمانہ نبوی کے بہت قریب تھے اور حدیث میں انتہائی بلند مقام رکھتے تھے۔لیکن ان کی نظر میں یقیناً اس سے زیادہ صحیح حدیث موجود تھی اور اس حدیث میں تاویل تھی اسی وجہ سے ہم اس حدیث پر عمل نہیں کرتے تو یہ حدیث کو چھوڑ کر امام کے اپنے قول پر عمل کرنا نہیں ہے بلکہ ایک حدیث مؤول کو چھوڑ کر اس سے زیادہ قوی حدیث پر عمل کرنا ہے جو مجتہد کی نظر میں تھی مگر ہماری نظروں میں نہیں ہے۔

اس کی عام فہم مثال یوں سمجھو کہ ہر آدمی کو معلوم ہے کہ فلاں دوا مثلاً ڈسپرین سر درد میں مفید ہے اب کوئی مریض کسی اسپیشلسٹ کے پاس جاتا ہے تو وہ اسے دیکھ کر کوئی اور دوا دے۔مریض اگر کہے کہ ڈاکٹر نے غلط کیا سب جانتے ہیں کہ ڈسپرین میرے لئے صحیح تھی تو ڈاکٹر نے دوسری دوا کیوں دی۔تو اسکو یہی جواب دیا جائیگا کہ ڈاکٹر دواؤں کے بارے میں زیادہ جانتا ہے کہ کونسی دوا کس موقع پر اور کس وقت دینی ہے، یونہی ہمیں ایک حدیث معلوم ہے مثلاً بخاری شریف میں ہے سرکار ﷺ نے فرمایا: ان المومن لا ینجس ''بیشک مومن نجس (ناپاک) نہیں ہوتا۔''

یہ جنابت کے بارے میں فرمایا۔اب کوئی غیر مقلد یہ حدیث لیکر کہے کہ حنفی لوگ حدیث کو چھوڑ کر اپنے امام کے قول پر عمل کرتے ہیں کیونکہ احناف جنابت کے بعد غسل کرتے ہیں اور جنابت کی حالت میں قرآن نہیں پڑھتے جبکہ حدیث میں ہے کہ مومن جنابت کی حالت میں نجس نہیں ہوتا۔تو اس بے وقوف کو یہی سمجھایا جائیگا کہ جنابت کے بارے میں یہ صرف ایک حدیث نہیں ہے۔قرآن کی آیت بھی ہے اور بیسیوں احادیث بھی ہیں جن میں جنابت کے بعد غسل کرنے کا اور جنابت کی حالت میں قرآن نہ چھونے کا حکم دیا گیا ہے۔مجتہد نے ان تمام احادیث اور آیات کو دیکھ کر نتیجہ نکال کر حکم دیا کہ جنابت کی

حالت میں قرآن چھونا منع ہے اور غسل کرنا فرض ہے اور وہابی کی پیش کردہ حدیث کا ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ اس میں تاویل ہے۔ اب یہاں غیر مقلد نے مقلد کے سامنے حدیث صحیح پیش کی جو مقلد کے امام کے مسلک کے خلاف ہے تو مقلد نے حدیث کو اس لئے نہیں چھوڑا کہ یہ اس کے امام کے اپنے قول کے خلاف ہے بلکہ اس لئے چھوڑا کہ یہ امام کے اس قول کے خلاف ہے جو آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے خلاصے پر مشتمل ہے تو حدیث کو امام کے قول کے مقابلے میں نہیں چھوڑا بلکہ حدیث کو قرآن کی آیت اور دوسری بیشمار احادیث صحیحہ کے مقابلے میں مؤول (تاویل والی) قرار دیا ہے۔ اسی طرح دوسری تمام جگہوں پر جہاں مقلد کے سامنے حدیث صحیح پیش کی جائے اور وہ اسکی بجائے یہ کہے کہ میں اپنے امام کے مسلک پر عمل کروں گا اس کا یہی مفہوم ہوتا ہے کہ چونکہ امام کا مذہب بیشمار احادیث صحیحہ پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے میں اس حدیث پر عمل نہیں کرتا بلکہ دوسری احادیث صحیحہ پر عمل کرتا ہوں۔

اور جہاں تک شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کا تعلق ہے تو وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو کسی کے قول کے سامنے حدیث کو حقیر سمجھے وہ یقیناً کافر ہے اور مقلد حدیث کو حقیر نہیں سمجھتا بلکہ اپنے امام کے قول کی روشنی میں سرکار ﷺ کے دوسرے فرامین پر عمل کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے قول کا یہی مفہوم لینا درست ہے وگرنہ ظاہری مفہوم لیں تو بالکل خلاف شرع ہے۔ مثلاً ایک آدمی اپنے باپ کے کہنے پر داڑھی منڈ والے تو سرکار ﷺ کے قول داڑھی بڑھاؤ کے مقابلے میں اس نے اپنے باپ کے قول پر عمل کیا تو کیا وہ کافر ہو گیا۔ ایسے ہی ہزاروں گناہ کے کام جو کوئی کسی کے کہنے پر کرلے تو کیا وہ کافر ہو جائے گا ہر گز نہیں۔ ہاں اس صورت میں کافر ہو گا جب کسی کے قول کے سامنے حدیث مبارک کی تحقیر کرے اور مقلدین ہر گز حدیث کی تحقیر نہیں کرتے۔

میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

©...**سوال ۱:** میلاد کی کوئی سند حدیث سے دکھائیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا اور شرک سے تمام خاندان والوں کو بچائیں کیونکہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے؟

©...**جواب:** میلاد شریف کا جواز بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ اگرچہ جواز کے لئے یہ دلیل بھی کافی ہے کہ اس کی ممانعت شرع سے ثابت نہیں ہے۔ اور جس کام سے اللہ ﷻ اور رسول پاک ﷺ نے منع نہیں فرمایا وہ کسی کے منع کرنے سے منع نہیں ہوسکتا۔ اس کے علاوہ میلاد کے جواز واستحسان پر دلائل ملاحظہ فرمائیں

©...**سوال2:** میلاد کیا ہے؟

©...**جواب:** میلاد عرف عام میں ذکر مصطفیٰ ﷺ کا نام ہے خواہ دو آدمی مل کر کریں یا ہزاروں اور لاکھوں۔ اور ذکر حبیب خدا ﷻ و ﷺ میلاد کی روح رواں ہے بقیہ چیزیں لوازمات میں سے نہیں البتہ مناسبات سے ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا جو اصل ذکر مصطفیٰ ﷺ کا ہی منکر ہے وہ کافر ہے اور جو مخصوص ہیئت کا منکر ہے وہ جاہل یا گمراہ۔

ذکرِ رسول اکرم، نور مجسم ﷺ آیات مبارکہ سے سنئے اللہ ﷻ نے فرمایا:

آیت نمبر 1:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و لتنصرنہ قال أ اقررتم واخذتم علی ذلک اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 81)

''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسول کہ تمھاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور

اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اسکی مدد کرنا فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمھارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔'' (کنزالایمان)

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

1... اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے ذکر کے لئے سب کو جمع فرمایا۔

2... انبیاء کے اجتماع میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کا تذکرہ فرمایا۔

3... انبیاء کے اجتماع میں نبی کریم ﷺ کی عظمت وشان مصدق لما معکم کے ساتھ بیان فرمائی۔

4... نبی کریم ﷺ کی عظمت وحمایت ونصرت پر انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا۔

5... انبیاء کرام علیہم السلام کے اجتماع میں آمد مصطفیٰ ﷺ اور بعثت و رسالت و عظمت مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی اور انبیاء کرام علیہم السلام سامعین تھے۔

اب غور کریں اس سے بڑھ کر میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محفل اور کیا ہوگی۔ مسلمان بھی تو اپنے پیارے نبی ﷺ کے ساتھ عقیدت ومحبت کے اظہار کے لئے یہی کرتے ہیں۔ اگر ان پر حرمت کا فتویٰ ہے تو مذکورہ محفل کے بارے میں کیا حکم ہے؟

آیت نمبر 2:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم (سورۃ التوبہ)

''بے شک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمھارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمھاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔'' (کنزالایمان)

اس آیت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

1﴾... "جاء کم" سے نبی کریم ﷺ کی آمد کا تذکرہ ہے۔

2﴾... "من انفسکم" سے سرکار دوعالم ﷺ کی بشریت مبارکہ اور نسب مبارکہ کا ذکر ہے۔

3﴾... "عزیز علیه ماعنتم" سے امت پر آپ ﷺ کی شفقت کا ذکر ہے۔

4﴾... "حریص علیکم اور بالمومنین رؤوف رحیم" سے نبی کریم ﷺ کی عظمت وشان کا تذکرہ ہے ۔ یہ آیت بھی شاندار طریقے سے میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا طریقہ بتا رہی ہے۔ کیا تلاوت قرآن کے وقت یہ آیت پڑھنا جائز اور چند لوگوں کے سامنے پڑھنا ناجائز و حرام ہے۔؟ ہرگز نہیں بلکہ خدا عقل دے تو غور کریں کہ عین نماز میں اگر امام صاحب یہ آیت بلند آواز میں تلاوت کریں تو حالت نماز میں میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر ہوا یا نہیں؟ اور جب جماعت موجود ہے تو اجتماع و محفل خود بخود پائی گئی۔ لہٰذا اسکا انکار نہ کرے گا مگر وہ جو نماز میں تلاوت قرآن کا ہی منکر ہو۔

آیت نمبر 3 : اللہ عزوجل نے فرمایا:

وما ارسلنك الا رحمة للعلمين (سورۃ الانبیاء، آیت 107) "اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔" (کنزالایمان)

آیت نمبر 4 :

لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلل مبين (سورۃ آل عمران، 164)

"بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اسکی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں

کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور لوگ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''
(کنزالایمان)

آیت نمبر 5:

وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا (سورۃ الاحزاب، آیت 47)''
اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے۔''
(کنزالایمان)

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل کا فضل واحسان اور رحمت ہیں۔
اب فضل ورحمت کے بارے میں فرمان الٰہی عزوجل سنئے۔

آیت نمبر 6:

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون (سورۃ یونس، آیت 58) ''تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔''
(کنزالایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فضل ورحمت پر خوشی کرنا چاہیے لہٰذا مسلمان حضور انور، شافع محشر ﷺ کو فضل ورحمت جان کر آپ ﷺ کا ذکر کر کے خوشی مناتے ہیں۔ اور یہ حکم الٰہی عزوجل ہے۔

آیت نمبر 7: مندرجہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کی نعمت ہیں اور نعمت الٰہی پر حکم الٰہی عزوجل ہے:

واما بنعمۃ ربک فحدث (سورۃ والضحیٰ، آیت 11) ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔''
(کنزالایمان)

نبی کریم، رؤوف رحیم، حلیم کریم عظیم ﷺ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہیں اور نعمت الٰہی عزوجل کا چرچا کرنا حکم خداوندی ہے۔ لہٰذا مسلمان حبیب اکرم نور مجسم ﷺ کو نعمت الٰہی عزوجل

سمجھتے ہوئے محفلِ میلاد کی صورت میں اسکا چرچا کرتے ہیں۔

آیت نمبر 8: اللہ عزوجل نے فرمایا:

ورفعنا لك ذكرك (سورۃ الم نشرح، آیت 4) ''اور ہم نے تمھارے لئے تمھارا ذکر بلند کردیا''۔ (کنزالایمان)

اللہ عزوجل نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے ذکر پاک کو بلند کیا۔ اور میلاد مصطفیٰ ﷺ بھی اسی رفعت ذکر کا ایک طریقہ ہے۔ اور سنت خدا عزوجل ہے۔ مسلمان تو محفلوں میں اور جلسوں میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کر کے رفعت ذکر اقدس کرتے ہیں۔ وہابیہ کے نزدیک شاید ذکر اقدس کی آیتوں کو چھپانا مٹانا، ذکر شریف کرنے والوں کو روکنا، گالیاں دینا، مشرک و بدعتی کہنا، ان کے خلاف جلسے جلوس کرنا، ذکر مصطفیٰ ﷺ کے خلاف کتابیں لکھنا، تقریریں کرنا ہی رفعت ذکر ہے۔ اسی لئے دن رات اسی میں مصروف رہتے ہیں۔

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر
کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر
تیرے دل میں کس سے بخار ہے

کریں مصطفیٰ ﷺ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پر یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی ﷺ

دلیل نمبر ۹ :

میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محفل حضور انور ﷺ کی تعظیم و محبت کے لئے منعقد کی جاتی ہے۔ اور جان جہاں، جانِ ایمان، رحمت عالمیاں، محبوب رحمان ﷺ کی تعظیم و محبت اصل ایمان ہے تو

جوعمل اس تعظیم ومحبت کے اضافہ کے لئے کیا جائے وہ یقیناً محبوب ومرغوب ہے اور ایسے کام سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جو اصلِ ایمان کا دشمن ہے۔ اور اصلِ ایمان کا دشمن نہیں مگر وہ جو تعظیم آدم علیہ السلام نہ کرنے کی وجہ سے زمین پر دھتکارا گیا، اور فاخرج فانك رجيم کے لقب سے سرفراز ہوا یا ایسے لقب والے کے پیروکار۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذيرا۔ لتؤمنوا باللّٰه و رسوله وتعزروه وتوقروه (سورۃ الفتح، آیت 8 تا 9) ''بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔'' (کنز الایمان)

نیز فرمایا:

قل ان كان ابائكم وابنائكم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومسكن ترضونها احب اليكم من اللّٰه ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي اللّٰه بامره (سورۃ التوبۃ، 24)

''تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے۔ اور تمھارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔'' (کنز الایمان)

ان دو آیتوں سے نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور محبت کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ اور ہر وہ چیز جو محبت و تعظیم پر دلالت کرے وہ اس آیت کے تحت داخل ہے۔ اور محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ چونکہ اسی تعظیم ومحبت کی علامت ہے لہٰذا مستحسن ومستحب ہے۔

دلیل نمبر ۱۰:

قال عیسی ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا و اخرنا و ایۃ منہ (سورۃ المائدۃ، 114)

"عیسی بن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوانٔ اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور تیرے طرف سے نشانی۔" (کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خوان اترنا نعمت ہے۔ اور اللہ کی طرف سے نشانی اور لوگوں کے لئے وہ عید کا دن ہے اگر خوان نعمت کا اترنا نعمت تو جان نعمت کا تشریف لانا اس سے کروڑہا گنا بڑی نعمت ہے۔ اور خوان اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے تو حضور رحمت عالمیان ﷺ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ خوان اترنے پر خوشی منانا جائز اور اس دن کو عید بنانا جائز ہے تو سرکار دو عالم ﷺ کے تشریف لانے پر خوشی منانا جائز اور اس دن کو عید بنانا جائز ہے۔

یہ اختصار و عجلت کے ساتھ دس دلیلیں ہیں۔ اگر کسی میں عقل و فہم کی دولت ہے تو ان کو پڑھ کر میلاد خوانی کا جواز مان لے گا اور بے عقل کے لئے راستے بہت ہیں۔ ہزار دلیل کے بعد بھی کہہ سکتا ہے "دل نہیں مانتا"۔

اب ذیل میں دی جانے والی بحث غور سے پڑھیئے اور انکار کرنے والوں کے بارے میں سوچیں کہ کس گروہ سے ہیں۔

اللہ عزوجل نے فرمایا:

ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابنائھم ویستحی نسائھم انہ کان من المفسدین (4) و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ

و نجعلهم الوارثين(5) واوحينا الى ام موسى ان ارضعيه فاذا خفت عليه فالقيه في اليم ولا تخافي ولا تحزني انا رادوه اليه وجاعلوه من المرسلين(7) فالتقطه ال فرعون ليكون لهم عدوا و حزنا......(8) وقالت امرئة فرعون قرة عيني لي ولك لاتقتلوه عسى ان ينفعنا او نتخذه ولدا و هم لا يشعرون(9)

''بیشک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا۔ اوراس نے لوگوں کو اپنا تابع بنایا ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اوران کی عورتوں کو زندہ رکھتا۔ بے شک وہ فسادی تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں۔ اور ان کے ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں۔ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا۔ پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔ تو اسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اوران پر غم ہو۔ اور فرعون کی بی بی نے کہا یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے۔''

(سورۃ القصص، ترجمہ کنز الایمان)

اس آیت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

1... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت فرعون بادشاہ وقت تھا۔

2... وہ بچوں کو ذبح کرتا اور بچیوں کو زندہ چھوڑ دیتا۔

3... اللہ تعالیٰ نے کمزوروں اور مظلوموں پر احسان کرنے کا ارادہ فرمایا۔

4﴾... موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ان کٹھن حالات میں ہوئی۔

5﴾... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پریشان ہوئیں۔

6﴾... اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے کا انہیں الہام فرمایا۔

7﴾... اور بصورت خطرہ دریا میں ڈالنے کا حکم دیا۔

8﴾... اُمِ موسیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واپس ملنے اور رسول بنانے کی بشارت دی۔

9﴾... دریا سے فرعون کی بیوی نے آپ علیہ السلام کو اٹھالیا۔

10﴾... فرعون کی بیوی نے اسے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔

11﴾... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا بچپن فرعون کے پاس گزارا۔

12﴾... فرعون نے آپ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو بیوی نے منع کردیا۔

سورۃ القصص پوری پڑھ لیں موسیٰ علیہ السلام کے میلاد سے لیکر نبوت کے بعد تک کے واقعات ہی ملیں گے۔ مزید سنئے اللہ عزوجل نے فرمایا:

واذکر فی الکتب مریم اذا انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا الی

ذٰلک عیسی ابن مریم

سورۃ مریم آیت 16 سے لیکر آیت نمبر 34 تک پڑھ لیں۔ مندرجہ ذیل باتیں صراحۃً معلوم ہوجائیں گی:

1﴾... حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف چلی گئیں۔

2﴾... گھر والوں سے پردہ کرلیا۔

3﴾... حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک انسانی جوان صورت میں ان کے پاس آئے۔

4﴾... حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے پناہ مانگی۔

5﴾... حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بچے کی خوشخبری دی۔

6﴾... حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن باپ کے بچہ پیدا ہونے پر پریشان ہوئیں۔

7﴾... حضرت عیسیٰ علیہ السلام حمل میں تشریف لائے۔

8﴾... حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوران حمل ایک دور جگہ پر چلی گئیں۔

9﴾... دردزہ شروع ہوگیا۔

10﴾... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک کھجور کے درخت کے پاس آ گئیں۔

11﴾... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

12﴾... بعد ولادت حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خشک تنے کو ہلایا تو اس سے تروتازہ کھجوریں گرنے لگیں۔

13﴾... اللہ عزوجل کی طرف سے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چپ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

14﴾... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طعنے دیئے۔

15﴾... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گود میں کلام فرمایا اور اپنے صاحب کتاب اور نبی ہونے اور اپنی والدہ کی طہارت کا اعلان فرمایا۔

ان دونوں جگھوں کی آیات کو پڑھ کر غور فرمائیں کہ ولادت کی وہ کونسی چیز ہے جو قابل ذکر تھی اور اسے ذکر نہ کیا گیا۔ اس زمانہ کے حالات، پیدائش کے حالات، پیدائش کے بعد کے واقعات بالتفصیل مذکور ہیں اب سوال یہ ہے کہ ان آیات کو بمع ترجمہ وتفسیر مجمع عام میں بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کوئی وہابی دیوبندی اسے ناجائز نہ کہے گا۔ لہٰذا اگر جائز کہے اور یقیناً جائز ہی کہے گا تو سوال ہے کہ کیا جو حالات و واقعات کی تفصیل حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے میلاد مبارک کی جائز ہے۔ حضور اکرم سید المرسلین ﷺ کے میلاد مبارک کو اس طرح حالات و واقعات کی تفصیل کے ساتھ بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز مانو تو ہمارا مدعا ثابت کہ محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ جائز ہے۔ اور اگر ناجائز مانو تو بھی ہمارا مقصد حاصل ہوگیا کہ

میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کرنا مسلمان کا کام ہے غیر کا نہیں اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی میلاد خوانی کو جائز سمجھنا اور سید الانبیاء ﷺ کی میلاد خوانی کو نا جائز کہنا یقیناً کسی مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں کا یا ان کے ایجنٹوں کا کام ہوسکتا ہے۔

منکرین میلاد پر ایک اور بھی سوال ابھی باقی ہے۔ وہ بھی سنئے:

وہابی اور دیوبندی سیرت النبی ﷺ کے جلسے کرتے ہیں اس کی ہیئت کذائیہ یہ ہوتی ہے۔

1... اشتہار چھاپنا

2... اس پر مولویوں کے نام لکھنا

3... اسپیکر میں جلسے کا اعلان کرنا

4... وقت مقررہ پر لوگوں کا آنا

5... معین مولوی صاحب کا معین دن میں معین وقت پر سپیکر میں منبر پر بیٹھ کر تقریر سے پہلے اسٹیج سیکرٹری کا مولوی صاحب کو عجیب و غریب القاب دیکر بلانا جن کا ذکر احادیث و آیات میں کہیں نہیں مثلاً شیخ القرآن، شیخ الحدیث، مفسر و فاتحِ فلاں فلاں وغیرہ۔

کیا یہ جلسے جائز ہیں یا نہیں؟ جائز نہیں تو کیا سب دیوبندی وہابی حرام کے مرتکب ہیں اور اگر جائز ہے تو میلاد خوانی جو انہی امور پر مشتمل ہوتی ہے۔ وہ نا جائز کیوں اور یہ جلسے جائز کیوں؟

نیز میلاد، سیرت کا پہلا باب ہے تو کیا وجہ کہ سیرت تو جائز لیکن سیرت کا پہلا باب بیان کرنا نا جائز؟ نیز میلاد مبارک کی تفصیل محدثین و مؤرخین نے کتب احادیث و سیرت و تاریخ میں جگہ جگہ بیان کی ہے۔ جب کہ ترمذی میں باب ہے۔ باب ما جاء فی میلاد النبی ﷺ

(ترمذی شریف، جلد 2 صفحہ 201، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

کیا میلاد مبارک کو تحریر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو محدثین و مؤرخین نے کیا حرام کا ارتکاب کیا؟ اور اگر میلاد مبارک کو لکھنا جائز ہے تو زبانی بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر

جواب ہاں میں ہے تو مدعا حاصل کہ میلاد خوانی جائز اور اگر جواب نہیں میں ہے تو کیا وجہ ہے کہ تحریرِ میلاد جائز اور تقریر میلاد ناجائز؟ وجہ فرق بیان کریں۔ الغرض اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میلاد خوانی کو جائز قرار دیا جائے۔

ایک بات واجب الحفظ ہے۔ کہ یہ ساری بحث اس میلاد خوانی کے بارے میں ہے جو خلاف شرع کاموں سے خالی ہو۔ اور اگر کوئی خلاف شرع کام میلاد خوانی میں پایا جائے تو میلاد خوانی جائز رہے گی اور خلاف شرع کام ناجائز رہے گا۔ جیسے شادیوں میں کئی حرام کام شامل ہو چکے ہیں لیکن اس کے باوجود شادی کرنا جائز اور ناجائز کام حرام رہیں گے۔

علمِ غیب

1۔ ہمارا اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے لیکن نص قرآنی آیات اور احادیث سے اسکی نفی ہوتی ہے مثلاً۔

سورۃ نحل آیت ۶۵:

''آپ فرمادیں کہ آسمان و زمین میں جتنے لوگ ہیں اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے انہیں تو یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

سورۃ لقمان آیت ۳۴:

''بلا شبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی مینہ برساتا ہے وہی پیٹ کے بچے کو جانتا ہے کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا کمائے گا اور نہ یہ معلوم کہ کہاں مرے گا یا درکھو اللہ خوب جاننے والا اور بڑا اخبردار ہے۔''

سورۃ احقاف آیت ۵:

''آپ فرمادیں کہ مجھے اپنے لئے بھی بھلائی برائی کا اختیار نہیں مگر جو کچھ خدا کو منظور ہو اگر میں غیب جانتا تو کثرت سے بھلائی جمع کر لیتا اور مجھ تک برائی نہ پہنچتی میں تو صرف ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔''

سورۃ انعام آیت ۵۹:

''اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں وہی جانتا ہے اور جو کچھ زمین، خشکی اور تری میں ہے اسے بھی جانتا ہے۔ جو بھی پتہ گرتا ہے اسے بھی جانتا ہے زمین کے نیچے اندھیروں میں کوئی بھی دانہ ایسا نہیں جو روشن کتاب میں نہ ہو۔''

اسی طرح احادیث میں ہے:

حدیث نمبر1: ربیع بنت معوذ بن عفراء سے روایت ہے کہ میری رخصتی کے وقت رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے پھر میرے بستر پر میرے پاس اتنے نزدیک بیٹھے جس طرح تم بیٹھے

ہو ہماری بچیاں دف بجا بجا کر بدر کے مقتولوں کا واقعہ بیان کرنے لگیں ایک نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے فرمایا یہ چھوڑ جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہتی رہ۔

(بخاری، مشکوۃ باب اعلان نکاح)

حدیث نمبر 2: عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''جس نے تمہیں خبر دی کہ محمد ﷺ ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جنکی اللہ پاک نے اس آیت ''ان اللہ عندہ علم الساعۃ'' میں خبر دی ہے اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔ (بخاری، مشکوۃ باب رویۃ اللہ)

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولا ﷺ کو علم غیب سے نوازا اور ما کان و ما یکون کا بتدریج علم عطا فرمایا۔ اس عقیدہ پر قرآن و حدیث کی کثیر نصوص موجود ہیں۔ اور یہی عقیدہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لیکر آج تک مسلمانوں کا رہا ہے اس عقیدہ پر دلائل میں سے بعض یہ ہیں:

آیاتِ قرآنی

آیت نمبر 1:

علم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول ''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔'' (سورہ جن، آیت 27،6 ب2، ترجمہ کنزالایمان)

آیت نمبر 2:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ''اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگوں تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے'' ۔ (ترجمہ کنزالایمان)

آیت نمبر3:

وعلمك مالم تكن تعلم و كان فضل الله عليك عظيما ''اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔''

(سورۃ نساء، آیت 113، ترجمہ کنزالایمان)

آیت نمبر4:

وما هو على الغيب بضنين (سورۃ تکویر، آیت 24) ''اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔'' (ترجمۂ کنزالایمان)

آیت نمبر5:

ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك ''یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔'' (سورۂ یوسف، آیت 102، ترجمہ کنزالایمان)

احادیثِ مبارکہ

حدیث نمبر1: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی فرمایا ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ہم لوگوں میں کھڑے تھے تو آپ ﷺ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا حتی کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانے پر جھنم میں پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھ اس نے یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔ (بخاری، جلد 1، صفحہ 453)

حدیث نمبر2: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق سے مغرب تک زمین کا تمام حصہ دیکھ لیا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کہ زمین میرے لئے سمیٹی گئی۔

(مسلم شریف، جلد 1، صفحہ 390)

حدیث نمبر 3: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کسوف ادا فرمائی فراغت کے بعد اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: مامن شیئ کنت لم اره الا و قد رایتہٗ فی مقامی ھذا حتی الجنة والنار "یعنی ہر وہ شے جسکو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اسے میں نے اس مقام پر دیکھ لیا حتی کہ جنت و دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔"

(بخاری، جلد 1، صفحہ 144)

حدیث نمبر 4: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے نماز کسوف ادا فرمائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی:

رائیناك تناولت شیئاً فی مقامك ثم رایناك تكعكعت فقال انی رایت الجنة وتناولت عنقوداً ولو اصبتہٗ لاكلتم منه مابقیت الدنیا واريت النار فلم ار منظرا كاليوم قط افظع ورایت اكثر اهلها النساء

"یعنی ہم نے آپکو کسی چیز کے پکڑنے کا ارادہ کرتے دیکھا پھر ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ پیچھے ہٹ گئے (یہ سن کر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی اور انگور کا خوشہ اٹھانے کا ارادہ فرمایا اور اگر میں اسے اٹھا لیتا تو جب تک دنیا قائم رہتی تم اسے کھاتے رہتے اور مجھے دوزخ دکھائی گئی پس میں نے اس سے زیادہ ہولناک منظر آج تک نہ دیکھا تھا اور میں نے دیکھا کہ اسمیں اکثر عورتیں ہیں۔" (بخاری، جلد 1، صفحہ 144)

حدیث نمبر 5: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: مر النبی ﷺ بقبرين يعذبان فقال انهما ليعذبان "یعنی نبی کریم ﷺ دو قبروں کے قریب سے گذرے جنہیں عذاب ہو رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں عذاب ہو رہا ہے اور انکو عذاب کسی ایسی شے کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا بہت مشکل ہو بہر حال ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔" (بخاری، جلد 1، صفحہ 182)

حدیث نمبر 6: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ احد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے تو پہاڑ لرزنے لگا

آپ ﷺ نے فرمایا: اثبت احد فانما علیك نبی وصدیق و شهیدان ''یعنی اے احد ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔'' (بخاری، جلد 1، صفحہ 519)

حدیث نمبر 7: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج مطہرات نے عرض کی کہ ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ ﷺ سے ملے گا (یعنی موت کے بعد) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جسکا ہاتھ سب سے لمبا ہو تو انہوں نے ایک زکل (لکڑی کو) لیا اور اسکے ساتھ اپنے ہاتھوں کی پیمائش کی تو حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ سب سے لمبا تھا تو بعد میں ہمیں پتا چلا کہ لمبے ہاتھ سے مراد صدقہ کرنا ہے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے پہلے ملنے والی تھیں اور انہیں صدقہ کرنے سے بڑی محبت تھی۔

(بخاری، جلد 1، صفحہ 191)

حدیث نمبر 8: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اسی مرض میں بلایا جس میں آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کچھ سرگوشی فرمائی تو وہ رونے لگیں آپ ﷺ نے پھر بلایا پھر سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں میں نے ان سے سرگوشی کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کا اس مرض میں وصال ہو جائیگا میں یہ سنکر رو پڑی پھر آپ ﷺ نے مجھے خبر دی کہ اہل بیت میں سب سے پہلے میں ہی آپ ﷺ کے پیچھے آؤں گی پس میں ہنس پڑی۔

(بخاری، جلد 1، صفحہ 532)

حدیث نمبر 9: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ سے ایک سوال کیا میں نے عرض کی اے میرے رب مجھے معلوم نہیں۔ فوضع یده بین کتفی حتی وجدت بردها بین ثدی فعلمت مابین المشرق والمغرب ''یعنی اللہ

ﷻ نے اپنا دست قدرت میرے کاندھوں کے درمیان رکھا حتی کہ میں نے اسکی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ مشرق ومغرب کے درمیان ہے۔

(ترمذی، جز2، صفحہ 156)

ان آیات واحادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ غیب جانتے ہیں نیز آپ ﷺ نے ابتدائے آفرینش سے لیکر دخول جنت ونار تک صحابہ کرام علیہم الرضوان کو خبریں بھی دیں۔ بعداز وصال کی آپ ﷺ نے خبریں دیں کون کب مرے گا؟ کل کیا ہوگا مشرق ومغرب کا علم آپ ﷺ کو عطا کیا گیا۔ ان آیات واحادیث کے ہوتے ہوئے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو غیب کا علم نہیں دیا گیا۔ جب علم غیب کی نفی کرنے والی اور اثبات کرنے والی دونوں قسم کی آیات موجود ہیں تو دونوں کا علیحدہ علیحدہ محمل بیان کیا جائے تا کہ دونوں قسم کی آیتوں پر ایمان لایا جائے یہ نہیں کہ نفی کی آیتیں تو مان لی جائیں اور اثبات کی آیتوں کا انکار کر دیا جائے کیونکہ قرآن مجید کی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے۔ اسی وجہ سے علمائے کرام اور ائمہ دین نے دونوں آیتوں کے جدا جدا محمل بیان فرمائے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جن آیتوں میں علم غیب کا اِثبات ہے وہاں مراد ہے اللہ کی عطا سے غیب جاننا اور جہاں علم غیب کی نفی ہے وہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی غیب نہیں جانتا۔ جیسے قرآن مجید میں ایسی بہت سی صفات ہیں کہ جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہے اور بندوں پر بھی مثلاً فرمایا:

مثال 1 : **واللہ غفور رحیم** ''اوراللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔''

واللہ رؤوف بالعباد ''اوراللہ بندوں پر بڑھ مہربان ہے۔''

اور نبی کریم ﷺ کے لئے فرمایا: **بالمومنین رؤوف رحیم** ''مومنوں پر مہربان رحم والے''۔

مثال 2 : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **انہ ھو السمیع البصیر** ''بے شک اللہ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

اور عام انسانوں کے بارے میں فرمایا **فجعلناہ سمیعا بصیرا** (سورۃ الدھر، آیت 2) ''پس ہم نے انسان کو سننے والا بنایا۔''

مثال 3: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **اللہ یتوفی الانفس** ''اللہ جانوں کو فوت کرتا ہے۔''

اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: **قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم** ''اے محبوب تم فرمادو تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔''

ان آیات میں واضح طور پر مخلوق کے لئے وہی صفات بتائی گئی ہیں جو خالق کے لئے بتائی گئیں لیکن خالق و مخلوق کیلئے ایک صفت ماننا کفر و شرک ہرگز نہیں جبکہ درمیان میں مختلف قسم کے فرق ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ رووف رحیم اور سمیع و بصیر ہے ذاتی طور پر اور مخلوق کے لئے یہ صفت ہے اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ اللہ تعالیٰ فوت کرتا ہے ذاتی طور پر اور عزرائیل علیہ السلام فوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ یونہی اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے ذاتی طور پر اور نبی کریم ﷺ غیب جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ جب دوسرے اوصاف میں یہ فرق درست ہے اور علم غیب میں آ کر یہ فرق کیونکر غلط ہو جاتا ہے اور جہاں تک آیات میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں یا اسی کے پاس چیزوں کا علم ہے تو اسکا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دیتا بھی نہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے: **انہ هو السمیع البصیر** (سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر 1) ''بیشک اللہ تعالیٰ ہی سنتا دیکھتا ہے۔''

تو کیا اسکا یہ مطلب ہے ساری دنیا اندھوں بہروں سے بھری پڑی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سننے دیکھنے کی طاقت کسی کو نہیں دی؟ ہرگز نہیں بلکہ مراد یہی ہے کہ ذاتی طور پر سنتا اور دیکھتا اللہ ہی ہے باقی سب اسکی عطا سے سنتے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ان العزۃ للہ جمیعا** ''سب عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔''

کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ باقی سب ذلیل اور کمینے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ ذاتی طور پر عزت والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسکی عطا سے انبیاء و اولیاء اور مومنین عزت والے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **واللہ عندہ حسن الثواب** ''اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ثواب۔''

کیا اسکا یہ مطلب لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ثواب دیتا بھی نہیں؟ ہرگز نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ نیک کاموں پر ثواب عطا فرماتا ہے اسی طرح علم غیب اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو علم غیب دیتا بھی نہیں بلکہ دیتا ہے جیسا کہ مذکورۃ الصدر آیات واحادیث سے ثابت ہے۔

علم غیب کی نفی میں پیش کی جانے والی حدیثوں میں پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ بچیوں نے مطلقاً علم غیب کی نسبت سرکار ﷺ کی طرف کی تھی تو سرکار ﷺ نے ان کے ذہنوں کا خیال فرماتے ہوئے منع کر دیا کہ ذاتی عطائی کا فرق اس عمر میں عموماً معلوم نہیں ہوتا یادُف بجا کر گانے کی صورت میں اپنا ذکر کرنا پسند کیا بصورت دیگر علمِ غیب کی نسبت سرکار ﷺ کی طرف کرنا اگر غلط تھا تو سرکار ﷺ نے صرف روکنے پر کیوں اکتفا فرمایا بلکہ وضاحت وصراحت سے فرما دیتے کہ میں غیب نہیں جانتا لہٰذا یہ اشعار لکھنے والے صحابہ توبہ کریں لیکن ایسا ہرگز نہ ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کی خبر پر پریشان ہونا اور پھر اس خبر کا جھوٹا ہونا بیان نہ کرنا بہت سی حکمتوں کی وجہ سے تھا۔ پریشان ہونا فطری امر ہے اگر کسی آدمی پر چوری کی تہمت لگا دی جائے اور وہ خبر لوگوں میں مشہور ہو جائے تو یقینی قطعی طور پر اپنے چور نہ ہونے کو جانتے ہوئے بھی وہ آدمی پریشان ہو جائیگا اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خبر لوگوں میں مشہور ہوگئی اسی وجہ سے آپ ﷺ قطعی یقینی طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت کو جانتے ہوئے بھی پریشان ہوگئے اور نہ بتانا بھی پراز حکمت ہے اور لاعلمی کی دلیل ہرگز نہیں مثلاً سرکار ﷺ خود بتا دیتے تو حدیث ہوتی لیکن انتظار فرمانے پر قرآن کی آیات اتریں نیز نہ بتانے کی صورت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی نیز نہ بتانے سے

قذف کے احکام نازل ہوئے نیز نہ بتانے سے بہت سے منافقین کا نفاق کھل گیا نیز بتانے کی صورت میں ممکن تھا کہ کوئی مسلمان سن کر انکار کردیتا اور یہ بہت سخت بات ہے لہٰذا اس سے بچانے کے لئے خود اظہار نہ فرمایا بلکہ وحی کا انتظار فرمایا اس قسم کی بہت سی حکمتیں ہیں عقلمند اور صحیح العقیدہ مسلمان تو حکمتیں تلاش کرے گا جبکہ بدعقیدہ کو سوائے خامیوں کے اور کچھ نہ ملے گا۔

اللہ ﷻ پاک ہے

☪...**سوال 1:** ایک ڈاکٹر جس کا تعلق غالبا اہلحدیث مسلک سے ہے وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم رکھتا ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ فرمائیں کہ اس کا یہ کہنا کیسا ہے؟

☪...**جواب:** اللہ تعالیٰ کے جسم رکھنے کا عقیدہ پرانے زمانے کے بعض بدمذہب فرقوں کا تھا جن سے منتقل ہوتا ہوا یہ عقیدہ موجودہ دور کے بعض بدمذہبوں میں پایا جاتا ہے ۔ذیل میں ہم تفصیل سے پہلے اللہ تعالیٰ کے بارے میں اہلسنت کے عقائد بیان کرتے ہیں پھر جسمانیت کے مسئلہ کے متعلق دلائل بیان کریں گے پھر وہابیوں کے اس عقیدے سے جو خرابیاں لازم آتی ہیں اسے بیان کریں گے اور یہ واضح کریں گے کہ وہابیوں کا یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کی سخت توہین اور شدید بے ادبی ہے۔چنانچہ امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اللہ ﷻ کی تنزیہ میں اہلسنت وجماعت کے عقیدے

1... اللہ تعالیٰ ہر عیب ونقصان سے پاک ہے۔

2... سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز کی طرف کسی طرح کسی بات میں اصلا احتیاج نہیں رکھتا۔

3... مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔

4... اس میں تغیر نہیں آسکتا۔ازل میں جیسا تھا ویسا ہی اب ہے اور ویسا ہی ہمیشہ رہے گا، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ پہلے ایک طور پر ہو پھر بدل کر اور حالت پر ہوجائے۔

5... وہ جسم نہیں، جسم والی کسی چیز سے اس کو لگاؤ نہیں۔

6... اسے مقدار عارض نہیں کہ اتنا یا اتنا کہہ سکیں لمبا یا چوڑا، دلدار موٹا یا پتلا یا بہت تھوڑا یا ناپ یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں۔

7... وہ شکل سے منزہ ہے پھیلا یا سمٹا، گول یا لمبا تکونا، چوکھونٹا سیدھا یا ترچھا یا کسی اور صورت کا نہیں۔

8... حد و طرف و نہایت سے پاک ہے اور اس معنی پر نا محدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو بلکہ یہ معنی کہ وہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزہ ہے غرض نا محدود کہنا نفی حد کے لئے ہے نہ اثبات مقدار بے نہایت کے لئے۔

9... وہ کسی چیز سے بنا نہیں۔

10... اس میں اجزا یا حصے فرض نہیں کر سکتے۔

11... جہت اور طرف سے پاک ہے، جس طرح اسے دہنے بائیں نہیں کہہ سکتے یو ہیں جہت کے معنی پر آگے پیچھے یا اوپر بھی ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

12... وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا (اس معنی میں) کہ اس سے لگا ہوا ہو (جیسے دو شخص آپس میں گلے ملتے ہیں اور ان کے جسم آپس میں ٹکراتے ہیں)۔

13... کسی مخلوق سے جدا نہیں کہ اس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو۔

14... اس کے لئے مکان اور جگہ نہیں۔

15... اٹھنے، بیٹھنے، اترنے، چڑھنے، چلنے، ٹھہرنے وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات سے منزہ ہے۔

محل تفصیل میں عقائد بیشمار ہیں۔ یہ پندرہ کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے اور ان کے سوا ان جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدہ اولیٰ ہے کہ تمام مطالب تنزیہہ کا حاصل و خلاصہ ہے۔ ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح و تقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثلی و بے نظیری ارشاد ہوئی۔ آیات تسبیح خود کس قدر کثیر و وافر ہیں:

وقال تعالیٰ الملك القدوس السلٰم "بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت۔" (پارہ 28، سورۃ الحشر، آیت 23)

وقال تعالیٰ فان الله غنی عن العلمین

"بیشک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔"

وقال تعالیٰ فان الله هو الغنی الحمید

"بیشک اللہ ہی بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا۔"

وقال تعالیٰ لیس کمثله شیء

"اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔" (پارہ 4، سورۃ آل عمران، آیت 97)

وقال تعالیٰ هل تعلم له سمیا "کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی"

(پارہ 16، سورۃ مریم، آیت 65)

وقال تعالیٰ ولم یکن له کفوا احد "اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔"

(پارہ 30، سورۃ الاخلاص، آیت 5)

ان مطالب کی آیات صدہا ہیں یہ آیات محکمات ہیں، یہ ام الکتاب ہیں ان کے معنی میں کوئی خفاء واجمال نہیں، اصلا دقت واشکال نہیں۔ جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے روشن وہویدا ہے بے تغییر وتبدیل، بے تخصیص وتاویل اس پر ایمان لانا ضروریات دین اسلام سے ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم، جلد 11، صفحہ 220 تا 221، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

آیات متشابہات کے بارے میں اہلسنت کا اعتقاد

قال اللہ تعالیٰ ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمٰت ھن ام الکتاب واخر متشٰبھٰت فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ ۔والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الااولو الالباب

''وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے،وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔۔۔۔۔اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔''

(پارہ 3،سورۂ آل عمران،آیت 7)

اس آیت مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:''بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت فرمانے اور بندوں کو جانچنے آزمانے کو یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا'اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرمائے اور بہتیروں کو راہ دکھائے۔''(پارہ 1،سورۂ البقرۃ 26)

اس ہدایت وضلالت کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو قسم ہونا ہے۔**محکمات** جن کے معنی صاف وبے دقت ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی پاکی وبے نیازی وبے مثلی کی آیتیں جن کا ذکر اوپر گزرا اور دوسری **متشابہات** جن کے معنی میں اشکال ہے یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ

ہی نہیں آتا جیسے حروف مقطعات الٓمٓ وغیرہ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ ﷻ پر محال ہے جیسے **الرحمٰن علی العرش استوی** یا **ثم استوی علی العرش** پھر جن کے دلوں میں کجی اور گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پا کر ان کے ذریعے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے (اور کہنے لگے) کہ قرآن میں آیا ہے اللہ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے اور آیات محکمات جو کتاب (قرآن) کی جڑ تھیں ان کے ارشاد دل سے بھلا دیے حالانکہ قرآن عظیم میں تو (لفظ) استواء آیا ہے اور اس کے معنی چڑھنا بیٹھنا ٹھہرنا ہونا کچھ ضرور نہیں یہ تو تمہاری اپنی سمجھ ہے جس کا حکم تم خدا پر لگا رہے ہو۔ **ماانزل اللہ بھا من سلطٰن** اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا بیٹھنا ٹھہرنا آتے تو قرآن ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ انہیں ان ظاہری معنی پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہنوں میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے اسی ظاہری معنی پر جم گئے۔ انہیں کو قرآن مجید میں فرمایا **الذین فی قلوبھم زیغ** ان کے دل پھرے ہوئے ہیں۔

اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و جہت و جسم و اعراض سے پاک ہے۔ بیٹھنے چڑھنے ٹھہرنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں ۔۔۔ اور وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ ان میں اللہ ﷻ کے لئے اپنے مخلوق عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے۔ ان میں مخلوقات سے مشابہت ثابت ہوگی کہ اٹھنا بیٹھنا چڑھنا اترنا سرکنا ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر مشابہت خلق سے پاک ہے (جیسا کہ قرآن کی آیت سے اوپر گزر چکا) تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہرگز مراد نہیں۔ پھر آخر کیا معنی لیں، اس میں یہ ہدایت والے دو روش ہو گئے،

اکثر نے فرمایا جب یہ ظاہری معنی قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین ومحدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں، یہی بہتر ہے کہ اس کا علم اللہ ﷻ پر چھوڑیں ۔ہمیں ہمارے رب نے آیات متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی تعیین مراد میں خوض (غور) کرنے کو گمراہی بتایا تو ہم حد سے باہر کیوں قدم دھریں اسی قرآن کے بتائے ہوئے حصے پر قناعت کریں کہ **آمنا بہ کل من عند ربنا** ’جو کچھ ہمارے مولیٰ کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے محکم ومتشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔‘‘

(پارہ ۳،سورۃ آل عمران،آیت ۷)

یہ مذہب جمہور ائمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم واولیٰ ہے اسے مسلک تفویض وتسلیم کہتے ہیں ۔بعض ائمہ نے فرمایا کہ استواء معلوم ہے کہ ضرور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور کیف (کیفیت) کہ اس کے معنی ہماری سمجھ سے وراء ہیں اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نص قطعی قرآنی سے ثابت ہے اور سوال اس سے (یعنی اس کے بارے میں) بدعت ہے کہ (اس کے متعلق) سوال نہ ہوگا (یعنی اس کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا۔اس لفظ کا معنی لغت کے اعتبار سے معلوم ہے) مگر تعیین مراد (اس کے حقیقی معنی مرادی) کی طرف راہ نہیں (یعنی حقیقی معنی کا علم نہیں)۔۔۔یہ مسلک بہت علماء متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام نے اسے اختیار کیا اسے مسلک تاویل کہتے ہیں۔‘‘

(فتاوی رضویہ قدیم،جلد 11،صفحہ 221 تا222،مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

بدمذہبوں نے جو اللہ تعالیٰ کے لئے جسم اور اس جسم کے مکان میں ہونے کو ثابت کیا ہے وہ قرآن مجید کی ان آیات سے کیا ہے جن میں استوی کا لفظ ہے جیسے **ثم استوی علی العرش** ’’پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا۔‘‘

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنا سراسر باطل ہے کہ اس کا لغوی معنی اگر چڑھنا یا بیٹھنا لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح میں ذکر فرمایا

اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کسی چیز پر چڑھنے یا بیٹھنے میں کیا فضیلت ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی مراد کو اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑ دیں اور یا پھر ایسا معنی کریں جس سے اللہ تعالیٰ کی شان ظاہر ہو۔اسی لئے علماء حقہ نے اس آیت اور اسی طرح کی دوسری آیات میں تاویلیں کی ہیں۔چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بارے میں استوا کا لفظ ذکر فرمایا اس کی علماء نے چار تاویلیں کی ہیں:

تاویل نمبر 1: استواء قہر وغلبہ کے معنی میں ہے اور زبان عرب میں یہ معنی عام استعمال ہوتا ہے چونکہ عرش تمام مخلوقات سے اونچا اور بلند ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا۔اس اعتبار سے معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر غالب وقاہر ہے۔

تاویل نمبر 2: استواء بمعنی علو ہے اور علو اللہ عزوجل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو مالکیت وسلطان

تاویل نمبر 3: استواء بمعنی قصد وارادہ کے ہے "ثم استوی علی العرش" کا معنی اس صورت میں یہ ہوا کہ پھر اللہ تعالیٰ عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی تخلیق کی طرف توجہ فرما کر اس کی تخلیق شروع کی۔

تاویل نمبر 4: استواء کسی کام کو مکمل کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس صورت میں معنی ہوا کہ پیدائش کا سلسلہ عرش پر مکمل ہوا۔اس سے باہر کوئی چیز نہ رہی۔اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں جو کچھ بنایا یا بنائے گا وہ دائرہ عرش سے باہر نہیں ہوگا کہ عرش تمام مخلوق کو حاوی ہے۔

(ملخص از فتاوی رضویہ قدیم، جلد 11، صفحہ 223، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

علماء امت نے جو قرآن مجید کی آیات مبارکہ کی تاویل کی ہے وہ ایک تو اس لئے ضروری ہے کہ ان کے ظاہری معنی مراد لینے میں بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں دوسری یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر آیات متشابہات کا معنی لینا اسی طرح جائز تھا کہ جو لفظ سے ظاہر

ہوتا ہے وہی مراد لے لیا جائے تو پھر ان آیات کو متشابہات کہنا کیسے درست ہوگا۔اس طرح تو یہ آیتیں محکمات ہوگئیں حالانکہ یہ آیتیں بالاتفاق متشابہات میں سے ہیں اور متشابہات وہی ہیں جن کا ظاہری معنی واضح نہ ہو بلکہ مشتبہ ہو۔استواء کا معنی بیٹھنا یا چڑھنا تو لغوی اعتبار سے واضح معنی ہیں اس معنی میں تو کوئی اشتباہ نہیں۔ان آیات کے متشابہ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ظاہری معنی نہ لیے جائیں بلکہ ان کی حقیقی مراد اللہ کے علم کے سپرد کر دی جائے اور یا پھر ظاہری معنی سے ہٹ کر ایسا معنی کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو۔

ذیل میں اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے پر جو خرابیاں لازم آتی ہیں ان کو ہم بیان کریں گے لیکن اس سے پہلے ہم اہلسنت کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو عقیدہ ہے اسے ایک مرتبہ وضاحت سے بیان کر دیتے ہیں۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرے ذرے کا مکمل علم رکھتا ہے، ماضی حال مستقبل کے ہر معدوم و موجود کے بارے میں اس کو مکمل علم ہے اور کوئی شے اس کے علم سے خارج نہیں اور اسی طرح اس کی قدرت ہر ممکن شے کو محیط ہے نیز کوئی شے اس کے دیکھنے سے پوشیدہ نہیں۔لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود وہ جسم اور مکان سے پاک ہے یعنی نہ تو اس کا ہماری طرح کوئی جسم ہے اور نہ ہی وہ ہماری طرح کسی مکان میں رہتا ہے کہ جسم ہونا اور مکان میں رہنا مخلوق کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ بے مثل ہے اور مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے۔

اس عقیدہ کے ذکر کے بعد ہم کہتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم مانتے ہیں ان کا یہ جسم ماننا دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ اللہ تعالیٰ کے جسم کو عرش پر مانیں گے یا ہر جگہ مانیں گے۔ان دونوں صورتوں میں بیشمار خرابیاں لازم آتی ہیں نیز اس سے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو عیبوں کا مجموعہ ماننا لازم آتا ہے اور بہت سی ایسی صورتیں ہیں کہ ان میں تو جسم ماننے کی وجہ

سے اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے سے انکار لازم آتا ہے یا اس کا مخلوق کی طرح ہونا لازم آتا ہے اور اس کی سخت توہین و گستاخی لازم آتی ہے۔

ذیل میں ہم دونوں صورتوں کی خرابیاں جدا جدا بیان کرتے ہیں۔اس سے واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ماننا اللہ تعالیٰ کی کس قدر سنگین گستاخی ہے۔ذیل میں جو ہم عیوب بیان کریں گے وہ ان لوگوں کے مذہب کے اعتبار سے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے لئے جسم مانتے ہیں۔اس بات کی وضاحت اس لئے کی گئی ہے کہ بعض بدعقل ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کسی کے مذہب پر لازم آنے والی خرابی کو ذکر کیا جائے تو وہ ان خرابیوں کو ذکر کرنے والے کے سر تھوپ دیتے ہیں اور اسی کو گستاخ و بے ادب کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے اور اس جسم کے ہر جگہ ماننے کی خرابیاں

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو جسم مانتے ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ کے جسم کو ہر جگہ مانیں تو اس سے مندرجہ ذیل خرابیاں لازم آتی ہیں:

1﴾... اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر گوشے میں موجود ہے اور بالذات ہر شے کو محیط ہے یعنی ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے تو معاذ اللہ پاخانے میں بھی ہوگا اور اس نجاست کو بھی لپٹا ہوا ہوگا اور نجاست کے ساتھ اس کے بدترین مقام سے نکلا بھی ہوگا۔کیا ہر جگہ جسم ماننے والے اس بات کو بھی مانیں گے۔

2﴾... جو شے کسی دوسری شے کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے وہ اسی طرح ہوتی ہے کہ احاطہ کرنے والی چیز کے اندر جوف یعنی خلا ہوتا ہے جو اس دوسری چیز کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے جیسے آسمان زمین کو محیط ہے اب اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ جسم ماننے اور اس کے ہر شے کو محیط ماننے سے لازم آیا کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ جوف دار یعنی سوراخ دار ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے۔

3﴾... اگر اللہ تعالیٰ کا ہر شے کو محیط ہونا یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہاں کے باہر باہر اس کو گھیرے ہوئے ہے اور جہان اس کے اندر ہے تو پھر شہ رگ سے زیادہ قریب کیسے ہوا؟ وہ تو لاکھوں میل دور ہوا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا ہر ذرے کو محیط ہونا اس طرح ہے کہ وہ ہر ذرے کو بذاتہ بلا واسطہ محیط ہے تو بلا شبہ وہ شے جو مشرق کے کسی ذرے کو گھیرے ہوئے ہو وہ یقیناً اس شے کا غیر ہو گی جو شے مغرب کے کسی ذرے کو گھیرے ہوئے ہے تو ذروں کی گنتی پر معاذ اللہ خدا کے ٹکڑے ہوئے جبکہ وہ پاک ذات اس سے پاک ہے۔

4﴾... جب اللہ تعالیٰ کے جسم کو ہر جگہ مانیں گے تو وہ زمین کی سطح پر بھی ہو گا تو معاذ اللہ لوگ جو چلتے پھرتے ہیں اور جوتے رکھتے ہیں وہ خدا پر رکھتے ہیں اور جو پیشاب پاخانہ کرتے ہیں وہ بھی معاذ اللہ خدا کے جسم پر گرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی توہین اور کیا ہو گی۔

5﴾... اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کا جسم ہر جگہ ہے اور ہر شے کو گھیرے ہوئے ہو تو اگر ایک شخص دوسرے کو جوتا مارے جب کہ اللہ تعالیٰ کا جسم اس آدمی کے جسم کو محیط ہے تو جوتے پڑتے وقت خدا وہاں رہا یا نہیں۔ اگر وہاں سے ہٹ گیا تو خدا ہر جگہ نہ رہا اور اگر نہ ہٹا تو جوتا اس پر پڑا۔

6﴾... جب اللہ تعالیٰ کے جسم کو ہر جگہ مانیں گے تو جگہ جیسے اوپر ہے اسی طرح نیچے بھی ہوتی ہے تو معاذ اللہ اس طرح خدا پاؤں کے نیچے بھی ہوا تو جو پاؤں کے نیچے ہے وہ رب اعلیٰ کیسے ہوا؟

(ملخص از فتاوی رضویہ قدیم، جلد 6، صفحہ 123 تا 124، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

مذکورہ بالا تمام خرابیاں اس بنا لازم آئیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم مانا تو جس گندے عقیدے سے یہ خرابیاں لازم آئیں وہ عقیدہ ہی باطل ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خرابیاں اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے سے لازم آئیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ماننا باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے کی دوسری صورتیں اور اس کی خرابیاں

اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عرش پر مانا جائے یہ عقیدہ بھی کثیر خرابیوں کو جنم دیتا ہے ذیل میں ہم اس سے لازم آنے والی خرابیاں بیان کرتے ہیں۔

1 ... عرش یا فرش جس جگہ کو بھی اللہ تعالیٰ کا مکان قرار دیں اس پر سوال ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ ازل میں اس مکان رہتا تھا یا اب رہنا شروع کیا۔ پہلی صورت میں عرش کا ازلی یعنی ہمیشہ سے ہونا لازم آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی شے کو ازلی ماننا تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر ہے اور دوسری صورت میں اللہ تعالیٰ میں تغییر یعنی تبدیلی لازم آئی اور تبدیلی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔

2 ... شے جس مکان میں ہوتی ہے وہ مکان اس شے کا احاطہ کیے ہوئے ہوتا ہے اب اگر اللہ تعالیٰ کو کسی مکان میں مانیں تو لازم آئے گا کہ عرش اللہ تعالیٰ کا احاطہ کئے ہوئے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے جیسا احاطہ اس کی شان کے لائق ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے **وکان اللہ بکل شیء محیطا** ''اللہ تعالیٰ ہر شے کو محیط ہے۔''

3 ... یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ جس مکان میں کوئی شے ہوتی ہے وہ مکان اس شے سے بڑا ہوتا ہے جیسے دس فٹ کی چیز پانچ فٹ والے مکان میں نہیں آئے گی۔ مکان بڑا ہوتا ہے اور مکین چھوٹا ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت ماننے سے لازم آتا ہے کہ عرش اللہ تعالیٰ سے بڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ عرش سے چھوٹا ہے۔

4 ... جو کسی چیز پر بیٹھا ہو اس کی تین ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو وہ بیٹھک (جگہ) اس کے برابر ہے یا اس سے بڑی ہے کہ وہ بیٹھا ہے اور جگہ خالی ہے یا چھوٹی ہے کہ وہ پورا اس پر نہ آیا بلکہ کچھ حصہ باہر ہے اور کچھ حصہ اس چیز پر ہے۔ اللہ ﷻ میں یہ تینوں صورتیں محال ہیں۔ وہ عرش کے برابر ہو تو جتنے حصے عرش میں ہو سکتے ہیں اس میں بھی ہو سکیں گے اور چھوٹا ہو تو اسے

خدا کہنے کی بجائے بدمذہبوں کو عرش کو خدا کہنا چاہئے کہ وہ خدا سے بھی بڑا ہے اور اگر خدا عرش سے بڑا ہو تو بالفعل حصے متعین ہو گئے کہ خدا کا ایک حصہ عرش سے ملا ہے اور ایک حصہ باہر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ٹکڑے ہونے سے پاک ہے۔

5 ﴾... مزید یہ سوال بھی ہے کہ اگر خدا عرش پر ہے تو اس سے بڑا بھی بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں بنا سکتا تو خدا عاجز ہوا حالانکہ اس کی شان ان اللہ علی کل شیء قدیر ہے اور اگر وہ اپنے سے بڑا عرش بنا سکتا ہے تو اس پر وہی اعتراض لوٹتا ہے کہ پھر عرش کو خدا ماننا چاہئے کیونکہ وہ خدا سے بھی بڑا ہے۔

6 ﴾... ازل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ تھا جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کان اللہ تعالیٰ ولم یکن شیء غیرہ ''اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے علاوہ کوئی نہ تھا'' تو جب ازل میں اللہ تعالیٰ مکان سے پاک تھا تو اب بھی پاک ہے کہ اگر عرش بنانے کے بعد اس طرف آیا تو اللہ تعالیٰ میں تغیر لازم آیا اور اللہ تعالیٰ تغیر سے پاک ہے۔

7 ﴾... عرش زمین سے انتہائی دور ہے جبکہ اللہ تعالیٰ بندے کے انتہائی قریب فرمان باری تعالیٰ ہے: نحن اقرب الیہ من حبل الورید ''ہم بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔'' (پارہ 26، سورۂ ق، آیت 16)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: اذا سألك عبادی عنی فانی قریب ''جب میرے بندے تم سے میرے متعلق سوال کریں تو فرماؤ کہ میں قریب ہوں۔''

(پارہ 2، سورۃ البقرۃ، آیت 186)

اب غور کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عرش پر مکان ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہر دور سے دور ہوتا حالانکہ یہ بات قرآن کی نص قطعی کے خلاف ہے۔

8 ﴾... عرش پر جسم ماننے سے یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ سوال ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عرش پر چڑھا بیٹھا ہے تو اس سے اتر بھی سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اتر سکتا تو عاجز ہوا اور اللہ

تعالیٰ عجز سے پاک ہے اور اگر اتر سکتا ہے تو جب عرش سے اترے گا تو عرش سے نیچے ہوگا اس سے اس کا اسفل یعنی نیچے ہونا ثابت ہوا اور جو اسفل ہے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

9﴾... شریعت نے تمام جہان کے مسلمانوں کے لئے نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا یہی دلیل قطعی ہے کہ اللہ عزوجل جہت و مکان سے پاک و بری ہے۔ اگر خود اللہ عزوجل کا جسم ہوتا اور وہ کسی مکان مثلاً عرش میں ہوتا تو یہ بات بالکل احمقانہ اور باطل تھی کہ اصل معبود کی طرف منہ کر کے اس کی خدمت میں کھڑا ہونے اور اس کی عظمت کے حضور سر جھکانے اور اس کے سامنے خاک پر منہ ملنے کو چھوڑ کر ایک اور مکان کی طرف سجدہ کرنے لگیں حالانکہ معبود دوسرے مکان میں ہو یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی بادشاہ کے دربار میں جائے اور اس کی طرف منہ کرنے کی بجائے اس کے دربار کی کسی دیوار کی طرف منہ کر کے آداب بجا لائے اور دیوار ہی کی طرف منہ کر کے ہاتھ باندھے کھڑا رہے۔ ایسا شخص بے ادب مسخرہ کہلائے گا یا مجنون پاگل۔ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسم سے اور عرش پر ہونے سے پاک ہے۔

مذکورہ بالا تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور اس کا جسم ماننے سے بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں اور یہ بھی واضح ہوا کہ یہ تمام خرابیاں اس بنا لازم آئیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم مانا تو جس گندے عقیدے سے یہ خرابیاں لازم آئیں وہ عقیدہ ہی باطل ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خرابیاں اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے سے لازم آئیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ماننا باطل ہے۔ لہٰذا عقیدہ حقہ وہی ہے جو شروع سے لیکر آج تک کے جمہور و صحیح العقیدہ مسلمانوں کا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات سے پاک ہے۔ یہی حق راستہ ہے اور یہی اللہ کے برگزیدہ لوگوں کا راستہ ہے جس پر چلنے کی ہر نماز میں دعا کی جاتی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم (پارہ 1، سورۃ الفاتحہ،

آیت 5 تا 6) اور یہی ان لوگوں کا مذہب ہے کہ اعتقاد کے اعتبار سے جن کے ساتھ رہنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا:

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

(پارہ 11، سورۃ التوبۃ، آیت 119)

جیسا کہ اوپر وضاحت کے ساتھ گزرا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ماننے سے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونا اور مخلوق کے مشابہ ہونا لازم آتا ہے اور یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے حق میں عیب ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے اور یہ بات بھی ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے والی آیات سینکڑوں کی تعداد میں ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ماننا ان سینکڑوں آیات کے خلاف ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی پاکی کا بیان ہے۔

کتب فقہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور جہت اور جسم ماننے کو کفر قرار دیا ہے۔

چنانچہ یہ مسئلہ مندرجہ ذیل کتب میں مذکورہ مقامات پر مل سکتا ہے:

البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳	فتاوی رضویہ، جلد ۶، صفحہ ۳۳
مجمع الانہر، جلد ۲، صفحہ ۵۰۴، ۵۰۵	فتاوی عالمگیری، جلد ۲، صفحہ ۲۵۹
فتاوی تاتارخانیہ، جلد ۵، صفحہ ۴۶۴، ۴۶۶، ۴۶۷	بہار شریعت، حصہ ۹، صفحہ ۱۶۹
فتاوی قاضی خان ج ۳ ص ۵۸۰، ۵۷۸	طحطاوی علی الدرالمختار ج ۲ ص ۴۷۸

یہ چند کتب کے حوالے پیش کئے گئے ہیں ورنہ کتب تفسیر کے بلا مبالغہ سینکڑوں، کتب کلام کے سینکڑوں، کتب شروح حدیث کے سینکڑوں حوالے باقی ہیں جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے۔ اس کا کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو امام اہلسنت، مجدد دین وملت، مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی بے مثل تحقیق مبارک ''قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار'' کا مطالعہ فرمائیں۔ ہمارا مذکورہ بالا مضمون بھی تقریباً تمام تر وہیں سے ماخوذ ہے اور اس مضمون کے جملہ دلائل بھی اسی کتاب مبارک سے لے کر تسہیل کر کے بیان کئے گئے ہیں۔

جادو

✿...سوالات:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید کے بارے میں جس نے اپنی ایک کتاب میں درج ذیل باتیں لکھیں۔ صفحات کے نمبر بھی ساتھ حاضر ہیں۔

1 قرآن سمجھنے کے لئے آسان ہے یعنی حدیث کی ضرورت نہیں ص نمبر ۳۔ حدیث بخاری کو بخاری کی جھوٹی کہانی کہا ص ۸۔ حدیث یہودیوں کی سازش ہے ص ۵۔

2 علمائے دین کے خلاف یہ الفاظ بالترتیب استعمال کئے ''میری زندگی کا مقصد مولویوں کے خلاف جہاد ہے، مولوی یہودی، یہودیوں کے دلال، منافق، شیطان، منافق مولویوں پر اللہ کی لعنت، کتے کی طرح گندی زبان والے، یہودیوں کے جاسوس، گدھے سے بدتر، مولوی اپنے پیروں سمیت جہنم میں، مولوی کے سر میں بھوسہ، مولوی سود کھانا شروع کردے صفحہ: ۵، ۵، ۸، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۲، ۱۳، ۱۳، ۳۰، ۳۱۔

3 علماء کرام پر یہ الزامات لگاتا ہے:- مولوی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام پر جادو ہوا ص ۱۳۔ مولوی کہتے ہیں کہ نبی کو کوئی بات یاد نہ رہتی تھی ص ۱۶۔ دیوانگی اور کوئی بات یاد نہ رہنا ایک ہی چیز ہے ص ۱۶۔ جادو پر ایمان لانے والوں پر اللہ کی لعنت ص ۲۲۔ اور آخر میں لکھا جادو کا منکر کافر ہے ص ۳۹۔ سورہ فلق وناس مکہ میں اتریں ص ۳۲۔ جادو ہو جانا عیب ہے ص ۱۹۔

4 قرآن پاک کے بارے میں زید نے یہ لکھا: ''قرآن میں بہت نہیں البتہ تھوڑا اختلاف ہے ص ۳۸ قرآن میں ہے کہ کسی بیماری کا علاج قرآن سے نہیں ہو سکتا ص ۳۲ قرآن میں ہے کہ جادو پر ایمان لانے والوں پر اللہ کی لعنت ص ۳۳ قرآن میں ہے کہ شیطان مومن پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ص ۲۴ قرآن میں ہے کافر نبی ﷺ کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتے ص ۱۸ قرآن پر بے سوچے سمجھے اندھا دھند گر پڑو ص ۳۹۔

5﴾ بخاری کی جس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا اسے جھوٹی کہتا ہے اور دلیل دیتا ہے کہ قرآن میں ہے کافر نبی کریم ﷺ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ص ۱۸ نیز یہ دلیل دیتا ہے کہ یہودیوں نے جب نبی کریم ﷺ کو جادو زدہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی اور مذمت کی نیز یہ کہ سب صحابہ پر کیوں نہ جادو کیا اور اسی حدیث کی وجہ سے حدیث کا مطلقا انکار کیا اور علماء کے خلاف مندرجہ بالا باتیں کہیں نیز جن آیات میں گدھے، کتے، خنزیر، منافق، شیطان کا ذکر ہے۔ اسی حدیث بخاری کی وجہ سے وہ تمام آیات علماء پر لگا کر قرآن میں تحریف کی۔

لہٰذا علماء کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ ان تمام اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے زید کا حکم شرعی بیان کیا جائے۔ بینوا توجروا

✿...جوابات:

زید مذکور شدید جاہل بلکہ جہل مرکب کا شکار ہے کہ اولاً جاہل ہے اور ثانیاً اپنی جہالت کو علم سمجھتا ہے۔ سائل کے سوال میں جو کچھ مذکور ہے اگر سچ ہے تو زید منکر حدیث، بدزبان، علماء دین سے شدید بغض رکھنے والا، متضاد بیان، کاذب اور اسلام اور مسلمین کا بدترین دشمن ہے۔ اس کے اقوال وافعال کا رد سوالات کی ترتیب سے رقم کیا جاتا ہے۔

جواب نمبر 1: زید حقیقت میں ایک پرویزی منکر حدیث ہے۔ جس نے انکار حدیث کے فتنے کو پھیلانے کے لئے ایک نیا منافقانہ طریقہ اختیار کیا کہ مسلمان چونکہ نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت کرنیوالے ہیں لہٰذا اگر حدیثوں سے نبی کریم ﷺ پر معاذ اللہ بزعم خود عیب ثابت کئے جائیں تو لوگ حدیث کو چھوڑ دیں گے اور اس شیطان کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ مگر جاہل نے یہ نہ جانا کہ مسلمان اپنے پیارے نبی ﷺ کی پیاری حدیثوں کو نہیں چھوڑیں گے کیونکہ محبوب کی باتوں کو ٹھکرا دینا قانون محبت کے خلاف ہے۔ یقیناً مسلمان حدیثوں

کے خلاف زہر اگلنے والے کو ہی دھتکاریں اور لعن طعن کریں گے۔ زید چونکہ ایک بدگو، بدزبان منکر حدیث ہے لہذا پہلے ہم قرآن سے حدیث کا حجت ہونا ثابت کرتے ہیں اور جو حدیث کی مخالفت وانکار کرے اسکا انجام بیان کرتے ہیں۔ اللہ ﷻ نے فرمایا:

آیت نمبر 1:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ و یغفرلکم ذنوبکم (سورۂ آل عمران، آیت 13)

"اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہوجاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دیگا۔" (کنزالایمان)

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ محبت خدا کی واحد دلیل اتباعِ رسول ﷺ ہے اور اتباع رسول کہتے ہیں: الاتباع ان یسیر الرجل وانت تسیر ورائه واذا قلت اتبعته فکانك قفوته "اتباع یہ ہے کہ کوئی آدمی چلے تو تم اس کے پیچھے پیچھے چلو اور جب تم کہو" میں نے اسکی اتباع کی" پس گویا کہ تم اس کے پیچھے چلے۔" (لسان العرب)

معلوم ہوا اتباع کسی کے اقوال وافعال کی پیروی کا نام ہے۔ لہٰذا جب تک حضور پر نور ﷺ کے اقوال وافعال ہمیں معلوم نہ ہوں ہم ان کی پیروی نہیں کرسکتے اور سید دوعالم ﷺ کے اقوال وافعال ہمیں احادیث طیبہ سے ہی ملیں گے۔ تو جس نے حدیث کا ہی انکار کردیا اس نے حقیقت میں اس آیت پر عمل کرنے سے انکار کردیا جیسا کہ زید جاہل نے کیا۔

آیت نمبر 2:

قل اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول فان تولوا فان اللّٰہ لا یحب الکفرین

(آل عمران، آیت 32) "تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔" (کنزالایمان)

آیت نمبر3:

ومن یطع اللّٰہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا وذالک الفوز العظیم (نساء، آیت13) ''اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لیجائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔''

(کنزالایمان)

آیت نمبر4:

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ (نساء64) ''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اسکی اطاعت کی جائے۔''

(کنزالایمان)

ان آیاتِ مبارکہ سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

1﴾... رسول کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ اسکی اطاعت کی جائے۔

2﴾... رسول کی اطاعت سے منہ پھیرنے والا کافر ہے۔

3﴾... رسول کی اطاعت ہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

4﴾... رسول کی اطاعت کا صلہ جنت ہے۔ اطاعت حکم ماننے کو کہتے ہیں۔ تو رسول اکرم، نورِ مجسم ﷺ کے احکام کہاں سے معلوم ہوں گے؟ یقیناً احادیث طیبہ سے معلوم ہوں گے تو جو احادیث کا انکار کرنیوالا اور اس سے روکنے والا ہے وہ بڑی کامیابی، دائمی جنت اور حکم خداوندی پر عمل سے روکنے والا اور کافر بننے کا مشورہ دینے والا ہے۔

آیت نمبر5:

یایھا الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان و

معصیة الرسول وتناجوا بالبر والتقوی واتقوا اللّٰہ الذی الیہ تحشرون (سورۃ المجادلۃ 9)

''اے ایمان والو جب تم آپس میں مشورہ کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کرو اور اللہ سے ڈرو جسکی طرف اٹھائے جاؤ گے۔'' (کنزالایمان)

احکام خداوندی کی خلاف ورزی گناہ، حدود الہیہ کو توڑنا زیادتی اور سنت رسول ﷺ کی مخالفت معصیت رسول ہے۔ اب غور کریں جب تک ہمیں معلوم نہ ہوگا کہ فرمان رسول اور حکم رسول کیا ہے اس وقت تک رسول کی نافرمانی سے بچنا محال ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ کے احکام وفرامین ہی حدیث کہلاتے ہیں۔ تو جس نے حدیث کا انکار کیا اور دوسروں کو کرنے کی ترغیب دی اس نے رسول کی نافرمانی خود بھی کی اور دوسرے کو بھی کرنے پر ابھارا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ زید جاہل خدا کا دشمن ہے کہ اللہ عزوجل تو رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچنے کا حکم فرماتا ہے اور زید جاہل نافرمانی کرنے پر زور دیتا ہے۔

آیت نمبر6:

قاتلوا الذین لا یومنون باللّٰہ ولا بالیوم الآخر ولایحرمون ماحرم اللّٰہ ورسولہ (سورۂ توبہ، آیت 29)

''لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اسکے رسول نے۔'' (کنزالایمان)

اس آیت میں رسول کے حرام کردہ کو حرام نہ ماننے والوں سے جہاد کا حکم فرمایا اور جن چیزوں کو اللہ عزوجل کے پیارے رسول ﷺ نے حرام کیا ان کا پتہ ہمیں حدیث سے ہی معلوم ہوگا۔ تو جس نے حجیت کا انکار کیا اور دوسروں پر زور دیا تو یقیناً اس نے آیت پر عمل کرنے

سے دوسروں کو روکا۔ اور جو قرآن کے حکم پر عمل کرنے سے روکے اسکے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولئك هم الفاسقون ''اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی فاسق ہیں۔'' (المائدۃ، آیت 47، کنزالایمان)

آیت نمبر 7:

فلا وربك لایومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما

(النساء، آیت 65)

''تو اے محبوب تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔'' (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے فیصلوں کو تسلیم نہ کرنے والا مومن نہیں اور حضور اقدس ﷺ کے فیصلے احادیث سے ہی معلوم ہوں گے۔ تو جس نے حدیث کا مطلقا انکار کردیا اس نے حضور پرنور ﷺ کے فیصلے کو ماننے سے انکار کردیا اور ایسا آدمی بحکم قرآن کافر ہے۔

آیت نمبر 8:

وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنه فانتھوا ''اور جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔''

(الحشر، آیت ۷، کنزالایمان)

اس آیت میں جو کچھ رسول پاک ﷺ عطاء فرمائیں اسے قبول کرنے اور جس سے منع فرمائیں اس سے رکنے کا حکم فرمایا ہے اور قرآن وحدیث دونوں ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے

ہی ملے ہیں۔ تو جو حدیث سے خود رکے اور دوسرے کو قبول کرنے سے روکے وہ فرمان خداوندی کا مخالف اور دوسروں کو مخالف بنانے والا ہے اور ایسے کے بارے میں قرآن پاک میں ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الکفرون ''اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔'' (المائدۃ،44،کنزالایمان)

لہٰذا حدیث مبارکہ کا مطلقاً انکار کرنیوالا کافر ہے۔

آیت نمبر9:

وانزل اللہ علیك الکتاب والحکمۃ ''اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری۔'' (النساء،آیت113،کنزالایمان)

آیت نمبر10:

ویعلمکم الکتب والحکمۃ ''اور یہ رسول تمہیں کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے۔'' (البقرۃ،آیت151،کنزالایمان)

آیت نمبر11:

ویعلمهم الکتب والحکمۃ ''اور انہیں (لوگوں کو) کتاب اور پختہ علم سکھائے۔'' (البقرۃ،آیت151،الجمعۃ2،کنزالایمان)

آیت نمبر12:

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیهم ''اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار کتاب اتاری تاکہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا۔'' (النحل،آیت44،کنزالایمان)

آیت نمبر 13:

یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم

''وہ (نبی) انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا۔ اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔''

(الاعراف، آیت 157، کنزالایمان)

ان پانچ آیات سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے:

1﴾... اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ حکمت بھی اتاری اور وہ حکمت حدیث ہے اور قرآن وحکمت سے بعینہ ایک چیز مراد لینا جہالت ہے کہ دونوں کو ''واؤ'' کے ذریعے جدا جدا کرکے بیان کیا گیا۔

2﴾... نبی کریم ﷺ کا آیات قرآنیہ کو پڑھنا تلاوت ہے جسے **یتلوا علیکم ایتنا** (البقرہ، آیت 151) سے بیان کیا۔ اور ان آیات کی تشریح وتوضیح حدیث ہے۔ جسے تعلیم کتاب وحکمت وتبیین سے بیان فرمایا جیسا کہ آیت نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۲ سے واضح ہے۔

3﴾... نبی کریم ﷺ پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام فرماتے ہیں۔ اور ان حلال وحرام چیزوں کی تفصیل احادیث میں ہی ملے گی۔

4﴾... نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد تلاوت آیات بھی ہے اور تعلیم وتبیینِ آیات بھی۔ اور قرآن کی تلاوت اور اسکی تشریح وتوضیح یقیناً دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ قراءت وتوضیح کو ایک جاننا جہالت ہے اور ایک کو ماننا اور دوسری چیز کا انکار کرنا کفر ہے قرآن پاک میں ہے:

افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا ویوم القیمۃ یردون الی اشد العذاب "تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔" (البقرہ، آیت 85، کنزالایمان)

آیت نمبر 14 :

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللّٰہ والیوم الاخر "بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ اس کے لئے کہ جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو۔" (الاحزاب، آیت 21، کنزالایمان)

اس آیت میں سید دوعالم ﷺ کی زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کی زندگی مبارکہ کے شب وروز اور آپ ﷺ کے اقوال وافعال ومعاملات ہمیں صراحت کے ساتھ قرآن میں نہیں مل سکتے بلکہ اس کے لئے ہمیں احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا تو جس نے حدیث کا مطلقاً انکار کر دیا اس نے اس آیت پر عمل کرنے سے یقیناً انکار کر دیا۔ نیز اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی زندگی کو ان لوگوں کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ تو جس نے حدیث کا مطلقاً انکار کر کے حضور اقدس ﷺ کی حیاۃ طیبہ کو بہترین نمونہ ماننے سے انکار کر دیا اس کا اللہ عزوجل اور قیامت پر ایمان نہیں۔

آیت نمبر 15 :

وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللّٰہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللّٰہ ورسولہ فقد ضل ضلالا

مبینا ''اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا اختیار رہے۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔''

(الاحزاب، آیت 36، کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اسکے رسول کے فیصلے کے بعد کسی کو اسکی مخالفت کا اختیار نہیں رہتا۔ اور زید جاہل نے فرمانِ رسول ﷺ کی صرف مخالفت نہیں بلکہ صریح انکار کیا ہے۔ تو ایسوں پر خدا کا فتوی ہے کہ وہ صریح گمراہی میں بہک رہے ہیں لہٰذا جو مومن ہے وہ تو حدیث رسول ﷺ کو سر آنکھوں پہ رکھے گا اور حدیث کو ٹھکرانے والا گمراہ، بہکا ہوا ہے جیسے زید کا حال ہے۔

آیت نمبر 16 :

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین ''بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔'' (المائدہ، آیت 15، کنز الایمان)

نور سے مراد حضور پرنور، شافع یوم النشور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ جو اس نور کی روشنی میں کتاب مبین (قرآن) پڑھے وہ کامیاب اور ہدایت پانے والا اور جو اس نور سے بے پرواہ ہو کر قرآن سمجھنے کی کوشش کرے وہ ناکام، نامراد اور گمراہ ہے۔ اور زید جاہل کا حال بھی یہی ہے لہٰذا وہ گمراہ ہے۔

آیت نمبر 17 :

یومئذ یود الذین کفروا و عصوا الرسول لو تسوی بھم الارض ''اس دن تمنا کریں گے وہ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے۔'' (النساء، آیت 42، کنز الایمان)

آیت نمبر 18:

یوم تقلب وجوههم فی النار یقولون یلیتنا اطعنا اللّٰه واطعنا الرسول

''جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہونگے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔''

(الاحزاب، آیت 66، کنزالایمان)

آیت نمبر 19:

واذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل اللّٰه والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنك صدودا ''اور جب ان سے کہا جائے اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔''

(النساء، آیت 61، کنزالایمان)

آیت نمبر 20:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لهم الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا ''اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔''

(النساء، آیت 115، کنزالایمان)

ان چار آیات کریمہ کی روشنی میں زید جاہل کا انجام دیکھیں جس نے اطاعت رسول ﷺ سے انکار کیا اور حدیث رسول ﷺ کو یہودیوں کی سازش قرار دیا۔ آیات کے

فوائد:

1﴾... حدیث رسول ﷺ کا انکار کرنیوالا بروز قیامت اعمال نامہ دیکھ کر شدید پریشان ہوگا۔

2﴾... اسکو آگ کا شدید عذاب دیا جائے گا۔

3﴾... قرآن کی طرف آنے والا مگر رسول خدا ﷺ سے منہ موڑنے والا منافق ہے اور منافقین بدترین کافر اور خبیث ہیں۔

4﴾... رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنیوالے کا ٹھکانہ جھنم ہے۔

5﴾... اللہ تعالیٰ نے ایسے کی رسی ڈھیلی کر رکھی ہے تاکہ جدھر چاہے جائے جیسے کتے کی رسی ڈھیلی چھوڑ کر اسے ہر طرف بھونکنے کی اجازت دے دی جاتی ہے، مگر بعد میں رسی کھینچ کر بند کر دیا جاتا ہے۔

6﴾... نجات کا راستہ وہ ہے جس پر عام مسلمان چلتے ہیں ان سے ہٹ کر علیحدہ راستہ بنانے والا گمراہ اور جہنمی ہے۔ اور یہ بات بلا تامل کے واضح ہے کہ عام مسلمانوں کا راستہ اس وقت پوری دنیا میں یہی ہے کہ وہ احادیث طیبہ کو قبول کرتے اور سر آنکھوں پر رکھتے ہیں تو جو ان سے ہٹ کر راستہ بنانے والا ہے اور حدیث کا انکار کرنیوالا ہے وہ یقیناً گمراہ اور جہنمی ہے، اور دوسروں کو گمراہ کرنیوالا ہے۔

اتمام حجت تو ان آیات کریمہ سے ہو چکا مگر مزید برکت کے لئے جان جہان، جانِ ایمان، محبوبِ رحمان ﷺ کی چند احادیث مقدسہ بھی ذکر کی جاتی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ زید اور اسکے گروہ کے لوگ انکار حدیث کا فتنہ اٹھا کر کس طرح اسلام کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔

حدیث نمبر1: ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ نبیہ (موطا باب النھی عن القول بالقدر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑ دیں جب تک انہیں تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے (ایک) اللہ کی کتاب اور (دوسری) اس کے نبی ﷺ کی سنت۔''

حدیث نمبر2: نضر اللّٰہ امرء سمع مقالتی فوعاھا فاداھا کما سمعھا (روی ابوداؤد، والترمذی فی کتاب العلم، بالفاظ مختلفۃ)

''اللہ تعالیٰ اس آدمی کو تروتازہ (خوش) رکھے جس نے میری حدیث سنی پھر اسے خوب یاد رکھا پھر جیسے سنا ویسے ہی اسے آگے پہنچادیا۔''

حدیث نمبر3: فان دمائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا........ الا لیبلغ الشاھد منکم الغائب (بخاری، جلد1 صفحہ 21، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

''بیشک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس مہینہ (ذوالحجہ) میں اس شہر (مکہ) میں اس دن (عرفہ) کی حرمت ہے ......خبردار جو موجود ہے وہ غیر موجود تک (یہ حدیثیں) پہنچادے۔''

حدیث نمبر4: عن ابی رافع قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا الفین احدکم متکئا علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نھیت عنہ فیقول لاادری ما وجدنا فی کتاب اللّٰہ اتبعناہ (رواہ احمد وابوداؤد/والترمذی/وابن ماجہ/والبیھقی فی دلائل النبوۃ/ مشکوۃ/صفحہ 49، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

''حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں ہرگز تم میں سے کسی کو اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا نہ پاؤں کہ اس کے پاس میرے حکموں میں سے کوئی حکم یا میری ممانعت پہنچے تو وہ کہہ دے ''میں نہیں جانتا ہم جو اللہ کی کتاب میں پائیں گے اسی پر عمل کریں گے۔''

حدیث نمبر5: عن المقدام ابن معدیکرب قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الا انی اوتیت القران ومثلہ معہ الا یوشك رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القران فماوجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ

وان ما حرم رسول اللّٰہ کما حرم اللہ الا لا یحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع ولا لقطۃ معاہد الا ان یستغنی عنھا صاحبھا

(رواہ ابوداؤد/والدارمی/وابن ماجہ/مشکوۃ/صفحہ 29، مطبوعہ قدیم کتب خانہ کراچی)

''حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار بیشک مجھے قرآن اور اسکی مثل اور (حدیث) بھی دیا گیا خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا تخت پر بیٹھا کہے گا۔ اے لوگو تم پر قرآن کی اطاعت لازم ہے۔ جو اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جسے حرام پاؤ اسے حرام جانو۔ اور بیشک رسول اللہ ﷺ نے جسے حرام کیا وہ اسی طرح حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کیا۔ خبردار تمھارے لئے گھریلو گدھا حلال نہیں اور کوئی نوکیلے دانتوں والا درندہ بھی حلال نہیں اور زمین کی گری پڑی چیز حلال نہیں مگر یہ کہ چیز کے مالک کو اسکی پرواہ نہ ہو۔''

ان احادیث مبارکہ کو غور سے دیکھیں کہ نبی کریم ﷺ نے کیسے اس فتنہ سے خبردار فرمایا۔ اور حدیث کو یاد کرنے اور آگے سنانے، یاد کرانے کا حکم فرمایا اور زید جاہل کو دیکھیں کہ کیسے نبی کریم ﷺ کے فرامین کو ٹھکراتا اور ان کا مذاق اڑاتا ہے اور حدیث کا مصداق یعنی فتنے پھیلانے والا بن رہا ہے زید جاہل نے انکار حدیث کا جو فتنہ پھیلانے کی کوشش کی ہے۔

اس کا بھیانک نتیجہ دیکھیں۔ جب حدیث مبارک کا علی الاطلاق انکار کر دیا جائے گا تو پانچ نمازیں، ان کی ادائیگی کا طریقہ، ترتیب، اوقات کی تعیین تسبیحات وتکبیرات، قراءت وغیرہ سب کچھ ختم ہو جائے گا کہ ان میں کوئی چیز بھی صراحۃ قرآن میں نہیں۔ اسی طرح زکوۃ کی مقدار، کتنے عرصے بعد فرض ہوتی ہے بکریوں، اونٹوں، گائے بھینس میں زکوۃ زمین کے عشر وخراج کی مقدار، حج کا مخصوص طریقہ، مخصوص ایام، مخصوص مقامات میں مخصوص دنوں میں جانا، اور اورادوظائف پڑھنا، طواف کے چکروں کی تعداد، احرام کا طریقہ، حجر اسود کو چومنا،

صفامروہ کی سعی کے چکروں کی تعداد، منیٰ میں جانا، جمرات کو کنکریاں مارنا وغیرھا سب کچھ ختم ہو جائیگا کیونکہ ان میں سے کوئی چیز بھی صراحۃً تفصیل کے ساتھ قرآن پاک میں نہیں۔

اسی طرح حرام چیزوں کی طرف آئیں، بھنگ، چرس، افیون، خنزیر کی کھال، چربی، ہڈی یونہی کتے، بلّے چوہے، مینڈک، گیدڑ، بندر وغیرھا درندے یونہی کوے، عقاب، شکرے، چمگادڑ وغیرھا پرندے یونہی سانپ، بچھو کیچوے، لال بیگ جمیع حشرات الارض وغیرھا بیشمار چیزیں ہیں جن کی حرمت صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں نہیں۔ لہٰذا زید جاہل کے نزدیک یہ سب چیزیں حلال قرار پائیں گی اور اسکی خوراک میں شامل ہونگی، الغرض زید جاہل نے ایسے فتنے کی کوشش کی ہے جسکی رُو سے شریعت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ حلال وحرام کی تمیز اٹھ جائے اور زید نے لوگوں کو حرام خور بلکہ نجاست خور بنانے کی طرف پیش قدمی کی ہے۔ اور ان سب سے پہلے یہ خود حرام خور اور نجاست خور بن چکا۔ اور کوئی عقلمند ایسے جاہل، احمق کے پیچھے نہیں چل سکتا جو حرام خور اور نجاست خور ہو اور شاید اسی نجاست خوری کا اثر ہے کہ زید کے منہ سے احادیث رسول ﷺ اور علماء کرام کے خلاف نجاست اور گندگی ہی نکلتی ہے۔ کل اناء یترشح بما فیہ ''ہر برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔''

بحکم قرآن وحدیث زید مذکور جاہل، احمق، دشمنِ خدا، عدو مصطفیٰ ﷺ، بدخواہ اسلام، حلال وحرام کی تمیز اٹھانے والا، شہرت کا بھوکا، یہودیوں کا آلہ کار، خبیث، منافق، خدا کی طرف سے ڈھیل دیا ہوا، تلمیذ شیطان، بہکا ہوا، گمراہ، گمراہ کرنیوالا اور حدیث کا مطلقاً انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہے۔

جواب نمبر 2 : زید کی علمائے دین کے خلاف خرافات اس کے بدگو، بدزبان، بدبخت اور شقی القلب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ زید کی خرافات وہذیانات کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے فرامین پڑھیئے اور دیکھئے کہ زید کس طرح خدا اور رسول (جل وعلا و ﷺ) کی مخالفت پر ڈٹا ہوا ہے۔

آیت نمبر 1:

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون انما یتذکر الوالباب ”تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اورانجان (جاہل) نصیحت وہی مانتے ہیں جوعقل والے ہیں۔“ (الزمر،آیت9،کنزالایمان)

آیت نمبر2:

یرفع اللّٰہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت ”اللہ تمہارے ایمان والوں کے اوران کے جن کوعلم دیا گیادرجے بلندفرمائے گا۔“

(المجادلۃ،آیت 11،کنزالایمان)

آیت نمبر3:

انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء ”اللہ سےاس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جوعلم والے ہیں۔“ (فاطر،آیت28،کنزالایمان)

آیت نمبر4:

یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا
”اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہےاور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔“

(البقرہ،آیت269،کنزالایمان)

آیت نمبر5:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ”علم والوں سے پوچھوا گرتم نہیں جانتے۔“

ان آیات کریمہ کودیکھیں اورزیداحمق کی ہذیانات کودیکھیں اللہ تعالٰی فرمارہاہے کہ:

1... علماء کے برابرکوئی نہیں۔

2... اللہ تعالٰی نے علماء کے درجے بلندفرمائے۔

3... علماءہی خوف خدارکھتے ہیں۔

4﴾... علماء کو خیر کثیر (حکمت) دی گئی۔

5﴾... عوام پر علماء کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

دیکھیں اللہ تعالیٰ علماء کی شان بیان فرماتا ہے۔ ان کی محبت عوام کے دل میں پیدا فرماتا ہے۔ انہیں علماء کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرماتا ہے اور زید جاہل کو دیکھیں فرمانِ خدا کے خلاف علماء کے متعلق بدزبان اور بکواس کرتا ہے عوام کو ان سے متنفر کرتا ہے۔ اور لوگوں کو علماء سے دور کرتا ہے۔ گویا زید نے خدا ﷻ کی مخالفت کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اب احادیثِ مبارکہ سنئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حدیث نمبر1: ان العلماء هم ورثة الانبياء ورثوا العلم من اخذه اخذ بحظ وافر ومن سلك طريقا يطلب به علما سهل الله له طريقا الى الجنة

(بخاری، جلد 1، صفحہ 16، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

"بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء وراثت میں علم چھوڑتے ہیں۔ جس نے علم لے لیا اس نے بہت بڑا حصہ پایا اور جو کسی راستے پر علم کی طلب میں چلے اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت کی طرف راستہ آسان کر دیتا ہے۔"

حدیث نمبر2: من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين

(بخاری، جلد 1، صفحہ 16، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

"جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔"

حدیث نمبر3: لا حسد الا فى اثنتين رجل اتاه الله مالا فسلطه هلكته فى الحق ورجل اتاه الله الحكمة فهو يقضى بها ويعلمها "رشک نہیں مگر دو چیزوں میں وہ مرد جسے اللہ نے مال دیا پھر اسے حق راستے میں خرچ کرنے پر لگا دیا اور وہ مرد جسے اللہ تعالیٰ نے پختہ علم عطا فرمایا تو وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور علم سکھاتا ہے۔"

(بخاری، جلد 1، صفحہ 17، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

حدیث نمبر4: نضر اللّٰہ امرء سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه غیره فرب حامل فقه الی من هو افقه منه ''اللہ تعالیٰ اس شخص کوتر وتازہ (خوش) رکھے جس نے ہماری کوئی حدیث سنی پھر اسے یاد رکھ کر دوسرے تک پہنچا دیا کئی حدیث یاد کرنے والے اپنے سے بڑے فقیہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ (ترمذی، جلد2، صفحہ90، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

حدیث نمبر5: من احیٰ سنة من سنتی قد میتت بعدی کان له من الاجر مثل من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیأ ''جس نے میری کسی ایک سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مٹ چکی تھی اس کے لئے اس سنت پر عمل کرنیوالوں کے برابر ثواب ہے بغیر اس کے کہ عمل کرنیوالوں کا ثواب کم ہو۔''

(ترمذی، جلد2، صفحہ92، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

حدیث نمبر6: فقیه اشد علی شیطان من الف عابد ''ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھری ہے۔'' (ترمذی، جلد2، صفحہ93، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

حدیث نمبر7: من سلك طریقا یبتغی فیه علما سلك اللّٰہ به طریقا الی الجنة وان الملائکة لتضع اجنحتها رضی لطالب العلم وان العالم لیستغفر له من فی السموت ومن فی الارض حتی الحیتان فی الماء وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب (ترمذی، جلد2، صفحہ93)

''جو علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے۔ اور بیشک طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ اور عالم کے لئے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں سب مغفرت کی دعا کرتے ہیں حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چاند کو تمام ستاروں پر۔''

حدیث نمبر8: فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم ثم قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ وملائکته واهل السموت والارضین حتی النملة فی جحرها و حتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر (ترمذی، جلد2، صفحہ93)

''عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ اور اسکے فرشتے اور آسمان وزمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی سب لوگوں کو بھلائی سکھانے والے کے لئے دعا کرتے ہیں۔''

حدیث نمبر 9: عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال خرج رسول اللّٰہ ﷺ ذات یوم من بعض حجرہ فدخل المسجد فاذا ھو بحلقتین احدٰھما یقرؤون القران ویدعون اللّٰہ والاخری یتعلمون ویعلمون فقال النبی ﷺ کل علی خیر ھؤلاء یقرؤون القران ویدعون اللّٰہ فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم وھولاء یتعلمون ویعلمون وانما بعثت معلما فجلس معھم

(ابن ماجہ، صفحہ 21، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ حجرے سے مسجد میں تشریف لائے وہاں دو حلقے لگے ہوئے تھے۔ ایک حلقے والے قرآن پڑھتے اور دعا مانگ رہے تھے اور دوسرے حلقے والے علم دین سیکھنے سکھانے میں مشغول تھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ سب خیر پر ہیں یہ قرآن پڑھانے اور دعا مانگنے میں لگے ہیں اللہ چاہے تو انہیں دے اور چاہے تو نہ دے اور دوسرے علم سیکھنے سکھانے میں لگے ہیں اور مجھے بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہے پھر آپ ﷺ دوسرے حلقہ میں تشریف فرما ہوگئے۔''

حدیث نمبر 10: من جاء ہ الموت وھو یطلب العلم لیحی بہ الاسلام فبینہ و بین النبیین درجۃ واحدۃ فی الجنۃ

(رواہ الدارمی مشکوٰۃ، صفحہ 36، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

''جس کے پاس موت اس حال میں آئے کہ وہ آدمی علم کی طلب میں ہوتا کہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے اس کے درمیان اور انبیاء کے درمیان جنت میں ایک درجے کا فرق ہوگا۔''

حدیث نمبر 11: من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ حتی یرجع ”جو علم کی طلب میں نکلا وہ اللہ کے رستے میں ہے حتی کہ لوٹ آئے۔“

(رواہ الترمذی والدارمی، مشکوٰۃ، صفحہ 34)

حدیث نمبر 12: اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له ”جب آدمی مرجاتا ہے تو اسکا عمل ختم ہوجاتا ہے مگر تین عمل: ﴿1﴾ صدقہ جاریہ ﴿2﴾ وہ علم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے ﴿3﴾ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔“ (رواہ مسلم مشکوٰۃ 32)

سردست یہ بارہ حدیثیں پیش خدمت ہیں، ان سے جو علماء کرام کی عظمت وشان معلوم ہوئی وہ درج ذیل ہے:

1﴾... علماء انبیاء کے وراث ہیں۔

2﴾... علماء کے لئے جنت کے راستے آسان ہیں۔

3﴾... علماء کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا ارادہ فرمایا۔

4﴾... حدیث اور علم کو یادرکھنے والے کے لئے نبی کریم ﷺ خوشحالی کی دعا فرماتے ہیں۔

5﴾... ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔

6﴾... عالم کیلئے فرشتے پر بچھاتے ہیں۔

7﴾... زمین وآسمان والے عالم کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

8﴾... عالم عابدوں سے افضل ہے۔

9﴾... نبی کریم ﷺ کو عابد سے زیادہ عالم سے محبت ہے۔

10﴾... عالم اور انبیاء جنت میں قریب ہونگے۔

11﴾... طلب علم میں جانے والا مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔

12﴾... عالم کا علم موت کے بعد بھی اسے نفع دیتا ہے۔

لہٰذا جو آدمی انبیاء کا وارث، جنت کے راستے پر چلنے والا، جنتی، خیر کا حامل، شیطان کے لئے باعث تکلیف فرشتوں کے ہاں قابل تعظیم، اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ میں پسندیدہ، جنت میں انبیاء کے قریب، مجاہد فی سبیل اللہ اور موت کے بعد بھی اپنے عمل سے نفع پانے والا ہو اس سے بغض نہ رکھے گا مگر بدبخت، جاہل، احمق دشمن خدا و رسول، جہنمی، ذلیل اور شیطان کا ساتھی کیونکہ عالم شیطان پر بھاری ہوتا ہے اسی وجہ سے زید کو اپنے پیر شیطان کو تکلیف دینے والا برا لگتا ہے۔ اب علماء دین کے خلاف ایسی بکواس کرنیوالے کا حکم شرعی سنئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ثلاثة لا یستخف بحقهم الا منافق بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام و ذو العلم و امام مقسط "تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور عالم دین اور بادشاہ اسلام عادل۔"

(المعجم الکبیر، جلد 8، صفحہ 238، المکتبۃ الفیصلیۃ)

نیز مجمع الانہر میں ہے: من قال لعالم عویلم عل وجه الاستخفاف کفر "جو کسی عالم دین کو تحقیر کے طور پر عویلم (مولویا) کہے کافر ہو جائے گا۔"

(مجمع الانہر، جلد 1، صفحہ 695، داراحیاء التراث العربی بیروت)

اور جو سب پیروں کے بارے میں جہنمی ہونے کا کہا تو حکم شرعی اس پر بھی لگے گا۔ مجمع الانہر میں ہے: والاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصد به الاستخفاف کفر "سادات اور علماء کی بے عزتی کرنا کفر ہے۔ جو شخص تحقیر کے ارادے سے مولوی کو مولویا، عالم کو عویلم اور علوی کو علیوی کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔" (مجمع الانہر، جلد 1، صفحہ 695، داراحیاء التراث العربی بیروت)

نیز اولیاء کرام کے بارے میں مذکورہ قول پر اللہ عزوجل کا فتوی بھی پڑھئے: من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب "جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے تو میں اسے اعلان جنگ کرتا ہوں۔"

(بخاری)

جواب نمبر 3 : زید کے مذکورہ اقوال اس کے شدید جاہل، احمق اور دو رخا ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ موسی علیہ السلام پر جادو ہوا یہ صرف علماء نہیں کہتے اللہ تعالیٰ کا کلام بھی فرماتا ہے:

یخیل الیه من سحرهم انها تسعی ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ خیال ڈالا گیا کہ ان کہ سحر کی وجہ سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑ رہی ہیں۔'' (طہ، آیت 66)

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو ان رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپوں کی شکل میں دوڑتے ہوئے دیکھ کر طبعاً خوف محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا موسی لاتخف انی لا یخاف لدی المرسلون ''اے موسیٰ ڈرو نہیں میرے حضور ڈرا نہیں کرتے جو رسول بنائے جاتے ہیں۔''

(سورۃ النمل، آیت 10)

البتہ یہ ہے کہ اُن جادوگروں کا جادو محض نظر بندی تھا اس سے بڑھ کر نہیں۔ زید جاہل کا دوسرا قول کہ ''مولوی کہتے ہی۔ نبی کریم ﷺ سب کچھ بھول جاتے تھے'' محض افتراء و جھوٹ ہے بخاری کی حدیث کے واضح الفاظ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جادو کے اثر کو زائل کرنے کی دعا مانگی اور دعا بالکل صحیح الفاظ پڑھی۔ تو جس عالم دین نے یہ الفاظ پڑھے ہیں وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ سب کچھ بھول جاتے تھے زید کے جھوٹ کا جواب صرف یہ ہے:

الا لعنة اللّٰه علی الظلمین ''خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

الا لعنة الله علی الکاذبین ''خبردار جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

زید جاہل کا قول کہ ''دیوانگی اور ہر بات بھول جانا ایک ہی چیز ہے'' یہ قول سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ زید کو پاگل خانے میں داخل کروانا چاہیے کہ احمق کو بدیہیات کی بھی خبر نہیں۔ اپنے محلے کے کسی بچے سے پوچھ لے تو وہ بھی زید کی حماقت و جہالت کا پول کھول دے گا۔

اور اگر ہم سے مشورہ مانگے تو آسان جواب ہے کہ قبول اسلام کے بعد طب یا اصول فقہ کے ابتدائی رسائل دیکھ کر نسیان اور جنون کی تعریفوں میں فرق دیکھ لے۔

زید کا قول ''جادو پر ایمان لانے والوں پر اللہ کی لعنت اور دوسرا قول کہ جو جادو کا انکار کرے وہ کافر ہے'' اس قول کی رو سے اگر زید جادو کو مانتا ہے تو اپنے قول کی رُو سے لعنتی اور نہیں مانتا تو کافر ہے۔ حماقت، جہالت ضلالت ایسے ہی ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے خود کو کافر و لعنتی لکھ کر اظہار حقیقت کر دو۔

زید کا قول کہ سورۃ فلق و ناس مکہ میں اتریں اس کی شدید جہالت پر دال ہے کہ اس بات کا پتہ زید کو کہاں سے ہوا قرآن سے یا حدیث سے؟ قرآن میں تو نہیں ہے یقیناً حدیث سے ہوا اور حدیث ماننے والوں کو اس نے جو القاب دیئے اب وہ اس پر لوٹیں گے تو زید اپنے قول کے مطابق یہودی، یہودیوں کا دلال، منافق، شیطان، لعنتی، کتا، گدھے سے بدتر، یہودیوں کا جاسوس، جہنمی، سر میں بھوسہ بلکہ گوبر بھرا ہوا اور خنزیر خور ہے۔ واہ رے جہالت و حماقت کیا کہنے تیرے۔

زید کا قول فاسد'' جادو ہو جانا عیب ہے'' عجیب جاہلانہ قیاس ہے، کیا جو چیز ایک کے حق میں عیب ہے وہ دوسرے کے حق میں بھی عیب ہونا ضروری ہے۔ انسان کا ننگے پھرنا عیب مگر جانور کے لئے نہیں، غیر شادی شدہ کے ہاں بچہ ہونا عیب شادی شدہ کے لئے نہیں۔ دعوی نبوت غیر نبی کے لئے عیب نبی کیلئے نہیں۔ جادو کا ہونا بتقاضائے بشریت ہے تو جیسے احد شریف میں تقدیر خداوندی سے زخمی ہونا، خون نکلنا، نقاہت طاری ہونا عیب نہیں یونہی جادو ہو جانا بھی عیب نہیں۔

جواب نمبر 4 : قرآن پاک میں اختلاف ماننا قرآن کو عیب لگانا ہے اور قرآن کو عیب لگانا کفر ہے۔ کہ قرآن کلام الٰہی اور کلام الٰہی صفت خداوندی ہے تو جس نے قرآن کو

عیب لگایا اس نے اللہ تعالیٰ کو عیبی مانا اور یہ کفر ہے۔ اور آیت میں اختلاف کثیر سے یہ مر
ہے کہ قرن مجید کثیر علوم پر مشتمل ہے اور علوم کی مختلف انواع ہیں ۔ اور قرآن میں کسی نو
کے اعتبار سے اختلاف نہیں یعنی اگر ہر نوع میں یا ہر علم میں ایک بات بھی مختلف ہوتی
قرآن مجید بے شمار اختلافات کا مجموعہ بن جاتا لیکن اس کی کسی ایک بات میں بھی اختلاف
نہیں تو کثیر اختلاف کیسے ہوسکتا ہے۔

زید کا قول ''قرآن میں ہے کہ کسی بیماری کا علاج قرآن سے نہیں ہوسکتا۔'' یہ محض
جھوٹ اور افتراء ہے۔ قرآن مجید میں یہ بات کہیں نہیں کیونکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا سچا کلا
ہے۔ اور یہ بات بالکل جھوٹ ہے ۔ کہ قرآن سے علاج نہیں ہوسکتا ۔ لاکھوں لوگوں
مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ قرآن کے ذریعہ کامیاب علاج کیا گیا۔ بلکہ کئی بیماریاں ایسی ہیں
جن کا قرآن کے بغیر علاج بہت مشکل ہے۔ کینسر کے مریضوں کو شفایاب ہوتے میں
اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ قرآن کو جھوٹا سمجھیں گے۔ اس سے زید کی قرآن سے محبت کے
دعویٰ کا بھی پول کھل گیا۔ کہ حقیقت میں انکارِ حدیث کے ضمن میں قرآن کا بھی انکار کرا
کی کوشش کررہا ہے۔ زید کے جھوٹے اور مفتری ہونے پر قرآن مجید کی آیت پڑھئے:

ونننزل مِن القرآن ما هو شفاء و رحمة للمومنين ''اور ہم قرآن
سے نازل کرتے ہیں جو شفاء اور رحمت ہے مومنوں کے لئے۔''

(الاسراء، آیت 82)

دیکھیں اللہ تعالیٰ قرآن پاک کو شفاء فرماتا ہے اور زید کہتا ہے ہرگز شفاء نہیں ہے۔ یہ
ہے انکارِ حدیث کا انجام کہ انکارِ قرآن تک جا پہنچے۔

زید جاہل کا قول کہ: ''قرآن پاک میں ہے جادو پر ایمان لانے والوں پر اللہ کی لعنت''
یہ قول بھی زید کی جہالت پر مبنی ہے۔ انبیاء کو چھوڑ کر جادو ماننا ضرور کفر ہے مگر مطلقاً جادو ماننا

ہرگز کفر نہیں بلکہ یہ بات ثابت ومشاہد ہے (مشاہدہ میں) ہے اور لعنت کا ذکر بھی نہیں۔

زید کا چوتھا قول کہ قرآن میں ہے شیطان مومن پر اثر انداز نہیں ہوسکتا'' یہ بھی جھوٹ ہے قرآن پاک میں مطلقاً یہ نہیں فرمایا گیا بلکہ ''الا عبادك منهم المخلصين'' ہے یعنی شیطان خالص اور خاص بندوں پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ نہ کہ ہر مومن کے لئے یہ ہے۔ کیا زید اپنے آپ کو مومن نہیں سمجھتا اور کیا اس سے کبھی گناہ سرزد نہیں ہوا؟ اگر کہے نہیں ہوا تو صریح جھوٹ ہے کہ ہوسکتا ہے اسکی ساری زندگی تاریک ہو اور اگر کہے گناہ زندگی میں کبھی ہوا ہے اگرچہ ایک مرتبہ ہی ہوا ہو تو زید بقولِ خود مومن نہیں بلکہ کافر ہے اور بفرض محال اگر زید سے گناہ نہ ہوا ہو تو کیا پوری دنیا کے مسلمان گناہوں سے پاک ہیں یقیناً نہیں کہ انسانوں میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے کوئی بھی معصوم نہیں۔

اب اگر زید جاہل کے اس قول کو لیں تو یہ مطلب نکلا کہ دنیا میں مسلمان کوئی نہیں بلکہ کافر ہی کافر ہیں۔ گویا زید کی سازش کا دوسرا حصہ یہ کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا جائے۔

جواب نمبر 5 : زید کا قول'' قرآن میں ہے کہ کافر نبی کریم ﷺ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے'' صریح جھوٹ ہے کیا شروع اسلام میں نبی کریم ﷺ کو تکالیف نہ پہنچائی گئیں، میدان احد میں، طائف کی وادی میں تکالیف نہ آئیں۔ قرآن مجید کی بیشمار آیات میں آپ ﷺ کو صبر واستقامت کی تلقین کی گئی۔ پہلے انبیاء کے واقعات بیان کئے گئے تاکہ ان کا صبر دیکھ کر استقامت برقرار رہے۔ قرآن پاک کا نصف سے زائد حصہ صبر و استقامت اور پہلے انبیاء کے واقعات کے بارے میں ہے۔ کیا اس جاہل کے نزدیک بغیر تکلیف اور مصیبت کے ہی صبر کا حکم دیدیا یا کافر تکلیفیں نہیں پہنچاتے تھے بلکہ مسلمان پہنچاتے تھے۔ الغرض جو بھی صورت ہو پس زید کی جہالت کی روشن دلیل ہے۔ اپنی حماقت

سے ایک جملہ بول کر نصف سے زائد قرآن کو عبث (فضول) قرار دے دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کے اوصاف مبارکہ صبر واستقامت، عفو ودرگزر، حلیمی ونرمی، رحمت وشفقت سب کو ختم کردیا۔

زید کا پانچواں قول بھی جاہلانہ اور قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ تفکر وتدبر کا حکم دیا گیا:

افلا یتدبرون القران "وہ قرآن میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے۔"

(النساء، آیت 82)

نیز فرمایا: والذین اذا ذکروا بایت ربهم لم یخروا علیها صما و عمیانا "وہ کہ جب ان کو ان کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو اس پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔" (بلکہ غور وفکر کرتے ہیں)

(الفرقان، آیت 73)

ج...**جواب**: جادو کی عام فہم تعریف جو تفسیر کبیر وروح المعانی وغیرہ سے ملخص ہے "کسی بدکار شخص کے مخصوص عمل کے ذریعے کسی غیر معمولی اور خلاف عادت کام کے ظہور کو سحر کہتے ہیں۔" جادو اگر کفریہ قول پر مشتمل ہو تو کفر ہے ورنہ حرام ہے۔ جادو عقلاً نقلاً ممکن ہے۔ نقلی دلائل یہ ہیں:

۱﴾... وما کفر سلیمان ولکن الشیطین کفروا یعلمون السحر (البقرہ، آیت 102) "اور سلیمان نے کفر نہ کیا البتہ شیطانوں نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔"

۲﴾... یفرقون به بین المرء وزوجه (البقرہ، آیت 102) "وہ لوگ جادو کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی ڈالتے تھے۔"

۳﴾... ومن شر النفثت فی العقد (الفلق، آیت ۴) "آپ کہئے میں

گرہوں میں (جادو کی) بہت پھونکے مارنے والی عورتوں کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

اور حدیث بخاری بھی اسکی دلیل ہے کہ جادو کرنے سے کافر ہو جاتے تھے۔ جادو سے عورت اور شوہر کے درمیان تفریق کرتے تھے جادو کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ اگر جادو کی کچھ بھی حقیقت نہ ہوتی تو مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز بھی نہ ہوتی۔ حالانکہ ان کا ثبوت قرآن سے ہے تو معلوم ہوا کہ جادو کی حقیقت اور اسکا وجود ہے۔

فتح الباری میں ہے: وقال النووی والصحیح ان له حقيقة وبه قطع الجمهور و عليه عامة العلماء و يدل عليه الكتاب والسنة الصحيحة المشهورة.

''اور امام نووی نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ جادو کی حقیقت ہے اور جمہور نے اسی کا فیصلہ کیا اور اکثر علماء اسی پر ہیں۔ اور قرآن واحادیث صحیحہ و مشہورہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔''

(فتح الباری، جلد 1، صفحہ 385، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

عقلی دلیل بھی موجود ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ولان العقل لاينكر ان الله قد يخرق العادة عند نطق الساحر بكلام ملفق او تركيب اجسام او مزج بين قوى على ترتيب مخصوص و نظر ذالك ما يقع من حذاق الاطباء من مزج بعض العقاقير ببعض حتى ينقلبالضارمنها بمفردة بالتركيب نافعا.

''اور (جادو ثابت ہے) کیونکہ عقل اس بات کا انکار نہیں کرتی کہ ساحر کے ایک مخلوط کلام یا اجسام کی ترکیب یا مخصوص ترتیب پر قُویٰ کو آپس میں جوڑنے کے وقت اللہ تعالیٰ کوئی خلاف عادت کام ظاہر فرمادے۔ اور اسکی نظیر یہ ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ماہر اطباء بعض دوائیوں کو بعض کے ساتھ ملاتے ہیں۔ تو جو تنہا ہونے کی حالت میں نقصان دہ تھی مُرَکَّب ہونے کی حالت میں فائدہ مند ہو جاتی ہے۔''

(فتح الباری، جلد 11، صفحہ 385، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

جادو کے عقلاً ونقلاً ثابت ہونے کی بحث درج ذیل جگہوں پر بھی موجود ہے: ﴿روح المعانی جلد 12، صفحہ 506، مطبوعہ دارالفکر بیروت﴾ ﴿لبنان صاوی، جلد 6، صفحہ 454 مطبوعہ دارالفکر بیروت﴾ ﴿قرطبی، جلد 1 ص ۴۵،۴۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت﴾ ﴿خازن جلد ۲ ص ۵۰۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت﴾ ﴿کبیر جلد ا ص ۶۳۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت﴾

اب پہلے وہ حدیث مبارک ذکر کی جاتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ پر یہودیوں کے جادو کرنے کا ذکر ہے پھر اس پر نئے پرانے اعتراضات کے جواب دیئے جائیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ”بنی زُرَیق کے ایک مرد نے جسے لَبید بن اعصم کہا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ پر جادو کردیا حتی کہ نبی کریم ﷺ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ ﷺ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ ﷺ میرے پاس تھے اور آپ ﷺ نے دعا کی پھر فرمایا اے عائشہ کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا جو میں نے اس سے پوچھا؟ میرے پاس دو آدمی آئے ان میں سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔“ اس مرد کو کیا درد ہے دوسرے نے کہا انہیں جادو ہے۔ پہلے نے کہا ”کس نے کیا“ ؟ جواب دیا ”لبید بن اعصم نے“ کہا ”کس چیز میں“ جواب دیا ”کنگی اور بالوں میں اور نر کھجور کے غلاف میں لپٹے ہوئے خُوشے میں“ کہا ”وہ کہاں ہے“ جواب دیا ”بئر ذَروان میں“ پھر نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اس کنویں کے پاس تشریف لائے واپس آئے تو فرمایا ”اے عائشہ اس کنویں کا پانی گندھی ہوئی مہندی کی طرح ہے اور گویا اس کھجور کے درخت کے سرے شیطان (سانپ) کے سَر ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ نے اسے نکال کیوں نہ لیا؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دی تو میں نے ناپسند کیا کہ میں لوگوں کو تکلیف دوں۔“

(بخاری، جلد 2، صفحہ 857، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس واقعہ میں اول تا آخر ایسی کوئی چیز نہیں جس پر شور مچایا جائے مگر زید جاہل کونجانے کیا سوجھی کہ علمائے دین کے خلاف نفرت اور انکار حدیث کے فتنے کو اٹھانے کے لئے یہی حدیث اِسے پسند آئی۔ اس حدیث پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات پڑھیے۔

1﴾... کفار نے کہا: ان تتبعون الا رجلا مسحورا ''تم (اے مسلمانو) پیروی نہیں کرتے مگر ایک جادوزدہ کی۔'' (الفرقان، آیت 8)

کفار نے نبی کریم ﷺ کو جادوزدہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ پر جادو نہیں ہوسکتا؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کفار کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ جادو کے اثر سے ان کی عقل زائل ہوچکی ہے اور ان کا دعوی نبوت ووحی الٰہی اسی جادو کے اثر سے ہے۔ محض جسم پر جادو ہونے سے کفار کو کوئی فائدہ نہ تھا۔ تو کفار کے اعتراض کا تعلق عقل پر جادو سے ہے اور قرآن نے اسی کا جواب دیا۔ جسم پر جادو کے بارے میں قرآن مجید کی آیت کا یہی مطلب لیا ہے۔ چنانچہ علامہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ولا یوجب ذالك صدق الكفرة فی انه مسحور لانهم ارادوا به انه مجنون بواسطة السحر ''اور سرکار دوعالم ﷺ پر جادو ہوجانے سے کافروں کا یہ قول سچا نہیں ہوجاتا کہ آپ ﷺ جادوزدہ ہیں کیونکہ انکی مراد یہ تھی کہ آپ ﷺ جادو کی وجہ سے مجنوں ہوچکے ہیں (یعنی جادو سے آپ ﷺ کی عقل ضائع ہوچکی)

(بیضاوی، جلد 5، صفحہ 348، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: قال الامام المازری .... لان الكفار ارادوا بقولهم سحور انه مجنون وحاشاه ولو سلم ارادة ظاهرة فهو كان قبل هذه القصة او مرادهم ان السحر اثر فيه وان ما ياتيه من الوحی تخيلات السحر و هو كذب ايضا ''کفار نے اپنے قول کہ یہ جادوزدہ ہیں سے یہ مراد

لیا تھا کہ یہ مجنون ہیں (یعنی جادو نے انکی عقل زائل کر دی) حالانکہ آپ ﷺ ہرگز مجنون نہیں۔اور اگر بفرض محال آیت کے ظاہر کو لیا جائے تو یہ آیت اس جادو والے قصہ سے پہلے کی ہے۔یا کفار کی مراد یہ تھی کہ جادو نے ان میں اثر کیا ہے اور جو ان کے پاس وحی آتی ہے یہ جادو کے تخیلات ہیں۔اور یہ بات بھی جھوٹ ہے۔"

(روح المعانی،جلد16،صفحہ 505،مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہی جواب علامہ اسمعیل حقی نے روح البیان،جلد10،صفحہ 543،مطبوعہ دار الفکر بیروت،پر دیا ہے۔

ائمہ دین،مفسرین کرام،شارحین عظام نے جہاں بھی بحث فرمائی۔کفار کے قول سے یہی مراد لیا کہ ان کی مراد جادو زدہ کہنے سے یہی تھی کہ آپ ﷺ مجنون ہیں۔اور تمام مفسرین ومحدثین نے حدیث بخاری کو قبول کرتے ہوئے آیت کا صحیح محمل بیان کیا اور آیت وحدیث میں تطبیق بیان کی۔کسی نے بھی جاہلانہ انداز میں اندھا دھند آیت کو لیکر حدیث کا انکار نہ کیا۔اور چودہ سو سال (1400) سے جو محدثین ومفسرین چلے آرہے ہیں،ہمیں انہی کی اتباع مناسب ہے بلکہ ضروری ہے۔جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یایھا الذین امنوا اتقو اللّٰہ و کونوا مع الصادقین "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔" (سورۃ التوبۃ،آیت 119)

یقیناً جمیع مفسرین،محدثین ہی سچے ہیں۔اور انہی کے ساتھ ہونے کا حکم ہے نہ کہ زید جو خدا اور رسول ﷻ و ﷺ وقرآن کے بارے میں بار بار جھوٹ بولتا ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات سے واضح ہو چکا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے۔اگر نبی کریم ﷺ پر جادو کے اثر کو تسلیم کر لیا جائے تو شریعت سے اعتماد اٹھ جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم تک جو احکام پہنچے ہوں وہ جادو کے اثر سے ہوں؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امور تبلیغیہ ،دینیہ کی صحت اور صدق پر اور آپ ﷺ کی عصمت پر دلائل قطعیہ موجود ہیں۔اور معجزات ان پر گواہ ہیں اور وہ امور جن کا تعلق دنیوی کاموں سے ہے اور جو آپ ﷺ کو بشر ہونے کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔تو وہ ضرور آپ ﷺ کو پیش آسکتے ہیں جیسے بیماری وغیرہ۔یوں سمجھئے کہ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ طیبہ کی دو حیثیتیں ہیں :

1﴾... نبوی حیثیت

2﴾... بشری حیثیت

آپ ﷺ کی نبوی حیثیت پر جادو کا اثر نہیں ہوسکتا اور کفار بھی آپ ﷺ کو جادو زدہ کہہ کر یہی حیثیت مراد لیتے تھے کہ وحی ونبوت کا دعوی جادو کے اثر سے ہے اور جہاں تک بشری حیثیت کا تعلق ہے تو اس پر جادو اثر انداز ہوسکتا ہے جیسے بیماری ،زخمی ہونا،سورای سے گرنا وغیرہ دوسری چیزیں بشری حیثیت میں وارد ہوئیں۔تو قرآن نے جو آپ ﷺ کے جادو زدہ ہونے کا انکار کیا ہے وہ اول کے اعتبار سے ہے اور حدیث میں جو جادو کا اثر ہونے کا بیان ہے ثانی یعنی بشری اعتبار سے۔اب ایسی واضح مطابقت اور جواب کے ہوتے ہوئے کوئی زید جیسا احمق، جاہل تو حدیث کا انکار کرسکتا ہے مگر عقلمند کبھی بھی علماء، مفسرین ومحدثین کی راہ چھوڑ کر حدیث کا انکار نہیں کرسکتا ہے۔

اب وہ عبارتیں پڑھیں جن میں یہی جواب دیا گیا ہے۔علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جواب پڑھئے: وقالوا كيف يمكن القول بصحتها لان الكفار يعيرونه بانه مسحور فلو وقعت هذه الواقعه لكان الكفار صادقين فی تلك الدعوى ولحصل فيه عليه السلام ذكر العيب ومعلوم ان ذالك غير جائز و قال اهل السنة صحة القصة لاتستلزم صدق الكفرة فی قولهم انه مسحور وذالك لانهم كانويردون بكونه مسحورا انه مجنون ازيل عقله بسبب السحر

فلذالك ترك دين اٰبائه فاما ان يكون مسحرا بالم يجده فی بدنه فذالك مما لا ينكره او اور وما لجهلة فاللّٰه تعالٰی ما كان يسلط عليه لا شيطانا ولا انسيا ولا جنيا يوذيه فيما يتعلق بالنبوة و عقله واما الاضرار به من حيث بشريته وبدنه فلا بعد فيه وتاثير السحر فيه عليه السلام لم يكن من حيث انه نبی وانما كان فی بدنه من حيث انه انسان وبشر فانه عليه السلام يعرض له من حيث بشريته ما يعرض لسائر البشر من الصحة والمرض والموت والاكل والشرب ورفع الفضلات وتاثير بالسحر فيه من حيث بشريته لايقدح فی نبوته انما يكون قادحا فيها لو وجد للسحر تاثير فی امر يرجع الی النبوة ولم يوجد ذالك۔

''بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس جادو والی حدیث کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ کفار آپ ﷺ کو جادو زدہ کہہ کر عار (شرم) دلایا کرتے تھے۔ پس اگر یہ واقعہ (جادو کا) واقع ہوتا تو کفار اپنے اس دعویٰ میں سچے ہوتے۔ اور اس سے نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ میں عیب کا ذکر ہو جاتا اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ ﷺ میں عیب ناممکن ہے۔ اھل السنۃ نے اس کا یہ جواب دیا کہ جادو کے صحیح ہونے سے کافروں کا قول سچا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ جادو زدہ سے مجنون مراد لیتے تھے جسکی عقل جادو کی وجہ سے زائل ہو چکی ہو۔ وہ کہتے تھے اسی (مجنون ہونے کی) وجہ سے آپ ﷺ نے اپنے آباء کے دین کو ترک کر دیا۔ لیکن جہاں تک آپ ﷺ پر ایسے جادو ہونے کا تعلق ہے۔ جس کی تکلیف آپ ﷺ اپنے بدن اطہر میں پائیں تو ایسے جادو کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی آپ ﷺ پر کوئی شیطان یا جن یا انسان اس طرح مسلط نہ ہونے دیا جو آپ ﷺ کو امور نبوت اور عقل میں تکلیف دے (نبوت میں خلل ڈالے) اور بہر حال آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی بشریت اور بدن کے اعتبار سے تکلیف پہنچنا تو اس میں کوئی بُعد (دور) نہیں اور جادو کا نبی کریم ﷺ میں اثر کرنا آپ ﷺ کے نبی ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کے

بدن میں آپ ﷺ کے انسان اور بشر ہونے کی حیثیت سے تھا۔ کیونکہ بشر ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کو بھی وہ چیزیں پیش آتی تھیں جو تمام انسانوں کو پیش آتی ہیں مثلاً صحت اور مرض اور موت اور کھانا اور پینا، فضلات کو دور کرنا۔ اور جادو کا آپ ﷺ میں آپ ﷺ کے بشر ہونے کی حیثیت سے اثر کرنا آپ ﷺ کی نبوت میں کوئی خرابی پیدا نہیں کرتا۔ اعتراض تب ہوتا ہے جب جادو کی تاثیر امور نبوت میں سے کسی امر میں ہو اور یہ بات نہیں پائی گئی۔"

(تفسیر روح البیان، جلد 10، صفحہ 543، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

یہی بحث (تفسیر روح المعانی، جلد 16، صفحہ 505، مطبوعہ دارالفکر بیروت) پر بھی موجود ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: قال المازری انکر المبتدعة هذا الحديث وزعموا انه يحط منصب النبوة و يشكك فيها قالوا وكل ما ادى الى ذالك فهو باطل و زعمو ان تجويز هذا يعدم الثقة بما شرعه من الشرائع اذ يحتمل على هذا ا ان يخيل اليه انه يرى جبريل و ليس هو ثم وانه يوحى اليه بشى ولم يوح اليه لبشى قال المازرى هذا كله مردود لان الدليل قد قام على صدق النبى ﷺ فيما يبلغه عن الله تعالىٰ وعلى عصمته فى التبليغ والمعجزات شاهدات بتصديقه فتجويز ما قام الدليل على خلاف باطل واما ما يتعلق ببعض امور الدنيا التى لم يبعث لاجلها ولا كانت الرسالة من اجلها فهو فى ذالك عرضة لما يعترض البشر كالامراض فغير بعيد ان يخيل اليه فى امر من امور بالدنيا مالا حقيقة له مع عصمته عن مثل ذالك فى امور الدنيا

"امام مازری نے فرمایا کہ بدعتیوں، گمراہوں نے اس حدیث کا انکار کیا۔ اور یہ گمان کیا کہ یہ منصب نبوت کو کم کرتی ہے اور اس میں شک ڈالتی ہے اور لوگوں نے کہا کہ ہر وہ چیز جو آپ ﷺ کی نبوت میں شک ڈالے وہ باطل ہے (لہٰذا جادو ہونا باطل ہے) اور بدعتیوں نے یہ بھی گمان کیا کہ اس جادو کو جائز قرار دینے کی صورت میں شریعت سے

اعتماد اٹھ جائے گا۔ کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ آپ ﷺ کی طرف یہ خیال ڈال دیا جا
کہ آپ ﷺ جبریل کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ جبریل علیہ السلام وہاں پر نہ ہوں۔ اور یہ
آپ ﷺ کی طرف وحی کی گئی حالانکہ وحی نہ کی گئی ہو۔ امام مازری فرماتے ہیں یہ سب مرد
ہے۔ کیونکہ اس بات پر دلیل قائم ہے کہ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے تبلیغ میں سچے ہیں ا
تبلیغ میں معصوم ہیں اور آپ ﷺ کی تصدیق پر معجزات شاہد ہیں۔ تو جس کے خلاف پر دلیا
قائم ہو (یعنی امور نبوت میں غلطی ہونے کے خلاف پر) اس کو جائز قرار دینا (غلطی کو ممکن
قرار دینا) باطل ہے۔ اور بہر حال وہ امور جن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے جن کی خاط
آپ ﷺ نہ بھیجے گئے اور نہ ہی رسالت ان کی وجہ سے ہے تو ان چیزوں کا آپ ﷺ کو پیش
آنا جو اور لوگوں کو پیش آتی ہیں ممکن ہے۔ پس یہ بات بعید نہیں کہ امور دنیا میں سے کسی ام
میں آپ کو یہ خیال ڈال دیا جائے جس کی کوئی حقیقت نہ ہو اگر چہ آپ ﷺ ان چیزوں سے
امور دین میں معصوم ہوں۔''

(فتح الباری، جلد 11، صفحہ 390، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہی جواب ارشاد الساری، جلد 3، صفحہ 403، مطبوعہ دار الفکر بیروت، پر بھی ہے۔ اس عبارت کا نتیجہ بھی یہی نکلا کہ جادو کا اثر امور دنیا میں آپ ﷺ پر ہو سکتا ہے امور دین میں نہیں مزید تصریح پڑھئے: قال عیاض فظهر بهذا ان السحر انما تسلط علی جسده و ظواهر جوارحه لا علی تمییزه ومعتقده ''قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ جادو نے آپ ﷺ کے بدن اطہر اور ظاہری اعضاء پر تسلط کیا۔ آپ ﷺ کی عقل اور اعتقاد پر نہیں۔''

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ فرماتے ہیں: قلت و وقع فی مرسل عبد الرحمن بن کعب عند ابن سعد فقالت اخت لبید بن الاعصم ان

یکن نبیا فیخبر الا فسیذھله هذا السحر حتی یذھب عقله "میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن بن کعب کی حدیث مرسل میں ہے کہ لبید بن اعصم کی بہن نے (جادو کرنے کے بعد) کہا اگر یہ نبی ہیں تو جادو کی عنقریب خبر دیں گے اور اگر نبی نہ ہوئے تو یہ جادو ان کو ایسا غافل بنا دے گا کہ ان کی عقل جاتی رہے گی۔" (فتح الباری، جلد 11، صفحہ 390، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

یہ تصریح ہوگئی کہ جادو نے یہودیوں کا مقصد پورا نہ کیا۔ ان کا مقصد آپ ﷺ کی عقل کو زائل کرنا تھا مگر ان کا جادو عقل تک نہ پہنچ سکا صرف بدن تک محدود رہا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پر جادو ہونا آپ ﷺ کی نبوت کے بطلان پر نہیں بلکہ حقانیت پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ یہودیوں نے بدن پر جادو ہونے اور عقل پر نہ ہونے کو ہی آپ ﷺ کی نبوت پر دلیل بنایا تو جو چیز دلیلِ نبوت ہوا اُسے عدم نبوت پر دلیل بنانا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

زید جاہل کی یہ دلیل کہ جادو نے نبی کریم ﷺ پر کیسے اثر کیا حالانکہ کفار آپ ﷺ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ قرآن میں ہے" اسکا جواب یہ ہے کہ زید نے اپنی جہالت سے آیت کا مطلب نہ سمجھا۔ کیا احد و طائف میں کفار نے نبی کریم ﷺ کو تکلیف نہ پہنچائی کیا شروع اسلام میں نبی کریم ﷺ کو کفار نے تکلیف نہ پہنچائی۔ انکار کرنا تو بہت مشکل ہے۔ اور اگر اقرار کرتا ہے تو کیا خدا کا وعدہ معاذ اللہ جھوٹا تھا یا یہ چیزیں (پتھر کھانا، دانت ٹوٹنا، نعلین شریفین کا خون سے بھرنا) تکلیف نہیں، اگر زید جاہل صورت اول مانے تو کافر ہے اور ثانی (دوسری) مانے تو اسے چاہیے کہ دس پندرہ آدمیوں کو پتھر دیکر کھڑا ہو کر اپنے چہرے اور بدن پر پتھر کھائے تا کہ اسے پتہ چلے کہ یہ تکلیف ہے یا نہیں۔ عجیب جہالت ہے کہ سیدھی بات نہ کرنے کی تو زید نے شاید قسم کھا رکھی ہے۔ اور اسکا کوئی پہلو بھی سیدھا نہیں۔

زید کا یہ کہنا اگر یہودیوں نے جادو کیا تو سب صحابہ پر کیوں نہ کر دیا یہ بھی جہا
بلکہ زید کی تضاد بیانی ہے کہ پہلے صرف نبی کریم ﷺ پر جادو نہ ہونے کا دعویٰ تھا۔ اب
دیا کہ صحابہ پر بھی نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بات زید کے اعتقاد کے خلاف ہے بلکہ وہ بقول
ہے۔ کہ ص ۳۸ پر کہہ چکا کہ جادو کا انکار کفر ہے اور یہاں خود ہی انکار کر رہا ہے اور
سوال کا جواب یہ ہے کے یہودیوں کی اصل دشمنی نبی کریم ﷺ سے تھی اور حضور ﷺ کی
مبارکہ کو تکلیف پہنچانا ان کا مقصد اعظم تھا۔ اور اگر ان کے جادو کے ذریعہ نبی کریم
عقل مبارک میں خلل آجاتا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دین سے برگشتہ کرنا (پھیر
کے لئے آسان تھا۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ نے ان کا جادو ظاہر کر دیا تو پھر صحابہ کر
الرضوان پر جادو کرنے سے بھی وہ باز رہے ایک مرتبہ تو معافی ہو چکی اب دوبارہ کیا تو
بہت مشکل ہے۔ یہ ایک واضح سبب تھا مگر زید جاہل نے اسے بنیاد بنا کر کیسا فتنہ اٹھ
انکارِ حدیث کر دیا۔ ائمہ دین، مفسرین ومحدثین سب کو جھوٹا و لعنتی کہہ دیا۔

زید نے جو کفار اور یہودیوں کے حق میں نازل شدہ آیات مسلمانوں پر لگائیں
کفر ہے کہ آیات قرآنیہ کے معانی میں تحریف ہے۔ اور تحریف کا یہ طریقہ خارجیوں کا۔
مخلوق میں بدترین ہیں۔

اب زید نے مسلمانوں میں جھگڑا پیدا کرنے کے لئے یہ سب کچھ کہاں سے
آیئے قرآن سے پڑھیئے:

وان الشیطین لیوحون الی اولیئھم لیجادلوکم ''اور بے شک
شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں۔''

(سورۃ الانعام، آیت 121، ترجمہ کنزالایمان)

معلوم ہوا کہ زید شیطان کا ساتھی ہے۔ اور اس نے جو کچھ پڑھا اسے سمجھ کر اس پر عمل
کر سکا۔ اسکی مثال بھی قرآن میں ہے:

مثل الذین حملوا التورۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا ''ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے ہیں۔''

(سورۃ الجمعہ، آیت 5، کنزالایمان)

اور جو رسول ﷺ سے منہ پھیرنے والا ہے اس کے بارے میں قرآن کا فیصلہ سنئے:

اذا قیل لھم تعالوا الٰی ما انزل اللّٰہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا ''اور جب ان سے کہا جائے اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔'' (النساء، آیت 61، کنزالایمان)

اور زید نے جو مسلمانوں کے درمیان جھگڑا پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس پر خدا کا فتویٰ سنئے:

ان الشیطن ینزغ بینھم ''بیشک شیطان تمھارے درمیان جھگڑا پیدا کرتا ہے۔'' نیز فرمایا: انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء ''شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈال دے۔''

(سورۃ المائدۃ، آیت 91، کنزالایمان)

زید نے آیتوں میں جو تحریف کی اس کے بارے میں سنئے:

من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ''کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔'' (النساء، آیت 46، کنزالایمان)

اور زید نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور بے لگام ہو کر جو کچھ کیا اس کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

واتبع ھواہ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث اوتترکہ یلھث ''اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر

حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔''

(الاعراف، آیت 178، کنزالایمان)

لہٰذا زید اپنی حرکات کی وجہ سے بحکم قرآن شیطان، شیطان کا ساتھی، منافق، یہودیوں کا آلہ کار، گدھا اور ہانپنے والا کتا ہے۔ اور انکارِ حدیث اور توہین علماء کی وجہ سے کافر و مرتد ہو چکا۔ ایسے کے ساتھ میل جول، لین دین حرام ہے۔ اس نے دین کو مذاق بنایا اور دین کو مذاق بنانے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یایھا الذین امنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا''

اے ایمان والو جنہوں نے تمھارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ۔'' (المائدۃ، آیت 57)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔'' (الانعام، آیت 68، کنزالایمان)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ''اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ کہیں تمھیں آگ نہ چھوئے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایاکم وایا ھم لایضلونکم ولا یفتنونکم ''خود کو ان سے بچاؤ اور ان کو اپنے سے دور رکھو وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں اور تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔''

(مسلم شریف، جلد 10)

لہٰذا بحکم قرآن و حدیث زید کے پاس اٹھنا بیٹھنا اور میل جول رکھنا حرام ہے۔

قتل ناحق

الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجودہ دور فتنوں اور آزمائشوں کا دور ہے لوگوں کی اکثریت خواہش نفس کی پیروی کرنے والی ہے اور اپنے مفاد اور تسکین قلب کے لئے ہر قسم کے اقدام کر گزرتے ہیں معاشرتی برائیوں کی ایک طویل فہرست ہے اور ان برائیوں کا تدارک کرنا اور بقدر ہمت ان کے خاتمہ کی کوشش کرنا ہر مسلمان کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے سر دست ایک انتہائی خطرناک اور تباہ کن برائی کے بارے میں چند معروضات پیش خدمت ہیں اللہ کے فضل وکرم سے قوی امید ہے کہ ان سطور کا مطالعہ کرنے والے اس برائی کی قباحت کا احساس کریں گے اور اس سے حتیٰ الامکان گریز کریں گے یہ برائی کسی شخص کو بغیر کسی وجہ کے قتل کرنا ہے۔ اردگرد کے ماحول اور اخبارات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ جرم انتہائی بڑھتا جا رہا ہے اور معمول کے جرائم میں شامل ہو چکا ہے۔ آیئے قرآن کریم کی روشنی میں اس کی حرمت و قباحت پر دلائل ملاحظہ کرتے ہیں۔ اس گناہ کو کفر و شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے۔ قرآن وحدیث کی وعیدوں اور شرعی احکام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ذیل میں اس کی حرمت پر تین طرح سے دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

(۱) قتل بحیثیت قتل

(۲) قتل بحیثیت ظلم

(۳) قتل بحیثیت ایذارسانی

پہلی اور تیسری صورت اگرچہ ظلم میں شامل ہے مگر تنوع کی خاطر علیحدہ ذکر کی گئیں ہیں۔
سب سے پہلے قتل کی ابتداء کو دیکھیں یہ روئے زمین پر صادر ہونے والے ابتدائی گناہوں میں شامل ہے

قتل کی ابتداء

قتل کی ابتداء حضرت آدم کی اولاد میں سے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر کے کی۔ قرآن مجید میں چھٹے پارے کے نویں رکوع کی ابتداء میں یہ واقعہ مفصل مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے حضرت حوّا کے شکم سے ہابیل کے ساتھ لیوا اور قابیل کے ساتھ اقلیمہ پیدا ہوئی۔ اس شریعت کی رو سے قابیل پر لیوا حلال تھی اور اقلیمہ حرام تھی مگر اقلیمہ زیادہ خوبصورت تھی۔ قابیل نے اسی سے نکاح کرنا چاہا۔ حضرت آدم نے منع فرمایا تو قابیل بولا یہ آپ کی رائے ہے خدا کا حکم تو نہیں۔ تو آپ نے فرمایا تم دونوں قربانیاں پیش کرو جس کی قربانی کو آگ جلا جائے وہ سچا ہے۔ چنانچہ قابیل نے گندم کا ڈھیر اور ہابیل نے اونٹ یا بکری ذبح کر کے رکھ دی۔ غیبی آگ آئی اس نے گوشت کو جلا دیا اور گندم کو چھوڑ دیا۔ اس پر قابیل کو حسد ہوا اور اس نے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جب حضرت آدم حج کے لئے گئے تو قابیل نے ہابیل کو اپنے ارادے سے مطلع کیا اور دھمکایا تو ہابیل نے جواب دیا۔

لئن بست الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف الله رب العالمین۔

ترجمہ: بے شک تو اگر اپنا ہاتھ مجھ تک بڑھائے گا کہ تو مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ کہ تجھ کو قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا"

(کنزالایمان شریف)

ہابیل نے کہا میں چاہتا ہوں میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلے پڑیں، اور تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ یہ سن کر قابیل جس پر عورت کا بھوت سوار تھا اس نے اپنے بھائی ہابیل کو خواہش نفس کی خاطر قتل کر دیا۔

فائدہ: اس واقعہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) انسان نے سب سے پہلا جرم قتل کیا۔

(۲) حسد بڑی بُری چیز ہے۔

(۳) پہلا فساد عورت کی وجہ سے ہوا۔

(نور العرفان)

آج کل بھی قتل کا عمومی سبب یہی ہوتا ہے مگر انجام ہمیشہ بُرا ہوا کہ مقصود تو ہاتھ آتا نہیں البتہ جیل کی کٹھن زندگی ضرور نصیب ہوتی ہے اور اگر بالفرض دنیا میں بچ بھی جائے تو قیامت کا شدید مواخذہ اور ہولناک انجام تو موجود ہے۔

قتل بحیثیت قتل کی حرمت وقباحت

دلیل نمبرا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔
(پارہ ۸ رکوع ۶ آیت ۱۵۱)

اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو۔

(کنز الایمان شریف)

فائدہ: یہ آیت مبارکہ قتل ناحق کی حرمت پر نص قطعی ہے۔ البتہ وہ امور جن سے قتل مباح ہوتا ہے تین ہیں۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ سید عالم نے ارشاد فرمایا: کوئی مسلمان جو لا الـہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے اس کا خون حلال نہیں مگر ان تین سببوں میں سے کسی ایک سبب سے۔

(۱) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے۔

(۲) اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو اور اس کا قصاص اس پر آتا ہو

(۳) یا وہ دین چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہو۔

(ماخوز از خزائن العرفان)

کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ جن اسباب کی بنا پر قتل کرنا جائز ہے ان میں اوّل کو تو قانونی حیثیت حاصل ہے۔ تیسرے کو کوئی پوچھتا نہیں اور دوسرے کو کسی نہ کسی وجہ سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ گویا جہاں قتل کرنا چاہیے وہاں ہوتا نہیں اور جہاں حرام ہے وہاں کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر قتل کرنا بھی حکومت کا کام ہے گویا جن کے لئے قتل کرنا فرض بنتا ہے وہ چھوڑ دیتے ہیں اور جن لوگوں کے لئے قتل کرنا حرام ہے وہ کر دیتے ہیں۔ و الی اللہ المشتکی

دلیل نمبر۲: **ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون و من یفعل ذالک یلق اثاما یضعف لہ العذاب یوم القیامۃ و یخلد فیہ مہانا ۔**

(پارہ ۱۹ رکوع ۴ آیت ۶۸، ۶۹)

ترجمہ: (اس کے بندے) اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں ذِلت سے رہے گا۔

(کنز الایمان)

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں چند باتیں قابل توجہ ہیں۔

(۱) قتل کرنا اور زنا کرنا حرام ہیں

(۲) یہ افعال ایمان والوں کا شیوہ نہیں بلکہ کافروں کا طریقہ ہے

(۳) اگر قتل کرنے والا کافر ہے تو ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہے گا اور اس کا عذاب مسلسل

بڑھتا ہی رہے گا ہاں جو توبہ کر لے اس کے لئے عظیم خوشخبری ہے۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے۔

الامن تاب و امن و عمل عملا صالحا فاولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات و كا ن الله غفورا رحيما

(سورۃ الفرقان آیت نمبر ۷۰)

ترجمہ: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(کنز الایمان)

دلیل نمبر۳: **وَمَنْ يَقْتُلْ مومناً متعمداً فجزاءُ ہ جهنم خالداً فيها و غضب الله عليه و لعنه واعدله عذابا عظيماً۔**

(پارہ ۵ سورۃ النساء رکوع ۴ آیت ۹۲۹۳)

ترجمہ: اور جو کوئی کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

(کنز الایمان)

فائدہ: یہ آیت مبارکہ بھی قتل ناحق کی حرمت پر نص قطعی ہے۔اس آیت مبارکہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں

(۱) جان بوجھ کر مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے

(۲) ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم ہے

(۳) اگر مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی بنا پر قتل کیا یا حلال سمجھ کر قتل کیا تو قاتل ہمیشہ جہنم میں رہے گا ورنہ مدت دراز تک جہنم میں رہنے کا مستحق ہے۔

(۴) ایسے شخص پر اللہ غضبناک ہوتا ہے۔

(۵) قتل کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے یعنی وہ رحمت الٰہی سے دور ہو جاتا ہے

(٦) ایسا شخص بہت بڑے عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اور غصے کی آگ میں لال پیلے ہو کر قتل کر دینا اور اللہ کی لعنت اور غضب اور عذاب کا مستحق ہونا اچھا ہے یا خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے غصہ کو پی کر ان عذابوں سے بچنا بہتر ہے۔

ان فی ذالك لعبرة لاولی الابصار۔

بے شک اس میں عبرت ہے آنکھ والوں کے لئے۔

دلیل نمبر۴: **من اجل ذالك کتبنا علیٰ بنی اسرائیل انه من قتل نفسا بغیر نفس او فسادٍ فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیا ها فکانما احیا الناس جمیعاً۔**

(پارہ ٦ سورۃ مائدہ آیت ۳۱ رکوع ۷)

اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جِلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جِلا لیا۔ (سب کی زندگی بچائی)۔

(کنز الایمان)

اس روایت میں قتل کی شدید قباحت کو ایک احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک انسان کا ناحق قتل تمام انسانوں کے قتل کے برابر ہے کیونکہ قتل فساد کا سبب ہے اور اس سے لوگوں میں خوف و دہشت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ نیز امن و امان غارت ہو جاتا ہے اور سکون برباد ہو جاتا ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک قتل ناحق بہت سے قتلوں کا سبب بن جائے۔

(۲) جس نے ایک انسان کی زندگی بچائی مشکل وقت میں اس کی مدد کر کے، پناہ دے کر یا کھانا پانی کے ذریعے وہ اللہ کے نزدیک تمام انسانوں کی جان بچانے والے کی طرح ہے گویا جس طرح قتل بہت بڑا قبیح فعل ہے ایسے ہی کسی کی زندگی بچانا بھی بہت اچھا کام ہے۔

دلیل نمبر ۵: وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطا۔

(پارہ ۵ رکوع ۱۰ آیت ۹۲)

ترجمہ: مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر۔

(کنز الایمان)

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں واضح فرما دیا کہ ناحق جان بوجھ کر قتل کرنا اہل ایمان کی شان کے ہرگز لائق نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ کسی شکار وغیرہ کو مارنے کا ارادہ تھا مگر آلۂ قتل کسی مسلمان کو جا لگا گویا قصداً کسی مسلمان کو قتل کرنا کسی مسلمان سے متصور نہیں۔

دلیل نمبر ۶ یا ایها الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی

(پارہ ۲ رکوع ۶ آیت ۱۷۸)

اے ایمان والو تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو۔

(ترجمہ کنز الایمان)

فائدہ: ان دونوں آیتوں میں قتل کے بدلے قصاص کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ قتل کی روک تھام کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں۔ اس سزا میں دوسروں کے لئے زبردست عبرت ہے اور اس فعل کی طرف متوجہ ہونے والے ہر شخص کے لئے غور کا مقام ہے کہ اس فعل میں قاتل کے لئے اخروی بربادی کے ساتھ ساتھ دنیا کی بھی تباہی ہے۔ نیز اس قدر سخت سزا کا ہونا اس فعل کی حرمت اور گناہ کبیرہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ قصاص کے بارے میں اور بھی آیات ہیں۔

دلیل نمبر ۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مومن ہمیشہ اپنے دین کی وسعت میں رہتا ہے جب تک حرام خون کو نہ پہنچے۔ (یعنی کسی کو قتل نہ کرے) (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

فائدہ: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مومن جب تک قتل ناحق کے ارتکاب سے بچتا ہے اس وقت تک وہ دین کی کشادگی اور اللہ کی رحمت میں رہتا ہے اور جب اس فعل حرام کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس پر اس کے دین کا معاملہ اور اللہ کی رحمت تنگ ہو جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۸: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے جس چیز کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خون کے بارے میں ہوگا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

فائدہ: عبادات میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون یعنی قتل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عبادات میں فرض ہونے کے اعتبار سے جس طرح نماز اہم ہے۔ جرائم میں حرام ہونے کے اعتبار سے قتل شدید تر ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ پہلے سوال میں ہی پھنس جانے والا بقیہ سوالوں کے جواب میں مشکل میں پڑ جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۹: حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے۔ فرمایا کہ: نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جہینہ کے لوگوں کی طرف بھیجا میں ان میں سے ایک مرد کے پاس آیا۔ اور اسے مارنے لگا تو اس نے لاالہ الا اللہ (یعنی اپنے مومن ہونے کا اظہار کیا)۔ فرماتے ہیں میں نے اسے پھر بھی قتل کر دیا پھر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو نے اسے لاالہ الا اللہ کی گواہی دینے کے باوجود قتل کر دیا (کہ وہ جان بچانے کے لئے

ایسا کرر ہاہے)۔ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار ارشاد فرمایا کیا تو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا تھا کہ (وہ جان بچانے کے لئے ایسا کرر ہاہے)ایک روایت میں ہے کہ آپ نے بار بار ارشاد فرمایا اے اسامہ تو **لاالہ الا اللہ** کا کیاانتظام کرے گا جب یہ قیامت کے دن آئے گا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

فائدہ: (۱)اس حدیث مبارکہ میں قتل کی کس قدر شدید ممانعت ہے کہ ایسے حالات میں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ کافر جان بچانے کے لئے میدان جنگ میں کلمہ پڑھ رہا ہے اسے قتل کی اجازت نہیں تو آج پیدائشی مسلمان کو جو ساری زندگی کم از کم کلمہ کو تسلیم کرنے والے ہیں انھیں دھڑ ادھڑ قتل کر دینا کیسے درست ہوسکتا ہے۔یقیناً یہ اشد حرام ہے۔

(۲) اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلمہ مبارکہ کل قیامت کے دن قاتل کے خلاف اللہ کی بارگاہ میں جھگڑا کرے گا کہ میں نے اسے امان دی مگراس قاتل نے میری امان کوتوڑ دیا۔

غور فرمائیں کلمہ طیبہ کے اس دعویٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے یقیناً وہ مرحلہ بہت کٹھن ہوگا اور تکلیف دہ ہوگا لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ اس خطرناک فعل سے اپنے آپ کومحفوظ رکھا جائے۔

(۳) صحابی رسول کی اجتہادی خطاتھی اس لئے ان پر کوئی مواخذہ نہیں تبھی نبی کریم نے ان سے قصاص نہ لیا۔

دلیل نمبر۱۰: نبی اکرم نے فرمایا۔جس نے معاہد کوقتل کیا وہ جنت کی بو بھی نہ سونگھے گا حالانکہ کہ اس کی بُو چالیس سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

فائدہ: معاہد وہ کافر ہے جس نے مسلمان حکمران سے معاہدہ کیا ہو کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ نہیں کرے گا خواہ وہ کافر ذمی ہو یا غیر ذمی جب ایک معاہد کافر کو قتل کرنے کا یہ انجام ہے تو کسی مسلمان کو قتل کرنا کس قدر شدید ہوگا۔ تھوڑی دیر کے لئے من میں جھانک کر سوچیں کہ قیامت کے سخت ترین دن میں جب سورج سوا میل پر رہ کر آگ برسا رہا ہوگا ۔تانبے کی دہکتی ہوئی زمین ہوگی جہنم شعلے مار رہی ہوگی اللہ تعالیٰ کے غضب وجلال کا سامنا ہوگا اس وقت فرمانبردار، صبر کرنے والے، غصہ پینے والے بردباری اور تحمل سے کام لینے والے اللہ ورسول کے کرم سے جنت میں جا رہے ہوں گے اور نافرمان بے صبرا غصہ میں آگ بگولہ ہو کر بردباری اور تحمل کو پس پشت ڈالتے ہوئے خواہش نفس کے پیچھے لگ کر مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا جنت کی بو سونگھنے سے محروم رہے گا اور جنتی نعمتوں محلات باغوں دودھ شہد اور شراب کی نہروں سے دور اپنے فعل بد پر دست افسوس مل رہا ہوگا مگر اس وقت کا پچھتانا اور ہائے وائے کرنا کچھ کام نہ آئے گا۔ لہٰذا آج موقعہ ہے اس فعل کی طرف نظر اٹھانے سے بھی گریز کریں اور ان تمام اسباب سے دور رہیں جو اس پر ابھارنے والے ہوں۔

دلیل نمبر ۱۱: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا کا فنا ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کو قتل کرنے سے زیادہ حقیر ہے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی نسائی ابن ماجہ)

اللہ اللہ ! اس حدیث مبارک کے تیور دیکھیں کہ قتل کو کس قدر شدید گناہ قرار دیا ہے کہ ایک مسلمان کو قتل کرنا ایک طرف اور پوری انسانیت کو تباہ و برباد کر دینا ایک طرف ہو تو قتل مسلم زیادہ شدید ہے اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ آسمان، زمین، چرند، پرند، فصلیں، موسم، سورج، چاند، ستارے یہ سب تو اللہ نے انسان کے لئے پیدا فرمائے تاکہ وہ ان کے

ذریعے اللہ کی معرفت حاصل کرے گویا انسان مقصود بالذات ہے اور بقیہ مذکورہ چیزیں اس حیثیت سے توابع ہیں کہ مقصود بالذات چیز کی ہلاکت اس کے توابع کی ہلاکت سے شدید ہوتی ہے جیسے دولھا کی ہلاکت بارات کی ہلاکت سے زیادہ شدید سمجھی جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۱۲: حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اگر تمام آسمان و زمین والے ایک مؤمن کے خون بہانے (قتل کرنے) میں شریک ہو جائیں تو اللہ انہیں اوندھے کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

فائدہ: یہ حدیث مبارکہ بھی اپنے انداز بیان کے اعتبار سے قتل ناحق کی شدید مذمت اور اس کی حرمت بیان کر رہی ہے کہ صرف ایک ایمان والے کے قتل میں اگر آسمان و زمین والے سب شریک ہو جائیں تو اس شدید گناہ کی بنا پر سب کو جہنم میں ڈال دیا جائے۔

دلیل نمبر ۱۳: حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن مقتول قاتل کو لائے گا کہ اس کی پیشانی اس مقتول کے ہاتھ میں ہوگا اور مقتول کی رگیں خون بہا رہی ہوں گی۔ مقتول عرض کرے گا یا رب! اس نے مجھے قتل کیا تھا حتیٰ کہ وہ اسے عرش کے قریب کر دے گا۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی، نسائی ابن ماجہ)

فائدہ: اس حدیث پاک میں اس طرف اشارہ ہے کہ قتل کا مقدمہ بڑے اہتمام سے اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور اس کی طرف خصوصی توجہ کی جائے گی۔

دلیل نمبر ۱۴: حضور سید دو عالم نے فرمایا مومن ہمیشہ جلدی کرنے والا نیک اور نیک رہتا ہے جب تک حرام خون نہ کرے۔ پھر جب حرام خون کر لیتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

فائدہ: مفتی احمد یار خان نعیمی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن کو نیک اعمال کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے مگر قتل ناحق کرتا ہے تو نیکی کی توفیق سے محروم رہ جاتا ہے اور دنیا میں حیرانی اس طرح ہوگی کہ دل کو اطمینان اور نیکیوں کی توفیق میسر نہ ہوگی اور خدشہ ہے کہ جوابات قبر میں حیران رہ جائے اور ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن حساب میں سر گرداں رہ جائے غرض یہ کہ خون ناحق دنیا اور آخرت کا وبال ہے۔

دلیل نمبر ۱۵: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ممکن ہے کہ اللہ سارے گناہ بخش دے سوائے اس کے۔ کہ مشرک مرے یا جو دانستہ مسلمان کو قتل کرے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد و نسائی)

فائدہ: اس حدیث مبارکہ میں شدید حرمت کو بیان فرمایا گیا ہے اور بطور زجر اسے شرک کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا یعنی جیسے مشرک کا بدترین فعل اس کا شرک ہے اسی طرح مسلمان کا بدترین فعل کسی کو قتل کرنا ہے اسی حدیث کی بنا پر علماً نے کفر و شرک کے بعد قتل ناحق کو سب سے بڑا گناہ شمار کیا ہے البتہ کفر و شرک ناقابل معافی ہے جبکہ قتل میں معافی کی گنجائش ہے جبکہ حلال سمجھ کر نہ کیا گیا ہو جیسا کہ بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۱۶ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مقتول اپنے قاتل کو قیامت کے دن لائے گا پھر وہ عرض کرے گا اس سے پوچھ مجھے کس جرم میں قتل کیا قاتل کہے گا میں نے اسے فلاں کی سلطنت میں قتل کیا تھا جندب راوی نے فرمایا اس سے بہت ڈرو۔

(مشکوٰۃ بحوالہ نسائی)

فائدہ: مقتول کی یہ عرض اللہ کی بارگاہ میں اس لئے ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت حساب لے کر اسے سزا دے اور قاتل کا یہ جواب کہ میں نے اسے فلاں کی سلطنت میں قتل کیا تھا۔

اس شکایت کے لئے ہوگا کہ قتل میں فلاں حکومت کا ہاتھ ہوگا کہ اس نے قتل کی روک تھام کے لئے اقدامات نہ کئے۔ اس میں آج کل کے حکمرانوں کے لئے نصیحت ہے کیونکہ اکثر قتل اسی وجہ سے ہوتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے اسلامی سزائیں مقرر نہیں اگر چند قاتلوں کو فوری طور پر قصاص میں قتل کیا جائے تو کوئی اس جرم کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ کرے گا۔

دلیل نمبر ۷ حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مومن کے قتل پر ایک کلمہ کے نصف حصہ سے بھی مدد کی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ اللہ کی رحمت سے نا امید۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ابن ماجہ)

اس میں قاتل کی رسوائی اور ذلت کو بیان کرنا ہے

قتل بحیثیت ظلم کے قباحت وحرمت پر دلائل

دلیل نمبر ا؛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ظلم قیامت کے دن اندھیرا ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

فائدہ: (۱) جیسے نیک عمل قیامت کے دن ایمان والوں کے لئے نور ہوں گے اسی طرح ظلم قیامت کے دن اندھیرا ہوگا

(۲) اندھیرے سے مراد قیامت کی سختیاں ہوسکتی ہیں یعنی ظلم قیامت کے دن سختیوں کا سبب ہوگا۔

دلیل نمبر ۲ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے حتیٰ کہ جب وہ پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

كذالك اخذ ربك اذااخذالقرى و هن ظالمة

اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ کسی بستی والوں کو پکڑے جب کہ وہ ظالم ہوں۔

(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

فائدہ: اس حدیث مبارک میں ظالم پر شدید گرفت کی وعید ہے کہ پہلے تو اللہ ڈھیل دیتا ہے لیکن جب گرفت فرماتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں۔ کیونکہ پہلے ڈھیل اسی لئے دی تھی کہ وہ توبہ کرلے اور باز آجائے لیکن جب اس نے نصیحت حاصل نہ کی تو پھر شدید گرفت کا مستحق ہوا۔

دلیل نمبر ۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے صحابہ کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان ہو پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو ظلماً مارا ہوگا، پس اس مظلوم کو اس ظالم کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا پس اگر اس ظالم کی نیکیاں ختم ہو جائیں اس فیصلے کے ختم ہونے سے پہلے تو ان مظلوموں کے گناہوں کو اس پر لاد دیا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

فائدہ: یہ حدیث مبارکہ ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہے اور ظلم و قتل سے نفرت دلانے والی ہے کہ کسی کو قتل کرنے یا کسی اور طریقے سے اس پر ظلم کرنے کا انجام کس قدر خوفناک ہے کہ زندگی کی تمام نیکیاں برباد ہو جائیں اور دوسروں کے گناہ اس کے سر پر پڑ جائیں۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ایک آدمی کسی کھیت میں سارا سال کام کرے، ہل چلائے، سردیوں میں پانی دے، گرمیوں کے شدید موسم میں کٹائی کرے لیکن جب سال ختم ہو تو نہ صرف یہ کہ اس کی تمام فصل کاٹ کر کسی اور کو دے دی جائے بلکہ اس کی فصل اور دوسروں کی فصل کے تمام اخراجات بھی اس پر ڈال دیئے جائیں۔ اب غور فرمائیں اس آدمی کی حالت

کس قدر افسوسناک ہوگی اور یہ کس قدر بدقسمت ہوگا مگر اس سے بڑا بدقسمت وہ ہے جس کی صرف ایک سال کی کمائی نہیں بلکہ اس کی زندگی بھر کی کمائی کو تباہ و برباد کر دیا جائے اور دوبارہ کاشت کرنے یعنی نیک عمل کرنے کا موقع نہ دیا جائے ایسی رسوائی اور افسردگی سے بہتر ہے کہ ظلم و قتل سے اجتناب کیا جائے۔

دلیل نمبر۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم ضرور قیامت کے دن حقوق والوں کے حقوق ادا کرو گے حتیٰ کہ سینگوں والی بکری سے بغیر سینگوں والی کا قصاص (بدلہ) لیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

فائدہ: اس حدیث مبارکہ میں بھی ظلم کے برے انجام کو بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں ظلم کی سزا اپنی جگہ آخرت کی سزا اس سے بھی سخت ہوگی کہ جس نے کسی دوسرے پر ظلم کیا ہوگا اس سے بدلہ لیا جائے گا حتیٰ کہ بدلہ لینے کا یہ سلسلہ جانوروں میں بھی جاری ہوگا اب قتل کی طرف غور فرمائیں کہ جس نے دنیا میں کسی کو قتل کیا ہوگا اس سے کس قدر سخت بدلہ لیا جائے گا۔

دلیل نمبر ۵ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ امعہ نہ بنو کہ تم کہو کہ لوگ اگر اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی اچھا سلوک کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ اپنے آپ کو اس بات کا عادی بناؤ کہ لوگ اگر اچھائی کریں تو تم بھی اچھائی کرو اور اگر وہ ظلم کریں تو تم پھر بھی ظلم نہ کرو۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

فائدہ: یہ حدیث مبارک اسلامی اخلاق کا عظیم درس ہے کہ اچھائی کرنے والوں سے تو اچھائی ہی کی جاتی ہے کمال یہ ہے کہ برائی کرنے والوں سے بھی اچھائی کی جائے اور ظلم نہ کیا جائے۔ اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں قتل کے فعل کی طرف غور کریں کہ اس فعل کے ذریعے اس فرمان کی کیسی زبردست مخالفت ہوتی ہے کہ اچھائی کرنا تو دور کی بات ہے ظلم کی انتہا کرتے ہوئے قتل کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۶ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مرتبے کے اعتبار سے بدترین شخص وہ ہوگا جو اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کی خاطر برباد کردے (مشکوٰۃ)

فائدہ: اس طرح کہ کسی دنیوی منفعت کہ خاطر دوسرے پر ظلم کرے مال چھینے یا قتل کر ڈالے اور اس طرح اپنی آخرت برباد کرڈالے۔

دلیل نمبر ۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا اپنے مسلمان بھائی پر کوئی ظلم ہو اس کی آبرو یا کسی اور چیز کا وہ آج ہی اس سے معافی مانگ لے اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ درا ہم و دنا نیر ہوں اگر اس ظالم کے پاس نیک عمل ہوں گے تو بقدر ظلم اس سے چھین لئے جائیں گے اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو اس مظلوم کے گناہ لیکر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

فائدہ: اس حدیث کا بھی وہی مفہوم ہے جو نمبر ۳ میں گزرا

دلیل نمبر ۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دفتر تین قسم کے ہیں ایک وہ دفتر جسے اللہ نہیں بخشے گا وہ اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے۔ دوسرا وہ دفتر جسے اللہ تعالیٰ چھوڑے گا نہیں۔ وہ بندوں کے آپس میں ظلم ہیں حتیٰ کہ بدلہ لے گا بعض سے بعض کا اور ایک دفتر وہ ہے کہ اللہ اس کی پرواہ نہیں کرتا وہ بندوں اور اللہ کے درمیان حق تلفی ہے۔ تو یہ اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے تو اسے سزا دے یا چاہے تو درگزر فرمادے۔

فائدہ: اس حدیث پاک میں بھی ظلم کی مذمت ہے جس کی بدترین صورت قتل ہے کہ جب تک مظلوم خود ظالم کو معاف نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اسے نہ چھوڑے گا اور اس مظلوم کو بغیر نیکیاں کئے اور اپنے گناہ اس پر ڈالے بغیر راضی نہ ہوا تو سوچو کیا بنے گا جب کہ وہاں ایک

ایک نیکی کی ضرورت ہوگی اور اپنی رضا سے ماں باپ اولاد کوئی بھی ایک نیکی دینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

دلیل نمبر ۹: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کہ وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے۔ اور اللہ کسی کو اس کا حق دینے سے نہیں رکتا۔

فائدہ: کسی آدمی کو قتل کر دینا صرف اسی ایک پر ہی ظلم نہیں بلکہ اس کے متعدد رشتے داروں پر ظلم ہے اور یہ مظلوم جب دردِ دل کے ساتھ ظالم کے لئے بددعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی بددعا کو قبول فرماتا ہے گویا قتل کرنے سے قاتل کی آخرت برباد ہوئی اور مظلوموں کی بددعا سے اس کی دنیا بھی تباہ ہوئی۔

دلیل نمبر ۱۰ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کسی شخص کے ساتھ ظالم کو قوت دینے کے لئے چلے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو پس بے شک وہ اسلام سے نکل گیا۔

فائدہ: زبان قلم یا کسی طرح بھی ظالم کی مدد کرنا آدمی کو نور اسلام سے خارج کر دیتا ہے اگر چہ نفس ایمان باقی رہتا ہے مگر ایمان کی روحانیت و نورانیت سے محروم ہو جانا کیا کوئی معمولی بات ہے اور یہ تو وہ شخص ہے جو ظالم کی مدد کر رہا ہے۔ خود اس شخص کا حال کتنا برا ہوگا جو ظلم کے درپے ہوگا۔

فقیہہ ابواللیث سمرقندی نقل فرماتے ہیں ایک شخص کو قبرستان میں دفن کیا گیا تو اس کے پاس عذاب کے فرشتے آئے اور کہا تجھے سو کوڑے ماریں گے۔ مردے نے کہا کہ میں تو ایسا اچھا اچھا آدمی تھا انہوں نے اس کی رعایت کرتے ہوئے دس کوڑوں کی کمی کر دی وہ معذرت کرتا رہا اور فرشتے دس کوڑے کم کرتے رہے آخر میں فرشتوں نے کہا ہم ایک کوڑا

ضرور ماریں گے جب انہوں نے ایک کوڑا مارا تو قبر میں آگ بھڑک اٹھی اس نے کہا تم نے مجھے یہ کوڑا کیوں مارا فرشتوں نے کہا تو ایک مظلوم آدمی کے پاس سے گزرا اس نے تجھے مدد کے لئے پکارا مگر تو نے اس کی مدد نہ کی یہ اس کا بدلہ ہے (جب مظلوم کی مدد نہ کرنے کا یہ انجام ہے تو خود ظالم کا انجام کس قدر برا ہوگا اور خصوصاً وہ ظالم جو کسی کو قتل کر کے حدود الٰہی کو پامال کرنے والا ہے

فائدہ: کسی کو ناحق قتل کرنا بہت بڑا ظلم ہے اور ظلم کا انجام بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ قیامت کا اندھیرا اللہ کی شدید گرفت کا سبب نیکیوں کو برباد کرنے والا اور برائیوں میں اضافہ کرنے والا اور غضب الٰہی کو دعوت دینے والا ہے اور قتل ظلم کی بدترین صورت ہے لہٰذا عقلمند وہی ہے جو دنیا کی زندگی میں اپنی اخروی زندگی کے انجام کے بارے میں غور فکر کر لے اور فانی زندگی میں باقی رہنے والی زندگی کا انجام ظلم و قتل اور ان تمام گناہوں سے کنارہ کشی کر لے جو اس کی آخرت کی بربادی اور ذلت کا سبب بن سکتے ہیں۔

ایذا رسانی کی حیثیت سے قتل کی قباحت و حرمت

(۱) حضرت مجاھد کا فرمان ہے دوزخیوں پر خارش مسلط کر دی جائے گی وہ اس قدر خارش کریں گے کہ ان کے چمڑے اتر کر گوشت اور ہڈیاں ظاہر ہو جائیں گی پھر آواز دی جائے گی کیا تمہیں اس سے تکلیف ہوتی ہے وہ جواب دیں گے ہاں تو جواب آئے گا یہ اس کا بدلہ ہے جو تم مومنوں کو تکلیف دیتے تھے۔

(۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک درخت میں الٹ پلٹ ہو رہا ہے جو کہ کاٹ کر راستے سے الگ کر دیا تھا وہ شخص مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتا تھا (اسے یہ سزا دی جا رہی تھی)

(۳) اللہ مومنوں کو ایذ دینے والوں کو ناپسند فرماتا ہے

(مکاشفۃ القلوب)

(۴) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کو تیز نظر سے دیکھے۔ (مکاشفۃ القلوب)

الغرض ایذا رسانی فعل حرام ہے اور قتل اس کی بدترین صورت ہے ضمناً وہ اسلامی بھائی بھی توجہ فرمائیں جو بلند آواز سے ٹیپ ریکارڈر چلا کر مریضوں کو مسجد یا گھر میں نماز پڑھنے والوں کو علم دین پڑھنے والوں ذکر کرنے والوں کو اذیت پہنچاتے ہیں عید شب برأت میں گانے باجے آتش بازی نیز بسنت کے موقع پر چھتوں پر چڑھ کر ڈیک بجا کر تاک جھانک کر کے کان پھاڑ دینے والے باجوں کی آوازوں سے اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے شدید اذیت کا سبب بنتے ہیں ایذا رسانی کی یہ وعیدیں سب کو عام ہیں۔

قتل کے چند احکام

(۱) جان بوجھ کر قتل کرنا سخت حرام ہے اور کفر و شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔

(۲) کسی کو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کرنا یا حلال سمجھتے ہوئے قتل کرنا کفر ہے ایسا آدمی ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(۳) قاتل کی توبہ قبول ہوسکتی ہے اور اس کی مغفرت بھی ہوسکتی ہے مگر مقتول کے بدلے قصاص یا دیت دینا اس کے ذمے ہے۔

(۴) قصاص کے بدلے میں مال اس وقت دے سکتا ہے جب کہ مقتول کے اولیا (خاندان والے) راضی ہوں۔

(۵) قاتل اپنے مقتول کی میراث سے محروم رہے گا یعنی جب کسی نے اپنے مورث کو قتل کیا ہو تو اس کو ترکہ سے حصہ نہیں ملے گا۔

(۶) غلطی سے اگر کسی کو قتل کر دیا مثلاً کسی شکار کا نشانہ لگایا لیکن کسی انسان کو جا لگا یہ مراد نہیں کہ قتل کر کے کہہ دے کہ غلطی ہوگئی کہ قتل کر دیا غلطی سے اگر قتل کر دیا تو قتل کا گناہ تو نہیں ہوگا مگر بے احتیاطی کا گناہ ضرور ہوگا کیونکہ ایسی بے احتیاطی حرام ہے۔

قتل کے عمومی اسباب

(۱) مقصد کے حصول میں ناکامی پر شدید غم (مثلاً محبت میں ناکامی مطلوبہ مقام پر شادی نہ ہونا) ایسی صورت میں عموماً رکاوٹ بننے والے کو یا جس سے شادی کرنا تھی اس نے کسی اور سے شادی کر لی تو رشتہ سے انکار کرنے والے والدین اور جس دوسرے سے شادی ہوئی ہے اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

(۲) گھریلو ناچاقی مثلاً شوہر بیوی یا بھائی بھائی میں مسلسل جھگڑا ہو تو بالآخر تنگ آکر دونوں میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دیتا ہے۔

(۳) کسی قریبی عزیزہ کے کسی غیر محرم سے ناجائز تعلقات ہوں تو طیش میں آکر عزیزہ اور آشنا کو یا ان میں سے کسی ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

(۴) قریبی عزیزہ نے گھر سے بھاگ کر کسی سے شادی کر لی تو گھر والے تلاش شروع کر دیتے ہیں اور جب دونوں کہیں مل جائیں تو دونوں کو قتل کر دیتے ہیں۔

(۵) راہ چلتے میں لڑکیوں کو چھیڑنے سے منع کرنے پر اس منع کرنے والے کو ختم کر دیتے ہیں۔

(۶) مسلسل ظلم کے ہاتھوں تنگ ہونے والے بھی بالآخر ہتھیار اٹھا کر اپنی مظلومیت کا بدلہ لینے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(۷) ہنسی مذاق کرتے ہوئے ایک دوسرے کو ایسی بات کہہ دیتا ہے کہ دوسرا غصے میں اندھا ہو کر فائر کھول دیتا ہے۔

(۸) بدنامی کا خوف کسی پوشیدہ گناہ کے آشکار ہونے کے ڈر سے اس کو قتل کر دیتے ہیں جس سے گناہ کے اظہار کا خوف ہے حرامی بچوں کو قتل کرنا تو عام ہے۔

(۹) حصول مال کی خاطر قتل کرنا تو عام ہے نوکر اپنے مالک کو ایک بھائی دوسرے بھائی کو ڈاکو عام آدمی کو محض اس لئے قتل کر دیتے ہیں کہ کچھ مال ہاتھ آجائے۔

(۱۰) جائیداد کے جھگڑے میں قتل کر دینا دیہاتوں میں عام ہے۔

(۱۱) آدمی اپنے تکبر میں معمولی سے سی بے ادبی کرنے والے کو اڑا دیتا ہے۔

(۲۱) سیاسی محاذ آرائی میں ایک فریق اپنے قائد کی حمایت میں دوسرے فریق کا بے دریغ خون بہا دیتا ہے۔

الغرض قتل کرنے کے اسباب کثیر ہیں لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسباب عموماً تین بنیادی اسباب کی طرف لوٹتے ہیں

(۱) زن (عورت) (۲) زر (مال) (۳) زمین (جائیداد)

اور ان میں مزید غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان تین کا دارومدار خواہش نفس کی اتباع اور غصہ پر ہے۔

مذکورہ اسباب میں بعض تو وہ ہیں کہ جہاں غصہ بالکل بیجا غلط اور شیطان کی اتباع ہے جیسے ۱، ۲، ۵، ۱۰، ۱۱ نمبر میں ہے ان کا تدارک غصہ کے علاج اور خواہش نفس کی پیروی ترک کرنے سے ہے اسے عنقریب بیان کیا جائے گا۔

بعض اسباب میں مال کی محبت کارفرما ہے اس کا علاج محبت مال اور محبت دنیا کے ازالہ سے ہے اور بعض اسباب میں ابتدائی قصور ہی قاتل کا ہوتا ہے جیسے ۳ اور ۴ نمبر میں ہے۔

اسباب قتل کو ختم کر کے قتل کا سدباب کرنا ہر ایک کا دینی اور اخلاقی فریضہ ہے لیکن یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو ان اسباب سے بالکل دور ہیں لہٰذا ہمیں اس طرف توجہ

دینے کی ضرورت نہیں تو یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے کیونکہ جب شیطان کا حملہ اور نفس کا بہکاو سامنے ہوتا ہے تو پھر تمام قوت برداشت اور دل کی تسلی ختم ہو جاتی ہے اور آدمی آؤ دیکھتا ہے نہ تاؤ بس فوراً ہتھیار اٹھاتا ہے اور کسی کو قتل کر کے اپنی دنیا اور آخرت برباد کر لیتا ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان اسباب کا علاج معلوم کیا جائے اور حفظ ماتقدم کے طور پر انہیں اپنایا جائے۔

قتل کا پہلا سبب اور اس کا علاج:

اسباب قتل میں سب سے پہلا سبب زن (عورت) ہے جب اسلامی پردہ گھر میں رائج نہیں کیا جاتا بلکہ شتر بے مہار کی طرح ماں بہن بہو بیوی بیٹی کو بازار جانے غیر محرموں سے ملنے بلکہ خود ملانے کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں تو نتیجتاً غلط تعلقات بھی استوار ہوتے ہیں چھیڑ خوانی کا سلسلہ بھی شروع ہوتا ہے۔ ابتداء میں جس غیرت کا اپنے ہاتھ سے جنازہ نکالا تھا اس میں کچھ جان پیدا ہوتی ہے۔ نیز بیوی بہن بیٹی کے ساتھ بیٹھ کر جب ٹی وی، وی سی آر اور ڈش، کیبل، دیکھ کر بلکہ سینما تھیٹر میں لے جا کر فلم دکھا کر فحش لٹریچر کا مطالعہ کر کے بلکہ دوسروں کو مطالعہ کا موقع فراہم کر کے شرم وحیا کو خود جلا وطن کیا جائے تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنوں اور بیگانوں کو موت کے گھاٹ اتارنا پڑتا ہے۔ اور پھر پچھتاتے ہیں کاش! اگر اسلامی پردہ کروایا ہوتا، اللہ اور اس کے رسول کے فرامین پر عمل کیا ہوتا، تو آج یہ نوبت نہ آتی، مگر اس وقت کا افسوس کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتا آیئے اس شرمناک وقت سے پہلے پہلے اپنے رب اور اس کے نبی کے فرامین پر عمل کر لیں۔

قرآن کی روشنی میں پردہ کی اہمیت:

آیت نمبرا: و قرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى و اقمن الصلوة و اتين الزكوة و اطعن الله و رسوله

(پارہ۲۲رکوع۱آیت۳۲،۳۳)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔

(کنزالایمان شریف)

فائدہ: اس آیت مبارکہ سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) مسلمان عورتوں کو رب العالمین کا حکم ہے کہ گھروں میں ٹھہری رہیں اور چادر اور چاردیواری کی پابندی کریں۔

(۲) چادر اور چاردیواری کی مخالفت قرآن وحدیث کی مخالفت ہے

(۳) بے پردگی ترقی کی علامت نہیں بلکہ سراسر جہالت ہے

(۴) بے پردگی موجودہ دور کی ضرورت نہیں بلکہ غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

(۵) نماز اور زکوۃ عورتوں پر بھی فرض ہے اور اس کا ترک حرام ہے۔

(۶) مسلمان کے لئے اللہ اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے اور کسی کی اطاعت اس وقت جائز ہے جب وہ قرآن وحدیث کے موافق کہیں لہٰذا شوہر وغیرہ کے حکم پر بھی بے پردگی جائز نہیں

آیت نمبر۲: و اذا سألتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب ذالکم اطھر لقلوبکم و قلوبھن۔

(پارہ۲۲سورۃ احزاب آیت ۵۳رکوع نمبر۳)

ترجمہ: اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں کی اور ان کے دلوں کی۔

(کنزالایمان شریف)

فائدہ: یہ آیت مبارکہ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی مگر حکم عام ہے غور فرمائیں امت کے افضل ترین گروہ کو تمام مومنوں کی ماؤں سے گفتگو کرنے اور چیز مانگنے کا سلیقہ کس قدر پردے والے انداز میں بتایا اور اس طریقہ کو ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ قرار دیا جب ان کے لئے یہ حکم ہے تو ہمارے لئے یہ حکم کس قدر ضروری ہوگا اور اس آیت میں پردے کی جو اہمیت کا اندازہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

آیت نمبر۳: **یا ایها النبی قل لازواجك و بنتك و نساء المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن ۔**

(پارہ ۲۲ سورۃ احزاب آیت ۵۹ رکوع ۴)

ترجمہ: اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور عام مومنین کی عورتوں سے فرمادو کہ وہ اپنی چادر کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ (کنزالایمان)

فائدہ: اس آیت میں پردہ کرنے کا بہترین انداز میں ارشاد فرمایا۔ اول تو یہ ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں اگر کسی سے گفتگو کرنی پڑے تو اوٹ میں رہ کر کرے اور اگر کسی شرعی مجبوری کے تحت نکلنا بھی پڑے تو مکمل پردہ کر کے نکلے تاکہ شریف زادیاں معلوم ہوں مخلوط تعلیم والے بھی اس میں ذرا غور فرمائیں۔

ان احکام الٰہیہ کو دیکھیں اور اپنے اپنے گھروں کا جائزہ لیں ہمیں بہت سی کوتاہیاں نظر آئیں گی اگر پردے کی ایسی پابندی کی جائے جو شریعت میں مطلوب ہے تو یقیناً قتل کے ایک بہت بڑے سبب کا خاتمہ ہوسکتا ہے اور دیگر متعدد برائیاں بھی ختم ہو جائیں گی۔

قتل کا دوسرا سبب اور اس کا علاج:

قتل کے اسباب میں دوسرا بڑا سبب مال ہے اور قتل کے بعد عموماً مال کی بجائے

جیل کی روٹیاں نصیب ہوتی ہیں اور اگر مال مل بھی جائے تو کیا کمال کیا ساری زندگی حرام کھا کر اپنی قبر میں آگ بھری جہنم کا سامان مہیا کیا مالِ دنیا کی حقارت ملاحظہ فرمائیں پھر سوچیں کیا ایسی معمولی چیز کی خاطر عذاب الٰہی کو مول لینا عقلمندی ہے۔؟

قرآن میں دنیا کی مذمت:

آیت نمبر۱: و ما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو و لعب و ان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لو کانو یعلمون۔

(پارہ نمبر۲۱ سورۃ عنکبوت رکوع ۲ آیت ۶۴)

ترجمہ: اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بے شک آخرت کا گھر اور وہی سچی زندگی ہے کیا ہی اچھا ہوتا اگر جانتے

(کنزالایمان)

فائدہ: اس آیت سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) دنیاوی زندگی کی مثال ایک تماشے کی طرح ہے جس طرح تماشا وقتی طور پر لطف دیتا ہے اور جلد ہی ختم ہو جاتا ہے اسی طرح دنیا اور دنیا کا مال چند لمحے کی لذت ہے پھر کچھ بھی نہیں۔

(۲) حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

(۳) اخروی زندگی کو ترجیح دینے والے ہی علم وعقل والے ہیں۔

غور فرمائیں کیا اس دنیا کے لئے اپنی آخرت کو برباد کرنا عقلمندی ہے جس دنیا کی حیثیت ایک کھیل کود سے زیادہ نہیں اور حصول مال کی خاطر نا جائز ذرائع اختیار کرنا حتی کہ قتل تک کر دینا تا کہ دنیوی زندگی کی آسائش حاصل ہو جائے اور آسائش کے بدلے آخرت کی ہمیشہ کی آرام دہ زندگی کو داؤ پر لگا دینا کیا عقلمندی ہے؟

آیت نمبر۲: **یا ایھا الذین امنو لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ و من یفعل ذالک فا و لئک ھم الخسرون۔**

(پارہ ۲۸ سورۃ منافقون رکوع ا آیت ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارے میں ہیں (کنزالایمان)

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں درج ذیل امور کا بیان ہے۔

(۱) مال اور اولاد عموماً اللہ کے ذکر سے غافل کرنے والے ہیں لہٰذا اس بات میں غور کرتے رہنا چاہیے کہ کہیں یہ ہمیں اللہ کے ذکر سے غافل تو نہیں کر رہے۔

(۲) مال اور اولاد کے پیچھے لگ کر ذکر الٰہی اور حکم الٰہی کو چھوڑ دینا نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ ہے اور آخرت کے خسارے کا سبب ہے۔

غور فرمائیں خدا کے ذکر سے غافل کر دینے والے مال کو حاصل کرنے کی خاطر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رب العالمین پر ایمان رکھنے والے کو قتل کر دینا ہمارے ایمان کے مقتضی کے خلاف نہیں؟ یقیناً ہے تو طلب مال (اگرچہ فی نفسہ وہ مال حلال ہو) کے لئے اس طرح دوڑ دھوپ کرنا کہ اللہ و رسول کی یاد سے غفلت ہو انتہائی ناپسندیدہ ہے تو مال حرام حاصل کرنے کے لئے اس طرح کی حرکت کرنا جو صرف غفلت ہی نہیں بلکہ حکم الٰہی کی مخالفت ہو کیسے جائز ہو سکتی ہے۔

آیت نمبر۳: **الھکم التکاثر٥ حتی زرتم المقابر٥ کلا سوف تعلمون۔**

(پارہ نمبر ۳۰ سورۃ التکاثر آیت ا تا ۳)

ترجمہ: غفلت میں رکھا تمہیں مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔ (کنزالایمان)

فائدہ: اس آیت میں مال کی زیادہ طلبی کی مذمت ہے کیونکہ یہ زیادہ طلبی ہی ہلاکت و بربادی کا سبب بنتی ہے گناہ پر آمادہ کرتی ہے اور انسان ایسی غفلت کی نیند سوتا ہے کہ کہ مرنے کے

بعد ہی پھر آنکھ کھلتی ہے جب عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور پچھتاوے کا وقت آجاتا ہے کہ جس مال کی خاطر ناجائز ذرائع اختیار کئے قتل کا ارتکاب کیا وہ مال تو دنیا میں رہ گیا البتہ اس کا وبال باقی رہ گیا لہٰذا دانائی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے ختم ہو جانے والے مال کے پیچھے ظلم وقتل کر کے قبر کی طویل زندگی کو برباد نہ کیا جائے اور غضب الٰہی کو دعوت نہ دی جائے۔

آیت نمبر۴: **ویل لکل همزة لمزة ٥ الذی جمع مالا و عدده ٥ یحسب ان ماله اخلده ٥ کلالینبذن فی الحطمه۔**

(پارہ نمبر ۳۰ سورۃ الھمزۃ آیت ۱ تا ۵)

ترجمہ: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے اور پیٹھ پیچھے بدی کرے جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا ہرگز نہیں ضرور روندنے والی آگ میں پھینکا جائے گا۔ (کنزالایمان)

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں درج ذیل امور کا بیان ہے۔

(۱) عمل صالح سے غافل ہو کر مال جمع کرنے کے پیچھے لگا رہنا بربادی و ہلاکت کا سبب ہے۔

(۲) مال جمع کرنا فکر آخرت دل سے نکال دیتا ہے۔

(۳) مال جمع کرنا کوئی مستحسن کام نہیں کیونکہ غفلت میں ڈالنے والا مال اللہ کی سلگائی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔ یا اس طرح کا مال جمع کرنے والا ڈال دیا جائے گا۔

غور فرمائیں کہ کسی کو قتل کر کے مال حاصل کرنے کے بعد اس کا انجام کس قدر خوفناک ہے کہ ایسا شخص بربادی و ہلاکت کا مستحق ہے اور دوزخ کی شدید آگ میں ڈالے جانے کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

احادیث مبارکہ میں دنیا کی مذمت:

حدیث نمبر۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن آدمی قدم نہ ہٹا سکے گا جب تک پانچ چیزوں کا جواب نہ دے لے۔

(۱) عمر کن کاموں میں صرف کی؟

(۲) جوانی کیسے گزاری؟

(۳) مال کیسے کمایا؟

(۴) کہاں خرچ کیا؟

(۵) اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟

حدیث نمبر۲: رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مال و جاہ کی بدولت دل میں مال کی محبت اس طرح اگتی ہے جیسے پانی سے سبزہ اگتا ہے۔

(طبرانی)

حدیث نمبر۳: حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا بھوک سے بے تاب دو بھیڑیئے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنی تباہی نہیں پھیلاتے جتنا کہ مال کی محبت ایک مسلمان کے دل میں تباہی مچاتی ہے۔

(ابن حبان)

حدیث نمبر۴: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے دوزخ کو دیکھا تو اس میں زیادہ تر مالداروں اور عورتوں کو پایا۔ (احمد)

فائدہ: ان چاروں حدیثوں میں عبرت کے بے شمار مدنی پھول ہیں۔

(۱) جس طریقہ سے مال حاصل کیا اس کا پورا پورا حساب اللہ کی بارگاہ میں دینا پڑے گا اب سوچیں وہاں قتل کر کے مال حاصل کرنے والا کیا جواب دے گا؟ یقیناً اس طرح کا جواب ہوگا اے اللہ اس مذموم مال کو تیرے پیدا کردہ تجھ پر ایمان لانے والے بندے کو قتل کر کے حاصل کیا تو اس وقت کیسی شدید ندامت اور پریشانی ہوگی۔

(۲) مال ودولت کی محبت منافقت کا سبب ہے۔

(۳) مال ودولت کی محبت دل کی بربادی کا سبب ہے۔

(۴) مال کی محبت جہنم میں جانے ذریعہ ہے۔

غور فرمائیں کہ اللہ کی بارگاہ میں ندامت کا سبب بننے والے دل میں منافقت پیدا کرنے والے دل کو برباد کرنے والے اور جہنم میں لے جانے والے مال کی خاطر اپنے بھائی کو قتل کرنا عقل ودانش کے خلاف جہالت ونادانی کی واضح دلیل نہیں؟ تو پھر کیوں اپنے مسلمان بھائی کا خون کریں اور اپنی آخرت کو برباد کریں اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔

قتل کا تیسرا سبب اور اسکا علاج:

اسباب قتل پر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا ان میں سے اکثر کے پیچھے دل کا مہربانی و شفقت سے خالی ہونا اور غصے کا ہونا کارفرما ہوتا ہے قتل کے سدباب کے لئے اور اپنے آپ کو اس فعل بد سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کا خاتمہ بھی ضروری ہے آیئے قرآن وحدیث کے فرمان دیکھتے ہیں۔

غصے کے متعلق قرآن کے ارشادات:

آیت نمبر۱: و الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس و اللہ یحب المحسنین۔

(پارہ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۳۴)

ترجمہ: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ (کنزالایمان شریف)

آیت نمبر۲: **خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاهلین۔**

(پارہ۹ سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۹۹)

ترجمہ: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

(آیت نمبر۳: **ادفع بالتی هی احسن فا ذا الذی بینك و بینه عداوة و کانه ولی حمیم۔** (پارہ ۲۴ سورۃ حم السجدہ آیت ۳۴)

ترجمہ: اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا کہ جیسا گہرا دوست۔ (کنزالایمان)

فائدہ: یہ تین آیات اسلامی اخلاق کا بہترین درس ہیں اگر صرف ان اصولوں پر عمل کرلیا جائے تو معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن جائے اور نہ صرف بہت سی برائیوں سے چھٹکارہ مل جائے بلکہ متعدد بیماریوں سے بھی جان چھوٹ جائے مثلاً بلڈ پریشر اور دل کی بیماریاں۔

الحاصل:

(۱) غصہ پینے والے اور درگزر کرنے والے لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

(۲) معاف کرنا اور جہلا کی باتوں سے درگزر کرنا حکم خدا اور محبوب کی سنت ہے۔

(۳) دشمنی ختم کرنے اور دوستوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے قرآنی نسخہ یہ ہے برائی کرنے والے کو معاف کردیا جائے اور اس سے اچھا سلوک کیا جائے۔

(۴) اس سے دونوں کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

(۵) آپس میں نفرت ختم کرنا اور خدا اور رسول کی خاطر محبت کرنا شرعاً محبوب ومرغوب ہے۔

اب ان آیات اور قرآنی اسباق کی روشنی میں دیکھیں کہ غصے میں آگ بگولہ ہو کر اپنے مسلمان کو قتل کرنے والا کس طرح رب العالمین کے فرامین اور اسلامی اصولوں کا خون کرتا ہے اور اس کے سینے میں کس طرح کا اسلامی دل ہے جو خدائے ذوالجلال کے احکام سامنے ہوتے ہوئے بھی بے دریغ ان کا منہ چڑاتے ہوئے اپنے مسلمان بھائی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگتا ہے۔ اب ذرا مخلوق خدا پر بھی مہربانی اور شفقت کی فضیلت و اہمیت بھی ملاحظہ فرمائیں انشاءاللہ یہ بھی قتل و ظلم سے نفرت پیدا کرنے میں مفید ثابت ہوگی۔

رحمت کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رحم کے متعلق ارشادات

حدیث نمبر ۱: مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

من لا یرحم لا یرحم

ترجمہ: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(متفق علیہ)

حدیث نمبر ۲ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تری المومنین فی ترحمهم و توادهم و تعاطفهم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا اندعی له سائر الجسد بالسهر و الحم

ترجمہ: تم مسلمانوں کو آپس کی رحمت آپس کی محبت اور آپس کی مہربانی میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جب ایک عضو بیمار ہو جائے تو سارے جسم کے اعضاء بے خوابی اور بخار کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حدیث نمبر ۳: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے تو اس پر ظلم نہ کرے نہ اسے رسوا کرے اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا اللہ اس کی حاجت پوری کرنے میں رہے گا اور جو مسلمان

سے کوئی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی تکلیف دور کرے گا اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

(بخاری و مسلم)

حدیث نمبر ۴: رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

فائدہ: یہ احادیث مبارکہ بھی مینارہ نور ہیں ان سے مندرجہ ذیل امور کا درس ملتا ہے۔

(۱) مخلوق خدا پر رحم کرنا اللہ کو بہت پسند ہے۔

(۲) جو دوسروں پر رحم کرتا ہے اللہ اس پر رحم فرماتا ہے۔

(۳) مسلمانوں کو آپس میں اس طرح پیار و محبت سے رہنا چاہیے کہ ایک دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھے۔

(۴) مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک بھائی کا دوسرے بھائی پر ظلم و ستم کرنا انتہائی برا فعل ہے۔

(۵) اللہ کی مدد حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی مدد میں لگ جائے۔

(۶) قیامت کی تکلیف اور سختی سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے مسلمان بھائی کو تکلیف دینے سے بچے اور دوسروں کو اس سے روکے۔

(۷) اگر اپنے عیبوں کو چھپانا مقصود ہے تو اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کو چھپائے۔

ان احادیث اور ان سے حاصل ہونے والے درس کو ذہن میں رکھ کر۔ اب ذرا قتل کی طرف نظر ڈالیں تو اس کے گھناؤنے ناقابل برداشت اور قبیح تر ہونے کا احساس

ضرور ہوگا کہ کہاں اسلام کے یہ سنہری اصول جو دنیا کو جنت کی نظیر بنانے والے ہیں اور کہاں قتل کا شنیع (برا) فعل جو اسلامی اصولوں کو پامال کرنے ولا اور اس کے حسن کو مسل دینے والا ہے ہمارا پیارا دین تو ہمیں کتنا پیارا درس دے رہا ہے کہ جب ملو تو اسلام علیکم کہہ کر اپنی طرف سے سلامتی کی دعا دو اور ان کی ہر طرح خیر خواہی کرو اور ہمارا معاشرہ اور مسلمان بھائی اس سے کتنا دور ہوتا جا رہا ہے۔ان حالات میں انتہائی ضروری ہے کہ انفرادی طور پر ہی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر بھی معاشرے کی اصلاح وفلاح اور مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے لئے کوشش کی جائے۔

اے اللہ! اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے ہمارے دلوں میں رحمت والفت ہے پیدا فرمادے۔اور نیکیوں سے محبت اور گناہوں سے نفرت کا جذبہ عطا فرما۔اور ہمیں قتل وظلم جیسے فعل قبیح سے محفوظ و مامون فرما۔اور فتنوں سے دور فرما۔ اور جن مسلمان بھائیوں نے بتقاضائے بشریت اس گناہ کا ارتکاب کیا۔اپنے رحمت والے محبوب کے صدقے میں ان کی مغفرت فرما۔آمین بجاہ الامین

حوالہ جات

نمبر شمار	موضوع	کتابوں کے نام
۱	انسان کی اپنے ہلاکت کی وجہ	کنزالایمان
۲	حسد کی ابتداء	نورالعرفان
۳	قابیل کی آتش غضب جوش زندہ ہوئی	کنزلایمان
۴	انسانیت کا سب سے پہلا قتل	کنزلایمان
۵	آج کے دور میں انسان کا قتل	کنزلایمان
۶	قرآن کی روسے قتل حرام ہے	کنزلایمان
۷	موجودہ دور کی بدحالی	مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ومسلم
۸	قیامت کے دن ذلت کا عذاب	مشکوٰۃ بحوالہ مسلم
۹	اچھے کاموں پر انعام خدا عزوجل	مشکوٰۃ بحوالہ بخاری
۱۰	قتل کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا	مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی، نسائی
۱۱	جس نے ایک انسان کو بچایا گویا اس نے پوری	ابن ماجہ
۱۲	انسانیت کو بچایا	مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی
۱۳	قصاص کا قانون قانون الٰہی ہے	مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی، نسائی
۱۴	قصاص کا قانون بحکم حدیث رسول	ابن ماجہ
۱۵	احادیث کی روشنی میں وضاحت	مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد
	احادیث کی روشنی میں دلیلیں (۱تا۱۰تک)	مراۃ شرح مشکوٰۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طلاق کے آسان مسائل

سوال نمبر 1: ایک شادی شدہ آدمی کو طلاق کے مسائل سیکھنا ضروری ہیں یا نہیں؟

جواب: ہر شخص کو ان مسائل کا سیکھنا ضروری ہے جس کی اسے موجودہ وقت میں ضرورت اور جن چیزوں کے ساتھ اس کا تعلق ہے مثلاً نماز کے لئے نماز کے فرائض، واجبات اور نماز کو فاسد یا ناقص کرنے والی چیزوں کا سیکھنا ضروری ہے۔ یونہی روزہ رکھنے والے کے لئے روزہ کو توڑنے والی چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔ عورتوں کے لئے حیض و نفاس اور شوہر کے حقوق کے متعلق مسائل جاننا ضروری ہے۔ اور شوہر کے لئے بیوی کے حقوق اور مخصوص ایام میں اس کے قریب جانے کے مسائل سیکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح طلاق کے مسائل ہیں۔ کہ جب تک طلاق کا موقع نہیں آیا تب تک طلاق کے مسائل سیکھنا ضروری نہیں لیکن جب طلاق کا ارادہ ہو اس وقت ضروری ہے کہ طلاق کے مسائل سیکھے کہ طلاق کس طرح دے؟ کن حالات میں طلاق دینا جائز ہے؟ کتنی طلاقیں دینا جائز ہیں؟ طلاق کے اور مسائل کیا ہیں؟ وغیرہ لہذا جو شخص بھی طلاق کا ارادہ کرے تو اس وقت اسے طلاق کے مسائل جاننا ضروری ہیں اور اس سے پہلے مستحب ہیں کہ موجودہ حاجت سے زائد مسائل کا سیکھنا مستحب ہے۔ (خلاصہ از فتاوی رضویہ قدیم جلد دہم 10 صفحہ نمبر 16)

سوال نمبر 2: کیا بلا وجہ عورت کو طلاق دینا جائز ہے؟

جواب: بلا ضرورت عورت کو طلاق دینا جائز نہیں آج کل معمولی باتوں پر عورت کو طلاق دے دیتے ہیں۔ اور بعد میں علمائے کرام کے پاس جا کر روتے ہیں۔ پہلے ہی سوچ سمجھ کر ایسا نازک فیصلہ کرنا چاہیے ابوداؤد شریف میں حدیث پاک ہے "اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سب سے ناپسندیدہ حلال کام طلاق دینا ہے"۔ (مشکوۃ صفحہ نمبر 283)

امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے فتاوی رضویہ جلد 5 کتاب الطلاق کے صفحہ نمبر 1 پر اور صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے فتاوی امجدیہ نمبر جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 164 پر بلا ضرورت طلاق دینے کو ممنوع و گناہ قرار دیا ہے۔

سوال نمبر 3: کیا عورت کے لئے طلاق کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

جواب: اگر زوج وزوجہ میں نا اتفاقی رہتی ہے اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کر سکیں گے۔ تو عورت شوہر کے ساتھ خلع کر کے طلاق لے سکتی ہے لیکن شوہر کی طرف سے کسی قسم کی اذیت کے بغیر عورت کا اس سے طلاق کا مطالبہ حرام ہے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے ''جس عورت نے اپنے شوہر سے بغیر شدید ضرورت کے طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (مشکوۃ صفحہ نمبر 283)

آجکل عورتیں اعلیٰ قسم کا کھانا نہ ملنے پر، میک اپ کا سامان نہ ملنے پر، رشتے داروں کے ہاں بار بار جانے کی اجازت نہ ملنے پر، مشترکہ گھر میں جدا کمرہ ملنے کے باوجود علیحدہ گھر کا مطالبہ پورا نہ ہونے پر اور اسی قسم معمولی باتوں پر طلاق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ یہ نا جائز گناہ ہے اور ایسی عورتیں مذکورہ بالا وعید کی مستحق ہیں۔ اور ایسے ہی وہ ماں باپ اور بہن بھائی اور دیگر رشتے دار جو عورت کو مذکورہ وجوہات کی بنا پر طلاق لینے پر ابھارتے ہیں اور شوہر کو دھمکاتے اور اس سے طلاق کا مطالبہ کرتے ہیں اور عورت کو جبراً گھر (میکے) میں بٹھا لیتے ہیں۔ وہ سب بھی اس گناہ اور وعید میں شریک ہیں۔ اور بعض احادیث میں بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورتوں کو منافقہ قرار دیا ہے۔

سوال نمبر 4: کیا عورت بذات خود کورٹ سے طلاق لے سکتی ہے؟

جواب: طلاق کا اختیار شریعت نے مرد کو دیا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا طلاق نہیں دے سکتا۔ آیت مبارکہ ہے۔﴿ الذی بیدہ عقدۃ النکاح ☆﴾ ترجمہ کنز الایمان: وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 237)

حدیث مبارکہ میں ہے'' الطلاق لمن اخذ بالساق ''ترجمہ: طلاق کا مالک وہی ہے جو عورت سے جماع کرے۔

لہٰذا اگر کورٹ نے شوہر کے طلاق دیئے بغیر یک طرفہ عورت کے حق میں فیصلہ کر کے طلاق دیدی تو اسے طلاق نہ ہوگی اور اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے۔

سوال نمبر 5: عورت کو کن حالات میں طلاق دینا گناہ نہیں؟

جواب: عورت شوہر کو یا شوہر کے دیگر رشتے داروں کو تکلیف پہنچاتی ہے یا عورت بے حیاو بدکردار ہے تو ایسی صورت میں شوہر کے لئے طلاق دینا جائز ہے اور بعض صورتوں میں تو طلاق دیناواجب ہے مثلاً شوہر نامرد ہے، یا ہیجڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا ہے کہ وہ جماع پر قادر نہیں۔ اور اس کے ازالہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو ان صورتوں میں طلاق دیناواجب ہے جبکہ عورت ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو۔

سوال نمبر 6: اگر طلاق غصے میں دی جائے تو واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر غصہ اُس حد کا ہو کہ عقل جاتی رہے یعنی آدمی کی حالت پاگلوں والی ہو جائے ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق نہ ہوگی۔ لیکن ایسی حالت ہزاروں کیا لاکھوں میں کسی ایک کی ہوتی ہوگی اکثر یوں نہیں ہوتا بلکہ غصے کی آخری حالت یہی ہوتی ہے کہ رگیں پھول جائیں اعضاء کانپنے لگے چہرہ سرخ ہو جائے اور الفاظ کپکپائیں ایسی حالت میں یا اس سے کم غصے میں طلاق دی تو واقع ہو جائے گی۔ اور آج کل یہی صورت حال ہوتی ہے بعد میں کہتے ہیں جناب! ہم نے تو غصے میں طلاق دی تھی۔ ایسے حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ طلاق عموماً غصے میں ہی دی جاتی ہے اور پیار محبت کے دوران تو شاید ہی کوئی طلاق دیتا ہو لہٰذا یہ عذر درست نہیں۔

سوال نمبر 7: اگر طلاق کے وقت عورت موجود نہ ہو تو طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: طلاق کے لئے بیوی کا وہاں موجود ہونا ضروری نہیں۔ شوہر بیوی کے سامنے طلاق دے یا دیگر رشتے داروں کے سامنے یا دوستوں کے سامنے یا بالکل تنہائی میں ہر حال

ہیں اگر شوہر نے اتنی آواز سے الفاظِ طلاق کہے کہ اس کے کانوں نے سن لیے یا کانوں نے شوروغیرہ کی وجہ سے سنے تو نہیں لیکن آواز اتنی تھی کہ اگر آہستہ سننے کا مرض یا شوروغیرہ نہ ہوتا تو کان سن لیتے ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی کسی دوسرے شخص کا موجود ہونا یا بیوی یا کسی دوسرے کا طلاق کے الفاظ سننا کوئی ضروری نہیں۔

سوال نمبر 8: اگر دوستوں سے یا بیوی سے مذاق کرتے ہوئے بیوی کو طلاق دیدی تو ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: طلاق کا معاملہ ایسا ہے کہ مذاق میں دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے ''تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے (یعنی مذاق میں بھی وہی حکم ہے جو سنجیدگی میں ہے) نکاح طلاق اور (طلاق کے بعد) رجوع کرنا''۔

(مشکوۃ صفحہ نمبر 284)

لہٰذا اگر کسی نے اپنی حقیقی بیوی کو مذاق یا فلم یا ڈرامے میں طلاق دی تو بھی طلاق ہو جائے گی۔

سوال نمبر 9: اگر کسی آدمی کو قتل وغیرہ کی دھمکی دے کر طلاق دینے پر مجبور کیا گیا اور دھمکی دینے والا اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے پر قادر بھی ہو اور اس نے طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

جواب: اس مسئلے کی چند صورتیں ہیں۔ (1) اگر مجبور کرنے پر زبانی طلاق دی تو واقع ہو جائے گی۔ (2) اگر مجبور کرنے پر تحریری طلاق دی یا طلاق کے پرچے پر دستخط کر دیے اور دل میں بھی طلاق کی نیت کر لی تو طلاق ہو گئی۔ (3) اگر مجبور کرنے پر تحریری طلاق دی اور زبان سے کچھ نہ کہا اور نہ ہی دل میں نیت کی تو طلاق نہ ہو گی۔

سوال نمبر 10: اگر طلاق کے وقت عورت لینے سے انکار کردے یا طلاق کا پرچہ پھاڑ دے عورت کا باپ یا بھائی طلاق کا پرچہ پھاڑ دے تو طلاق ہوگی یا نہیں؟

جواب: طلاق کے لئے عورت کا قبول کرنا ضروری نہیں۔ شوہر نے جب طلاق کے الفاظ زبان سے ادا کردیے تو طلاق واقع ہوگئی۔ عورت یا اس کے گھر والے قبول کریں یا نہ کریں یہی حال پرچہ پھاڑنے کا ہے البتہ اسی میں مزید صورتیں بھی ہیں۔ جن کو تحریری طلاق میں بیان کریں گے۔

سوال نمبر 11: اگر طلاق کے وقت عورت کو حیض یا حمل ہو تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

جواب: حیض اور حمل دونوں حالتوں میں طلاق ہو جاتی ہے البتہ حیض کی حالت میں طلاق دینا گناہ اور اگر ایک یا دو طلاقیں رجعی دی ہوں تو رجوع کرنا واجب ہے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق دی تو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ رجوع کرکے پھر طہر یعنی پاکی کے دن گزر جائیں۔ پھر حیض کے دن آئیں پھر جو دن پاکی کے آئیں ان میں طلاق دے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ صفحہ نمبر 283)

لہٰذا جو شخص حیض کی حالت میں عورت کو ایک یا دو طلاقیں دے تو اس پر لازم ہے کہ رجوع کرے کہ اس حالت میں طلاق دینا گناہ تھا اگر طلاق دینی ہے تو اس حیض کے بعد پاکی کے دن گزر جائیں پھر حیض آکر پاک ہو تو اب طلاق دے یہ حکم اس وقت ہے کہ جماع سے رجعت کی ہو اور اگر قول یا بوسہ لینے یا چھونے سے رجعت کی ہو تو اس حیض کے بعد جو طہر ہے اس میں بھی طلاق دے سکتا ہے اس کے بعد دوسرے طہر (پاکی کے دنوں) کے انتظار کی حاجت نہیں۔

اور جہاں تک حمل میں طلاق دینے کا تعلق ہے تو اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس میں کچھ گناہ بھی نہیں صرف دوسری صورتوں کی نسبت یہ فرق آتا ہے کہ عدت بچہ جننے تک ہو جاتی ہے خواہ ایک دن بعد جنے یا 9 مہینے بعد۔

سوال نمبر 12: اگر نشے یا نیند میں طلاق دی تو واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: اگر کسی نے نشہ پی کر طلاق دی تو ہو جائے گی۔ نشہ خواہ شراب سے ہو یا بھنگ یا افیون یا چرس یا کسی اور چیز سے، بہر صورت طلاق ہو جائے گی۔ البتہ اگر کسی نے اسے مجبور کر کے یعنی قتل یا عضو کاٹ دینے کی دھمکی یا دھوکے سے نشہ پلا دیا یا حالت اضطرار میں مثلاً پیاس سے مر رہا تھا اور کوئی حلال پینے نہ تھی تو ایسی حالت میں شراب وغیرہ نشہ کی چیز پی اور اس کے نشے میں طلاق دی تو واقع نہ ہو گی اور نیند میں دی جانے والی طلاق بھی واقع نہ ہو گی۔

سوال نمبر 13: اگر محض ڈرانے، دھمکانے کی نیت سے طلاق دی تو واقع ہو گی یا نہیں؟

جواب: صریح الفاظ سے طلاق دینے میں طلاق کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ زبان سے طلاق کے الفاظ ادا ہو گئے تو طلاق ہو جائے گی۔ خواہ سنجیدگی سے ہو یا مذاق سے یا ڈرانے دھمکانے کی نیت سے حتیٰ کہ اگر زبان سے کوئی اور لفظ کہنا چاہتا ہو اور طلاق کے الفاظ نکل جائیں یا لفظ طلاق بولا مگر اس کے معنی نہیں جانتا یا بھول کر یا غفلت میں طلاق دی ہر صورت میں طلاق ہو جائے گی۔ لہٰذا عام طور پر لوگ جو عذر پیش کرتے ہیں کہ ہماری نیت طلاق کی نہیں تھی بلکہ صرف ڈرانا مقصود تھا اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

سوال نمبر 14: اگر کوئی نابالغ یا پاگل طلاق دے دے یا لڑکی نابالغہ یا پاگل ہو تو اس صورت میں طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: نابالغ اور پاگل نہ خود طلاق دے سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی طرف سے ان کے ولی (سرپرست) دے سکتے ہیں اور یہ طلاق واقع بھی نہ ہو گی کیونکہ طلاق کے لئے شوہر کا عاقل، بالغ ہونا شرط ہے۔ البتہ اگر لڑکی نابالغہ یا پاگل ہے لیکن طلاق دینے والا عاقل و بالغ ہے تو

طلاق ہو جائے گی نابالغ لڑکے کا باپ جس طرح اپنے بیٹے کا نکاح کر سکتا اس طرح طلاق نہیں دے سکتا۔

سوال نمبر 15: اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تو طلاق کب واقع ہوگئی؟

جواب: اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا اگر فلاں رشتے دار کے گھر گئی تو تجھے طلاق ہے ایسی صورت میں اگر عورت اس رشتے دار کے گھر گئی تو طلاق پڑ جائے گی لیکن طلاقیں اتنی ہی پڑیں گی جتنی اس نے کہیں مثلاً مذکورہ مثال کی صورت میں اس رشتے دار کے گھر جانے سے ایک طلاق رجعی پڑ جاتی ہے اور اگر دو یا تین کو معلق کرتا تو اتنی طلاقیں ہی پڑتیں جتنی اس نے کہی تھیں۔

سوال نمبر 16: اگر کوئی غصے میں اپنی بیوی کو والدین یا کسی اور عزیز کے ہاں جانے سے منع کر دے اور کہے اگر فلاں کے گھر گئی تو تجھے تین طلاق۔ لیکن بعد میں اس پر پچھتائے اور والدین سے ملنے کی اجازت بھی دینا چاہے تو کیا کرے جس سے عورت والدین کے گھر جا بھی سکے اور تین طلاق بھی نہ ہوں۔

جواب:۔ شوہر کو چاہیے کہ عورت کو ایک طلاق دے دے پھر عدت گزرنے کے بعد عورت والدین وغیرہ کے گھر جائے گی تو کوئی طلاق نہ ہوگی لیکن یہ طریقہ اسی وقت کارآمد ہے جب شوہر پہلے زندگی میں دو طلاقیں نہ دے چکا ہو اگر پہلے دو طلاقیں دے چکا تھا تو اب ہرگز طلاق نہ دے کہ اس صورت میں تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ تو جس شے سے چھٹکارے کا ارادہ تھا اسی میں پھنس جائے گا اور تین طلاق کی صورت میں حلالہ کے بغیر رجوع نہ ہو سکے گا۔ (بہار شریعت جلد نمبر 1 حصہ نمبر 8 صفحہ نمبر 44)

سوال نمبر 17: کیا طلاق کے علاوہ بھی کوئی صورت ہے جس سے عورت نکاح سے نکل جاتی ہے؟

جواب: شوہر کے وفات پانے سے عورت کا نکاح سے نکل جانا تو واضح ہے البتہ اگر معاذ اللہ شوہر مرتد یعنی کافر ہو جائے تو بھی نکاح ختم ہو جاتا ہے اور عورت عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے آج کل یہ صورت بھی مشاہدے میں آئی ہے کہ لوگ قرآن مجید

یا کسی شرعی مسئلے کو جانتے ہوئے بُرا کہہ دیتے ہیں ایسی صورت میں بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور عورت عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

سوال نمبر 18: طلاق کے لئے کون سا لفظ بولا جائے؟

جواب: اگر طلاق دینے کی صورت بن جائے تو طلاق کے لئے ہمیشہ ایک طلاق کا لفظ بولنا چاہیے۔ تین طلاقیں یکبارگی ہرگز نہ دیں۔ لہٰذا طلاق دینی ہو تو یہ لفظ کہیں۔ میں نے تجھے طلاق دی یا کہے میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا بیوی کا نام مثلاً ہندہ ہے تو کہے میں نے ہندہ کو طلاق دی'' تین طلاق کا لفظ ہرگز نہ کہیں۔

سوال نمبر 19: وہ کونسی طلاق ہے جس کے بعد رجوع ہوسکتا ہے؟

جواب: اگر بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو شوہر رجوع کرسکتا ہے لیکن اس کی صورت یہی ہے کہ شوہر نے بیوی کو ایک یا دو طلاقیں رجعی دی ہوں۔ مثلاً یوں کہا تھا میں نے تجھے طلاق دی یا یوں کہا تھا۔ میں تجھے دو طلاقیں دیں۔ یا ایک طلاق پہلے کبھی زندگی میں دی تھی۔ اور ایک طلاق اب دی تو یہ دوسری طلاق ہوئی اب بھی رجوع ہوسکتا ہے۔

(شامی جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 23)

سوال نمبر 20: رجوع کا کیا مطلب ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ اور اس میں عورت کا راضی ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: رجوع یا رجعت کا مطلب یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق رجعی یعنی ایک یا دو طلاقیں دیں عدت کے اندر اسے اسی پہلے نکاح پر باقی رکھنا۔ رجعت کا طریقہ یہ ہے کہ دو عادل گواہوں کے سامنے کہے۔ میں اپنی بیوی سے رجوع کیا یا میں نے اسے واپس لیا یا روک لیا۔ اگر گواہوں کے سامنے نہ ہو تو بھی رجوع ہو جاتا ہے۔ رجوع کا دوسرا طریقہ یہ ہے مرد بیوی سے جماع کرلے یا شہوت کے ساتھ بوسہ لے یا شہوت سے بدن کو چھولے وغیرہ۔

سوال نمبر 21: وہ کون سی طلاق ہے جس کے بعد دوبارہ نکاح کے ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: ایسی طلاق کو طلاق بائن کہتے ہیں۔ مثلاً شوہر صریح الفاظ طلاق نہ کہے بلکہ یوں کہے تو مجھ پر حرام ہے یا طلاق کی نیت سے کہے یا نکل یا چل یا جا یا دفع ہو یا شکل گم کر یا اور شوہر تلاش کر یا چلتی نظر آ یا بستر اٹھا وغیرھا کے الفاظ کہے یا طلاق کے الفاظ ہی یوں کہے کہ تجھے سب سے گندی طلاق یا ''سب سے سخت طلاق'' اس قسم کے الفاظ کہے تو اس صورت میں طلاق بائن واقع ہوگی اور اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر اور عدت کے بعد دونوں صورتوں میں اگر مرد و عورت دونوں نکاح کر لیں تو رجوع ہو جائے گا۔ اس میں حلالہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس صورت میں عورت سے نکاح کے لئے اجازت و رضامندی ضروری ہے۔ اگر وہ راضی نہ ہو تو نکاح نہیں ہوسکتا۔ یونہی اگر عورت کو ایک یا دو طلاقیں رجعی دی تھیں اور شوہر نے عدت میں رجوع نہ کیا حتیٰ کہ عدت گزر گئی تو اب نئے سرے سے نکاح کرنا پڑے گا تب رجوع ہوگا اور ایسی صورت میں عورت کی رضامندی ضروری ہے اگر وہ راضی نہیں تو شوہر تنہا رجوع نہیں کرسکتا۔ (درمختار جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 40)

سوال نمبر 22: شوہر اگر عورت سے رجوع کرے تو اب اسے کتنی طلاقوں کا حق حاصل ہوگا؟

جواب:۔ اگر شوہر نے ایک طلاق کے بعد رجوع کیا تو دو طلاقوں کا اختیار ہے اور اگر دو طلاقوں کے بعد رجوع کیا تو ایک طلاق کا اختیار ہے۔ یعنی زندگی میں اسے تین طلاقوں کا اختیار ہے اگر ایک طلاق چالیس سال پہلے بھی دی تو وہ بالکل ختم نہ ہو جائے گی دوبارہ اگر طلاق دی تو وہ دوسری شمار کی جائے گی پھر اگرچہ ستر سال بعد طلاق دے وہ تیسری شمار کی جائے گی اور وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جائے گی البتہ اگر بالفرض ایک یا دو طلاقوں کے بعد عورت نے کسی اور مرد سے شادی کر لی پھر اس مرد نے بھی جماع کے بعد طلاق دے دی تو اب اگر وہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کرے تو اسے نئے سرے سے تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہو جائے گا۔ (فتاوی رضویہ و شامی و عالمگیری)

سوال نمبر 23: جس عورت کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی اسے طلاق دی تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس عورت کی رخصتی نہیں ہوئی یعنی اس کے ساتھ ایسی تنہائی میسر نہیں ہوئی کہ جس میں وہ اس سے جماع کر سکے اگر اس سے پہلے طلاق دی تو واقع ہو جائے گی البتہ جس عورت سے خلوت ہو چکی اس میں اور اس غیر مدخولہ (جس سے خلوت نہ ہوئی) میں یہ فرق ہے کہ غیر مدخولہ کو اگر اکٹھی تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی یعنی یوں کہا۔ تجھے تین طلاق اور اگر کہا تجھے دو طلاق تو دو واقع ہوں گی اور اگر ایسی عورت کو یوں طلاقیں دیں تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے یا تجھے طلاق، طلاق، طلاق یا کہ تجھے طلاق ہے ایک اور ایک اور ایک (تین مرتبہ) یعنی ایسی تمام صورتیں جن میں طلاق کے الفاظ کی صرف تکرار کرے تین طلاقیں نہ کہے تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور باقی لغو قرار دی جائیں گی اور خلوت و تنہائی سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں مقرر کردہ مہر کا نصف دیا جائے گا مثلاً دس ہزار روپے مقرر ہوا تو پانچ ہزار دیا جائے گا۔ اور اگر مقرر ہی نہ کیا گیا تھا تو ایک جوڑا دینا واجب ہے۔ اگر میاں بیوی دونوں مالدار ہوں تو جوڑا اعلیٰ درجے کا اور اگر دونوں محتاج ہوں تو جوڑا معمولی قسم کا اور اگر ایک مالدار اور دوسرا محتاج ہو تو درمیانے درجے کا جوڑا دینا واجب ہے۔

سوال نمبر 24: وہ کون سی طلاق ہے جس کے بعد حلالہ کے سوا چارہ نہیں؟

جواب: اگر شوہر نے بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو بغیر حلالہ کے چارہ نہیں خواہ یکبارگی تین طلاقیں دیں یا جدا جدا کر کے۔ ہر صورت میں اب بغیر حلالہ کے کوئی صورت دوبارہ نکاح میں آنے کی نہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ﴿**فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره** ☆﴾ ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر (شوہر نے) تیسری طلاق اسے (عورت کو) دی تو اب وہ عورت اسے (پہلے شوہر کیلئے) حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 230)

اور یہی بات بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک صحابی حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی سے فرمائی۔

سوال نمبر 25: خواہ مخواہ حلالہ کروانا کیسا ہے؟

جواب:۔ حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا ناجائز گناہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا اس پر لعنت فرمائی۔ (مشکوۃ شریف)

سوال نمبر 26: حلالہ کی کیا صورت ہے کہ جس میں گناہ نہ ہو؟

جواب: اگر نکاح میں حلالہ کی شرط نہ رکھی جائے تو گناہ نہیں مثلاً کوئی قابل اعتماد آدمی ہے اس کے سامنے ساری صورت حال بیان کر دی جائے تو وہ عورت سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کرلے اور نکاح میں حلالہ کی شرط نہ رکھی جائے پھر وہ آدمی نکاح کے بعد جماع کر کے طلاق دیدے تو اس میں کوئی کراہت نہیں بلکہ اگر اچھی نیت ہے تو اجر کا مستحق ہے پھر پہلا شوہر عورت کی عدت گزرنے کے بعد اس سے نکاح کرلے۔

(بہار شریعت جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 72)

سوال نمبر 27: کیا ایک وقت میں تین طلاقیں دی جاسکتی ہیں؟

جواب: ایک وقت میں تین طلاقیں دینا گناہ ہے چنانچہ نسائی شریف میں حدیث ہے حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کے بارے میں ذکر کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدی تھیں تو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم انتہائی جلال میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا وہ شخص اللہ عزوجل کی کتاب کے ساتھ کھیلتا ہے حالانکہ میں ان کے درمیان موجود ہوں حتی کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کیا میں اسے قتل کر دوں۔

لہٰذا تین طلاقیں اکٹھی نہ دی جائیں کہ گناہ ہیں البتہ اگر کسی نے تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو یقیناً واقع ہو جائیں گی۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں موجود ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں کتب علمائے اہلسنت میں موجود ہے۔

سوال نمبر 28: کیا تین طلاقوں کے بعد خاندان کے بڑے لوگ صلح کروا سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو جو لوگ غیر مقلدین سے فتوی لیکر دوبارہ سابقہ بیوی کو گھر میں رکھ لیتے ہیں ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب تین طلاقوں کے بعد قرآن وحدیث کے فرامین سے عورت کا مرد پر حرام ہونا ثابت ہے تو خاندان کے بڑے یا غیر مقلدین ہرگز اللہ عزوجل کے حرام کو حلال نہیں کر سکتے ۔ تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالے کے بیوی رکھنا حرام ہے اور بے غیرتی ہے۔ اور ایسی عورت سے مرد کا جماع کرنا حرام وزنا ہے۔ اور اس زنا کے گناہ میں مرد عورت، خاندان کے صلح کرانے والے لوگ اور غیر مقلد سب شامل ہیں اور اس بے غیرتی میں سب شریک ہیں۔ اور یہ ایسا زنا ہوگا۔ جو ساری زندگی ہوتا رہے گا۔ کہ جب وہ مرد وعورت میاں بیوی نہیں تو ان کا جب بھی میاں بیوی والا تعلق ہوگا وہ زنا ہی ہوگا۔ اور ہر مرتبہ سب افراد گناہ میں شریک ہوں گے لہذا ضروری ہے کہ جب بھی عورت کو طلاق دیں تو ایک طلاق دیں اور پھر چھوڑ دیں حتی کہ عدت گزر جائے تا کہ اگر بعد میں صلح کا ارادہ بنے تو بغیر حلالہ کے صلح ہو سکے۔

سوال نمبر 29: جو بغیر حلالہ کے سابقہ بیوی کو رکھے اس کے ساتھ رشتے داروں کو کیا سلوک کرنا چاہیے؟

جواب: ایسے شخص سے رشتے داروں کو قطع تعلق کرنا چاہیے۔ اس سے لین دین بات چیت اور شادی وغمی میں آنا جانا بند کر دیں۔ تا کہ وہ مجبور ہو کر اس زنا کاری سے باز آ جائے۔ حکم خداوندی ہے۔﴿واما ینسینك الشطین فلا تقعد بعد الذکر ی مع القوم

الظلمین ☆﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (سورۂ الانعام پارہ نمبر 7 آیت نمبر 68)

سوال نمبر 30: طلاق دینے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: طلاق دینے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ بیوی کو ان پاکی کے دنوں میں جن میں عورت سے جماع نہ کیا ہو ایک طلاق دی جائے اور چھوڑ دیا جائے حتی کہ عدت کے دن گزر جائیں اور اس سے کم اچھا طریقہ متعدد صورتوں پر مشتمل ہے۔(1) جس عورت سے خلوت نہ ہوئی اس کو طلاق دی جائے اگرچہ حیض کے دنوں میں ہو۔(2) جس سے خلوت ہو چکی اس کو تین طہروں (پاکی کے دنوں میں) تین طلاقیں دی جائیں ہر طلاق ایک طہر میں واقع ہو اور کسی طہر میں عورت سے جماع نہ کیا اور نہ ہی حیض کے دنوں میں عورت سے جماع کیا ہو (3) وہ عورت جسے حیض نہیں آتا مثلاً نابالغہ یا حاملہ یا حیض نہ آنے کی مدت کو پہنچی ہوئی عورت ان سب کو تین مہینوں میں تین طلاقیں دیں اگرچہ جماع کرنے کے بعد یہ سب صورتیں بھی جائز ہیں ان میں کچھ کراہت نہیں۔ اور اس کے علاوہ حیض میں طلاق دینا یا ایک ہی طہر (پاکی کے دنوں) میں تین طلاقیں دینا یا جس طہر میں عورت سے جماع کیا اس میں طلاق دینا یا طلاق طہر میں دی مگر اس سے پہلے جو حیض گزرا اس میں عورت سے جماع کیا تھا یا پہلے والے حیض میں طلاق دی تھی یا یہ سب باتیں نہیں مگر طہر میں طلاق بائن دی تھی یعنی وہ طلاق جس میں بغیر نکاح کے رجوع نہیں ہو سکتا جس کی تفصیل (سوال نمبر 21) کے جواب میں گزری ان سب صورتوں میں طلاق دینا بہت برا اور ممنوع ہے مگر سب صورتوں میں طلاق ہو جائے گی۔ لہٰذا چاہیے کہ سب سے پہلے طریقہ اختیار کیا جائے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک طلاق شاید ہوتی ہی نہیں تین طلاقیں ہی صحیح طلاق ہوتی ہے۔ یہ بات درست نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہو چکا۔

سوال نمبر 31: اگر شوہر نے طلاق لکھ کر دی یا طلاق کی تحریر پر دستخط کیے تو طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟

جواب:۔ جس طرح زبانی طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح تحریری طلاق بھی ہو جاتی ہے بلکہ اس میں متعدد صورتیں ہیں۔

(1) خود طلاق کا مضمون تحریر کیا۔

(2) دوسرے کو مضمون تحریر کرنے کا کہا۔

(3) دوسرے نے اپنی طرف سے طلاق کا کاغذ لکھا شوہر نے کاغذ پڑھ کر یا مفہوم جان کر رضامندی کا اظہار کر دیا یا دستخط کر دیے۔

(4) پڑھوا کر تو نہیں سنا مگر یہ معلوم تھا کہ اس میں میری بیوی کو طلاق دی گئی ہے اس پر رضامندی کر دی یا دستخط کر دیئے۔ ان تمام صورتوں میں رضامندی کا اظہار کیا یا دستخط کئے یا انگوٹھا لگا یا طلاق واقع ہو جائے گی اور تحریری طلاق میں لکھ دینے سے ہی یا لکھے ہوئے پر دستخط کرنے تھے تو دستخط کرتے ہی طلاق ہو جائے گی۔ وہ کاغذ عورت تک پہنچے یا نہ پہنچے اور خواہ یہ خود یا کوئی اور وہ کاغذ پھاڑ دے البتہ اگر تحریری طلاق کے الفاظ یہ ہوں ''میرا یہ خط جب تجھے پہنچے تو تجھے طلاق ہے۔ تو عورت کو جب تحریر پہنچے گی اس وقت طلاق ہو گی۔ عورت چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔ اور اگر اسے تحریر پہنچی ہی نہیں مثلاً شوہر نے مذکورہ الفاظ تو لکھ دیے مگر وہ تحریر بھیجی نہیں یا پھاڑ دی یا راستے میں گم ہو گئی یا عورت کے باپ یا بھائی یا کسی اور رشتے دار کو پہنچی اس نے عورت تک پہنچنے سے پہلے ہی پھاڑ کر پھینک دی تو ان سب صورتوں میں طلاق نہ ہو گی۔ البتہ اگر یہ تحریر لڑکی کے باپ کو پہنچی اور اس نے وہ تحریر پھاڑ دی تو اگر لڑکی کے تمام کاموں میں باپ تصرف کرتا ہے اور وہ تحریر اس شہر میں باپ کو ملی جہاں لڑکی رہتی ہے تو طلاق ہو گئی ورنہ نہیں۔

سوال نمبر 32: اگر مرد نے عورت کو تنہائی میں تین طلاقیں دیں اور اب انکار کرتا ہے تو عورت کیا کرے؟

جواب: شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دیں پھر انکار کرے اور عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو جس طرح ممکن ہو عورت اس سے پیچھا چھڑائے مہر معاف کر کے یا اپنا مال دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے غرض جس طرح بھی ممکن ہو اس سے کنارہ کشی کرے اور کسی طرح مرد نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کرے اور پوری کوشش اس کی کرے کہ صحبت نہ کرنے پائے۔ یہ حکم نہیں کہ خودکشی کرلے عورت جب ان باتوں پر عمل کرے گی تو معذور رہے اور شوہر بہر حال گناہگار رہے۔

سوال نمبر 33: عورت کو جب طلاق ہو جائے تو وہ کیا کرے کیا طلاق کے بعد بھی شوہر کے ذمہ عورت کے کچھ حقوق رہتے ہیں؟

جواب: عورت کو جب طلاق ہو جائے تو وہ عدت گزارے گی اور شوہر کے ذمہ عدت کے دوران عورت کو رہائش اور خرچہ دینا لازم ہے عورت اسی مکان میں عدت گزارے گی۔ جس میں طلاق کے وقت شوہر کے ساتھ رہائش پذیر تھی۔ اگر کسی اور جگہ عورت گئی ہوئی تھی تو اطلاع ملتے ہی شوہر کے گھر پہنچ جائے۔

سوال نمبر 34: عورت عدت کیسے گزارے گی؟

جواب: اگر عورت کو طلاق رجعی ہوئی ہے تو عورت عدت میں بناؤ سنگھار کرے جبکہ شوہر موجود ہو اور عورت کو اس کے رجوع کرنے کی امید ہو۔ اور اگر شوہر موجود نہیں یا عورت کو شوہر کے رجوع کرنے کی امید نہیں۔ تو زینت نہ کرے۔ اور شوہر کا رجوع کرنے کا ارادہ نہ ہو تو وہ بھی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جائے اور جب عورت کے مکان میں جائے تو خبر دیدے یا کھنکھار کر کے جائے یا اس طرح کہ عورت جوتے کی آواز سنے۔

اور اگر عورت طلاق بائن یا وفات کی عدت میں ہے تو اسے زینت کرنا حرام ہے۔ زینت نہ کرنے کا معنی یہ ہے۔ ہر قسم کے زیور سونے، چاندی، جواہر وغیرہ کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے اگر چہ سیاہ ہوں نہ پہنے اور کپڑے اور بدن پر خوشبو نہ

لگائے۔نہ تیل استعمال کرے نہ کنگھی کرے نہ سیاہ سرمہ لگائے یونہی سفید خوشبودار سرمہ بھی نہ لگائے یونہی مہندی لگانا یا زعفران یا کسم یا گیرو کے رنگے ہوئے کپڑے یا سرخ کپڑے پہننا یہ سب ممنوع ہیں البتہ سر درد کی وجہ سے سر میں تیل لگا سکتی ہے اور موٹے دندانوں کی کنگھی بھی کر سکتی ہے اور آنکھوں میں درد کی وجہ سے بقدر ضرورت سرمہ بھی لگا سکتی ہے۔ یعنی اگر رات کو سرمہ لگانا کفایت کرے تو رات ہی کو لگانے کی اجازت ہے دن میں نہیں اور سفید سرمہ سے ضرورت پوری ہو جائے تو سیاہ سرمہ لگانا منع ہے یونہی عدت میں چوڑیاں پہننا گلے میں ہار یا لاکٹ، کانوں میں یا ناک میں کانٹے بالیاں پہننا سب ممنوع ہے۔

(ردالمحتار جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 217.219)

دوران عدت عورت گھر سے باہر بھی نہیں جا سکتی البتہ اگر وفات کی عدت میں ہو ۔اور کسب حلال کیلئے باہر جانا پڑے تو عورت دن کے وقت جا سکتی ہے جبکہ رات کا اکثر حصہ گھر میں گزارے اور یہ جانا بھی اس صورت میں ہے جب خرچے کے لئے رقم نہ ہو اگر بقدر کفایت رقم ہے تو باہر نکلنا ممنوع ۔جس مرض کا علاج گھر میں نہیں ہو سکتا اس کے لئے بھی باہر جا سکتی ہے جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔البتہ اگر شوہر یا مالکان مکان یا عدت وفات میں شوہر کے ورثاء نکال دیں یا مالکِ مکان کرایہ مانگے اور کرایہ ہے نہیں یا جہاں مال آبرو کو صحیح اندیشہ لاحق ہو تو مکان بدل سکتی ہے۔

سوال نمبر 35: عورت کتنے دن عدت گزارے گی؟

جواب: اگر شوہر فوت ہو گیا تو عورت 4 مہینے 10 دن عدت گزارے گی۔

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 234)

اور اگر عورت حاملہ ہو تو عدت وفات بچہ جننا ہے ایک گھنٹے بعد جن دے یا 9 مہینے عدہ۔

(سورۃ الطلاق آیت نمبر 4)

اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دی ہو تو اس میں متعدد صورتیں ہیں۔

(1) عورت حاملہ ہو بچہ جننا عدت ہے۔

(سورۃ الطلاق آیت نمبر 28)

(2) عورت کو حیض آتا ہے تو مکمل تین حیضوں کا گزر جانا۔

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 228)

اور اگر عورت کو حیض میں طلاق دی ہو تو اس حیض کا اعتبار نہیں بلکہ اس کے بعد نئے سرے سے مکمل تین حیضوں کا گزرنا ضروری ہے۔

(3) اگر عورت کو حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا یا عورت اتنی عمر کی ہو چکی ہے کہ حیض آنا بند ہو گیا ہے تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

(سورۃ الطلاق آیت نمبر 28)

البتہ اگر لڑکی کو حیض نہیں آیا تھا اور وہ مہینے کے حساب سے عدت گزار رہی تھی کہ حیض شروع ہو گیا تو اب تین حیض سے ہی عدت پوری کرے گی۔

وفات کی عدت تو عورت کو بہر صورت گزارنی ہوتی ہے عورت چھوٹی عمر کی ہو یا زیادہ عمر کی، شوہر سے خلوت ہوئی یا نہیں۔ البتہ طلاق کی عدت اسی صورت میں گزارنا پڑے گی۔ جب عورت سے مرد کی خلوت ہوئی ہو اگر مرد وعورت کی خلوت صحیحہ نہیں ہوئی تو عدت بھی نہیں بلکہ عورت طلاق کے فورا بعد نکاح کر سکتی ہے۔

الحمدللہ! طلاق کے موضوع پر چند مسائل جمع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے اپنی بارگاہ عزت میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ عام عوام کے لئے فائدہ مند اور حصول علم کا ذریعہ اور راقم کیلئے مغفرت کا سبب بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

محمد قاسم قادری عفی عنہ

26 ربیع النور 1424ھ بمطابق 29 مئی 2003

نئی آنے والی کُتب

رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی

مکتبہ اہلِ سنّت
امین پور بازار فیصل آباد
041-2602111
0321-6639552

نئی آنے والی کُتب

اللہ عزوجل کی عظمت

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی



مکتبہ اہلِ سُنّت

امین پور بازار فیصل آباد
041-2002111
0321-6639552

نئی آنے والی کُتب

انبیاء کے اخلاق

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مُفتی مُحمد قاسم قادری مدظلہ العالی



مکتبہ اہلِ سُنّت
امین پور بازار فیصل آباد
041-2002111
0321-6639552

نئی آنے والی کُتب

دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی



مکتبہ اہلِ سُنّت
امین پور بازار فیصل آباد
041-2002111
0321-6639552

نئی آنے والی کُتب

عبادت کا شوق

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مُفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی



مکتبہ اہلِ سُنّت

امین پور بازار فیصل آباد

041-2002111

0321-6639552

نئی آنے والی کُتب

مسلمانوں کا زوال

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی



مکتبہ اہلِ سُنّت
امین پور بازار فیصل آباد
041-2002111
0321-6639552

ماں باپ کا مقام

مصنف

محمد جنید رضا المدنی عطاری

ملنے کا پتہ مکتبہ اہلسنت فیصل آباد